ماہنامہ
المرشد
لاہور

مارچ 1999

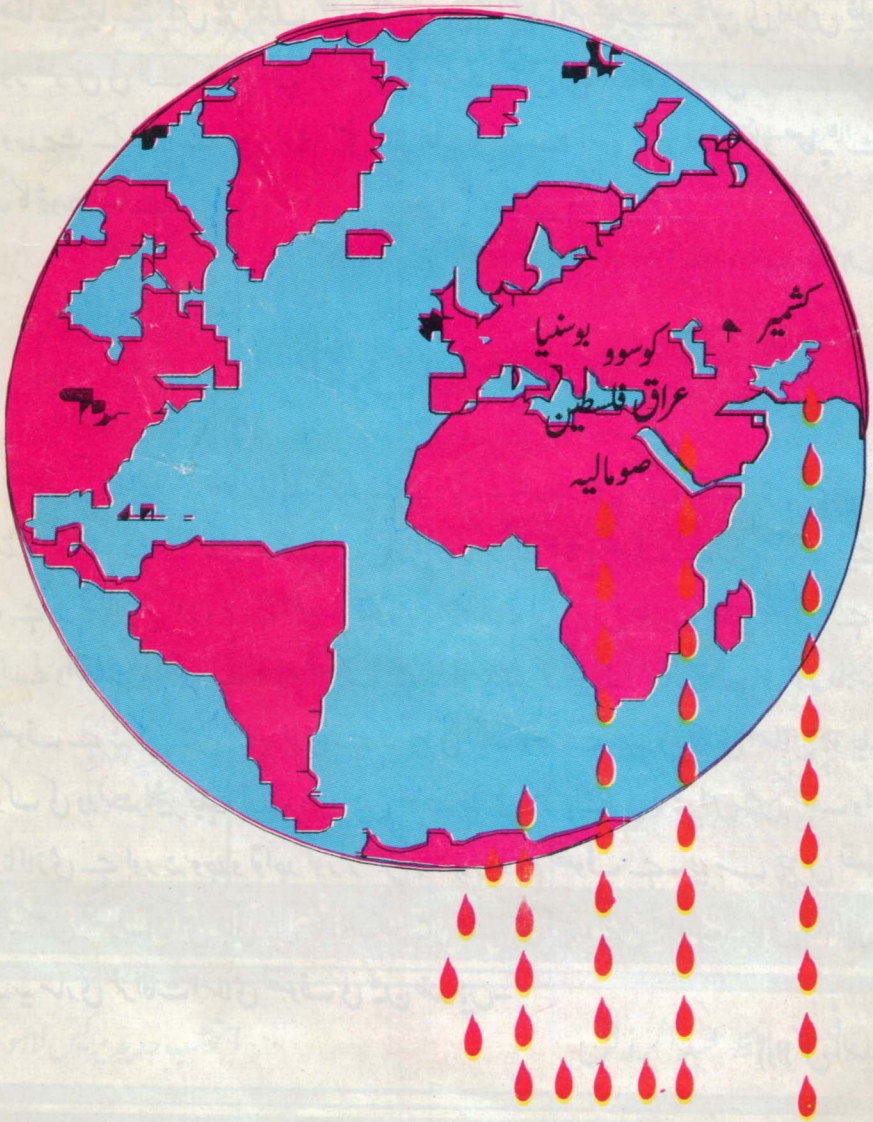

نام لکھے گا تمہارا خون بہہ کر خاک پر
اپنے قاتل کو بھی ہم حیران کرتے جائیں گے

امیر محمد اکرم اعوان

ماہنامہ
المرشد
لاہور
سی پی ایل نمبر 3

مدیر
چوہدری محمد اسلم

جلد نمبر 20 ذیقعد 1419ھ بمطابق مارچ 1999ء شمارہ نمبر 8

اس شمارے میں

1	اداریہ۔ بے حسی	سرفراز حسین	3
2	مومن کی طاقت	امیر محمد اکرم اعوان	4
3	لایومنون حتی یحکمون.....تسلیما	امیر محمد اکرم اعوان	13
4	انتظار ایک نجات دہندہ کا	گلزار آفاقی	19
5	طب نبویؐ..... قبض	ڈاکٹر خالد غزنوی	21
6	مسلمان کون	امیر محمد اکرم اعوان	25
7	کلام شیخ	امیر محمد اکرم اعوان	31
8	بچ کے رہنا	سید بنیامین رضوی	32
9	اعتراضات۔ جوابات	ڈاکٹر اسرار احمد	34
10	موٹروے پر نمک کا پل	امیر محمد اکرم اعوان	36
11	ہم وہ لوگ ہیں	الطاف گھمن	39
12	فرضت جہاد	امیر محمد اکرم اعوان	41
13	ترجمہ قرآن	امیر محمد اکرم اعوان	46
14	اسلام بطور واحد قانون	امیر محمد اکرم اعوان	47
15	سوللات..... جوابات	فقیر محمد اکرم	53
16	ابھی وقت ہے	آسیہ اعوان	55
17	انٹرویو ڈاکٹر ثریا رشید	آسیہ اعوان	64

رابطہ آفس:۔ کمرہ نمبر 8۔ سیکنڈ فلور، ریکس سٹی ستیانہ روڈ فیصل آباد۔ فون 732254، فیکس 727002

ناشر۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق
انتخاب جدید پریس لاہور۔ 6314365

پتہ۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 5180467

اداریہ

بے حسی

بد اعمالیاں بے حسی پیدا کرتی ہیں اور بے حسی بے غیرتی کو جنم دیتی ہے۔ یہ صفات بد جس قوم میں پیدا ہو جائیں وہ قوم مردہ ہو جاتی ہے۔ ہم نام نہاد مسلمان انہی بد اعمالیوں کے سبب بے حس ہو چکے ہیں۔ نہ اپنے ملک میں ظلم دیکھ کر تڑپتے ہیں نہ محکوم مسلمانوں پر ظلم دیکھ کر بے قرار ہوتے ہیں یہ ظلم جو چہار سو پھیلا ہوا ہے۔ یہ بے حسی کا عذاب ہے جو مسلمانوں پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ یہ بے حسن کا عذاب ہے کہ ہماری حکومت کشمیر کے نہتے مسلمانوں کی جان و آبرو کے دشمن کا استقبال کرنے میں خوشی محسوس کرتی ہے اور عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے والوں' بوسنیا میں قتل عام کرنے والوں اور "کسووو" میں مسلمانوں کی نسل کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے عزائم رکھنے والوں کے وائیٹ ہاؤس کے طوائف میں فخر محسوس کرتی ہے۔

ہر عذاب سے پہلے قدرت کاملہ افراد کو' اقوام کو وارننگ دیتی ہے تاکہ اس کی مخلوق اس کی طرف رجوع کر لے اور بد اعمالیوں سے باز آجائے۔ بصورت دیگر ہلکے عذابوں سے یہ سلسلہ شروع ہو کر سخت عذابوں میں بدلتا جاتا ہے اور بالآخر ایک وقت وہ بھی آتا ہے جب نافرمانوں کو نشان عبرت بنا دیا جاتا ہے۔ اور ان سے توبہ کی توفیق سلب کر لی جاتی ہے۔ پھر وہ قصہ پارینہ ہو کر تاریخ کی کتابوں اور عجائب گھروں تک محدود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ہر رعائیت ایک خاص وقت تک کے لئے ہی ہوتی ہے۔ رسی کو وہ کتنا ہی دراز کر دے اس کا سرا اس کے ہاتھ میں ہی رہتا ہے۔

طاغوتی طاقتیں بپھرتی ہوئی لہروں کی طرح مسلمانوں کے گرد دن بدن اپنا گھیرا تنگ کرتی جا رہی ہیں۔ کچھ بھی پوشیدہ طور پر نہیں ہو رہا ہے۔ سب کچھ مسلمان حکومتوں کی اعانتوں سے انہی کے خلاف رو بہ عمل لایا جا رہا ہے۔ مشرق وسطی کے تمام ممالک کا حال سب کے سامنے ہے۔ روس کی سابقہ ریاستوں کا حال کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ایک ہی قسم کے معاملات میں مسلمان اور غیر مسلم ممالک کے ساتھ روا رکھی گئی پالیسیوں کا تضاد روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کفار کی مسلمانوں پر یہ دلیری اللہ کی ناراضگی کے سبب ہے۔ ہماری بد اعمالیوں کی وجہ سے ذلالت ہم پر مسلط کر دی گئی ہے۔ ہماری بے حسی اور بے غیرتی کی انتہا ہے کہ برطانیہ کی سربراہ کو اس کے دورہ پاکستان کے وقت قومی اسمبلی کے سپیکر اور سینٹ کے چیئرمین نے کہا کہ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد آپ کے غلام رہے ہیں۔ ہم آج بھی آپ کے غلام ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔

جس کی غلامی اختیار کرنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا تھا اس سے ہم نے مسلسل روگردانی کی اور ہر حکومت نے نفاذ اسلام میں لیت و لعل سے باون سال ضائع کر دیئے۔ اس کے باوجود یہ حکومتیں ہمیں عزیز از جان کیوں ہیں۔ دین کے ٹھیکیدار اسلام سے زیادہ جمہوریت کے طرفدار بنے ہوئے ہیں۔ حکومت امریکہ کی خوشنودی کے لئے پستی کی کسی بھی سطح تک جانے کے لئے تیار ہے۔ بے حس قوم "بوکاٹا" کا راگ الاپنے میں لگی ہوئی ہے۔ دانشور مفادات سمیٹنے میں مصروف ہیں ایسے میں غیرت و حمیت کے قومی تقاضے مفادات کی تنگ دامنی میں کیسے سما سکتے ہیں۔ پتنگ باز ہجوم کو ایک قوم بننے میں مزید کتنا عرصہ درکار ہو گا۔ کیا وقت اس کی مہلت دے دے گا۔

سرفراز

مومن کی طاقت

معیت باری اور معیت رسول ﷺ مومن کی اصل طاقت ہے۔ یہ طاقت' عبادت' ریاضت اور قیام الیل وذکر کثیر سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ مومن کا اسلحہ ہے ، ایمونیشن ہے جسے ظلم کے خلاف' جبر کے خلاف' شیطان کے خلاف استعمال کرکے اللہ کی مخلوق کو جو باطل کے' برائی کے' شرک کے' کفر کے اور باطل کے نرغے میں آچکی ہے آزاد کرانا ہے۔ اس شکست خوردہ مخلوق کو جینے کے طور طریقوں سے آشنا کرنا ہے جو طاغوت کی گرفت میں ہے۔ جن کے پاس آخرت کی زندگی کا کوئی تصور نہیں ہے اور اس دنیا میں ایسے جی رہی ہے جیسے جہنم میں ہو۔ یہ اسلحہ حاصل کریں' اسے استعمال کریں۔ اسے استعمال کریں۔ ذاتی زندگی میں انقلاب کے لئے اور اجتماعی زندگی میں انقلاب کے لئے اور نہایت درد دل کے ساتھ طاغوتی پنجے میں جکڑی ہوئی مخلوق کو آزاد کرانے کے لئے۔

حضرت شیخ المکرم مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ یایھا المزمل○ قم الیل الا قلیلا○ نصفه اوانقص منه قلیلا○ او زدعلیه ورتل القرآن ترتیلا○ انا سنلقی علیک قولا ثقیلا○ ان ناشته الیل ھی اشد ولماؤ اقوم قیلا○ ان لک فی النھار سبحا طویلا○ واذکر اسم ربک و تبتل الیه تبتیلا○ رب المشرق والمغرب لااله الا ھو فاتخذه وکیلا○ واصبر علی مایقولون واھجرھم ھجر اجمیلا○ وزرنی والمکذبین اول النعمته ومھلھم قلیلا○

سورۃ المزمل کی ابتدائی آیات ہیں۔ پہلی وحی کے نزول کے بعد نازل ہونے والی پہلی پہلی آیات میں مفسرین کرام کے مطابق قرآن حکیم کی سب سے پہلے جو مکمل سورت نازل ہوئی وہ سورۃ الفاتحہ ہے سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی وہ اقراء باسم ربک الذی خلق ہے اور اس کے بعد پہلے پہلے جو آیات نازل ہوئیں وہ سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر کی آیات تھیں۔ ان کے نزول کے وقت نماز پنجگانہ فرض نہیں تھی۔ پنجگانہ نماز شب معراج کو فرض ہوئی تو ان میں تہجد کا حکم دیا گیا جو فرائض کے حکم کے آنے تک فرض ہی کا درجہ رکھتی تھی جب فرائض پنجگانہ کا حکم ہوا تو اس کی فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے پوری زندگی اس پر عمل فرمایا اور آپ ﷺ ہمیشہ تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی عادت مبارک آٹھ رکعت تہجد پڑھنے کی تھی اور آپ ﷺ وتر کی نماز تہجد کے ساتھ ادا فرماتے تھے تو حضور ﷺ نے ہمیشہ سحری کی نماز گیارہ رکعت ادا فرمائی۔

ان ابتدائی آیات کے نزول کے وقت حالات یہ تھے کہ روئے زمین پر کفر' شرک' ظلم' جور' برائی' بدکاری اور ہر طرح کی تاریکی مسلط تھی۔ ظلمات بعضھا فوق بعض بعض ایک دوسرے پر لپٹی ہوئی تاریکیاں تھیں اندھیرا تھا اور جب آپ ﷺ نے تمام معبودان باطلہ کو جھٹلایا تو روئے زمین پر بسنے والے تمام متفرق اور باطل فرقوں (کیونکہ پوری انسانیت میں وہی باطل ادیان رائج تھے) سے آپ کی ٹھن گئی پھر آپ ﷺ نے صرف معبودان باطلہ کی مخالفت نہیں فرمائی بلکہ نظام باطل کو بھی للکارا اور انسانی حقوق وفرائض کی ایک نئی صورت پیش فرمائی جو اللہ کریم نے آپ ﷺ کو عطا فرمائی تھی تو نظام باطل کے ساتھ ٹکراؤ جو تھا وہ بتوں کو مسترد کرنے سے بھی زیادہ شدید رد عمل کا سبب تھا کیونکہ وہ براہ راست لوگوں کی ذاتی حکومت ان کی حکمرانی اور ان کے ذاتی مفادات سے ٹکراؤ تھا۔ اس حالت میں جب زمین پر نبی علیہ الصلواۃ والسلام پر وحی آئی تو سب سے پہلے خواتین میں ایمان لانے والی حضرت خدیجتہ الکبریٰؓ تھیں۔ اور مفسرین کرام کے مطابق حضرت خدیجہؓ عالم تھیں کتب سابقہ کے علوم سے واقف تھیں ان کے ایک چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کتب سابقہ کے بہت بڑے عالم تھے تو جب ان کے سامنے وہ صورت حال پیش کی گئی تو وہ بھی ایمان لے آئے اور انہوں نے بھی حضور ﷺ کی تشفی فرمائی کہ یہ وہی فرشتہ ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر وحی لاتا تھا چونکہ ضعیف العمر تھے تو انہوں نے بڑی حسرت سے یہ عرض کیا تھا کہ اے کاش مجھ میں طاقت ہوتی اور مجھے زندگی اتنی مہلت دیتی کہ جب لوگ آپ کے مقابل اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپ ﷺ کو ہجرت تک پر مجبور کر دیں گے تو پھر میں آپ کے کسی کام آتا۔ مردوں میں سب سے پہلے جس اللہ کے بندے کو ایمان کی سعادت نصیب ہوئی وہ ابوبکر صدیقؓ تھے اور بچوں میں حضرت علی کرم اللہ الوجہ الکریم۔ تو اب یہ کل طاقت ہے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ یعنی حضرت خدیجتہ الکبریٰؓ ہیں' حضرت ابوبکر صدیقؓ مردوں میں ایک مرد ہے' خواتین میں ایک خاتون ہے اور

بچوں میں ایک بچہ ہے' حضرت علی کرم اللہ الوجہ الکریم۔ اور دنیا ساری مخالفت پر کمربستہ ہے تو اللہ کریم نے اس سارے زمانے کے کفر ظلم وجور کا مقابلہ کرنے کے لئے جو سب سے پہلے طریقہ کار عطا فرمایا وہ یہ ہے یایھا المزمل قم الیل۔ مزمل آپ ﷺ کو محبت اور پیار سے خطاب عطا فرمایا گیا چونکہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کمبل لپیٹے ہوئے تھے تو فرمایا اے کمبل پوش اٹھیے!

قم الیل الا قلیلا○۔ راتوں کو قیام کیجئے تھوڑی رات چھوڑ کر۔ زیادہ وقت رات کا جو ہے وہ قیام میں بسر فرمایئے۔ اوانقص منہ قلیلا○ اوزد علیہ۔ یا اپنی صورت حال کے مطابق یا سہولت کے مطابق کبھی اس میں بڑھا لیجئے' ٹائم کبھی کم کر لیجئے۔ یعنی کوئی خاص وقت معین نہ کر دیا گیا بلکہ آیت کا مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو آپ رات کا بیشتر حصہ قیام فرمائیں اور اس قیام میں ورتل القرآن ترتیلا○ قرآن حکیم کو ترتیل کے ساتھ پڑھیں ترتیل یہ ہوتی ہے کہ ہر لفظ کو اس کے صحیح انداز سے سکون کے ساتھ ادا کیا جائے تاکہ اس پر غور و فکر ہوتا چلا جائے' بات کی سمجھ آتی چلی جائے' پتہ چلتا جائے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں' اس کا مفہوم کیا ہے اور اس سے کیا مراد ہے' اس کے لئے مجھے کیا کرنا ہے۔ اور یہ ترتیل نماز میں اور عبادت میں ہمیشہ ضروری ہے ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم ساری عمر نماز پڑھتے رہتے ہیں لیکن ہمیں مفہوم سورۃ فاتحہ کا بھی نہیں آتا جو ہر نماز میں ہم دہراتے ہیں۔ تو چاہئے یہ کہ آدمی جو کچھ اللہ کے حضور پیش کرتا ہے کم از کم خود اسے جانتا بھی ہو کہ میں کیا بات پیش کر رہا ہوں' یہ ترتیل ہے۔ رات کے قیام سے تہجد مراد ہے جو اس وقت سب پر فرض کی گئی تھی یہ کفر سے مقابلے کا اسلحہ کہہ لیں یا طاقت کہہ لیں یا اسباب کہہ لیں مہیا فرمائے جا رہے ہیں۔

آدمی جو کچھ نماز یا دعا میں پڑھتا ہے کم از کم خود اسے جانتا تو ہو کہ میں اللہ کے حضور کیا پیش کر رہا ہوں

انا سنلقی علیک قولا ثقیلا○ اس لئے کہ آپ ﷺ پر بہت بھاری ذمہ داری عائد ہونے والی ہے مفسرین کرام نے قول ثقیل سے نزول وحی بھی مراد لیا ہے کہ کلام باری کا نزول جب ہوتا تھا تو کلام کے ساتھ متکلم کی ذات کے اثرات ہوتے تھے۔ آپ جس سے بھی بات کرتے ہیں' جس سے بھی بات سنتے ہیں اس بات کا اچھا یا برا اثر مزاج پر مرتب ہوتا ہے۔ کسی محبوب آدمی سے آپ بات سنتے ہیں' والد سے سنتے ہیں تو اس بات کے ساتھ ایک احترام کا تاثر بھی پیدا ہوتا ہے۔ بیٹے سے سنتے ہیں تو ایک شفقت کا تاثر بھی پیدا ہوتا ہے۔ بھائی سے سنتے ہیں تو ایک بھائی چارے کی محبت اور برادرانہ محبت کا اثر بھی دل میں پیدا ہوتا ہے۔ کلام کرنے والا یعنی متکلم جو ہوتا ہے' کلام کے ساتھ اس کی ذات کا ایک پرتو ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کلام باری کا نزول ہوتا تھا تو اس کے ساتھ اللہ کی ذاتی تجلیات بھی ہوتی تھیں تو ان کا وزن مادی جسم پر بھی اتنا محسوس ہوتا تھا کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام اگر سانڈنی پر سوار ہوتے تو اس کی کمر دوہری ہو جاتی اور عموماً" وہ بیٹھ جاتی یا ایک صحابی فرماتے ہیں حضور علیہ الصلواۃ والسلام میرے گود میں سر رکھ کے آرام فرما رہے تھے نزول وحی شروع ہو گیا تو فرماتے ہیں میں یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید میری ران کی ہڈی ٹوٹ جائے گی۔ یہ بھی مراد ہے لیکن اصل بوجھ ذمہ داری کا تھا کہ اس وحی کو لیکر روئے زمین کی انسانیت میں پھیلے ہوئے بے شمار باطل عقائد کا رد اور بے شمار باطل نظام ہائے حیات کو مٹا کر ان کی جگہ اللہ کا دیا ہوا نظام نافذ کرنا یہ ذمہ داری کا وہ بوجھ تھا جو تاریخ انسانی میں اور تمام انبیاء و رسل میں بھی صرف محمد رسول اللہ ﷺ نے اٹھایا۔ وگرنہ باقی انبیاء و رسل صرف اپنی اقوام کی طرف مبعوث ہوئے یا مخصوص علاقوں کی طرف مبعوث ہوئے یا مخصوص اوقات کے لئے مبعوث ہوئے لیکن آپ ﷺ کی بعثت بیک وقت ساری انسانیت کے لئے تھی اور سارے زمانوں کے لئے تھی' ساری روئے زمین کے لئے تھی' یہ بہت بڑی ذمہ داری تھی۔ اسے آپ اس نظر سے دیکھ لیں۔

بحمد اللہ ہم مسلمان ہیں اور پندرھویں صدی کا بھی ایک چوتھائی گزرنے کو ہے سوا چودہ سو سال سے پہلے نسل در نسل ہم مسلمان چلے آرہے ہیں۔ اللہ نے ہمیں علیحدہ ملک بھی عطا فرمایا ہے اور اس پر حکومت کرنے والے بھی مسلمان ہیں' لیکن جو رسومات رائج ہو گئی ہیں اور جو باطل انداز زمانے کے ساتھ مل کر ہم نے اپنا لئے ہیں اب جب یہ بات ہوتی ہے کہ ان باطل چیزوں کو کم از کم پاکستان سے مٹا دیا جائے تو آدمی کہتا ہے یہ ناممکن ہے۔ کوئی بھی آدمی یہ ماننے کو تیار نہیں۔ مجھے ابھی تک کوئی ایسا بندہ نہیں ملا جو بڑی آسانی سے کہہ دے جی کیوں نہیں بالکل اسلام نافذ ہوگا اور باطل مٹ جائے گا۔ اسلام مٹانا ممکن نہیں ہے۔ اگر رسومات میں' رواجات میں' زمانے کی بنائی ہوئی زندگی کی راہوں میں اتنی طاقت ہے کہ ہم باوجود نمازی' روزہ دار' حاجی' قرآن خوان' حافظ' قاری' تہجد گزار اور مبلغ ہونے کے اپنے آپ سے ان کو ہٹا نہیں سکتے تو پھر اندازہ کیجئے کہ جس ایک ہستی ﷺ کو پوری دنیا سے اس کو محو کرنے کا حکم دیا گیا تو اندازہ کیجئے کہ یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہے۔

زندگی ایک دریا کی طرح بہنے والی چیز ہے' ایک فلو ہے' اس کے آگے دیواریں نہیں بنائی جا سکتی۔ جتنی بڑی دیوار آپ بنائیں گے یہ چندے رک کر اس ساری جگہ کو بھر کے اس کے اوپر سے گزرنا شروع کر دے گی۔ اس لئے زندگی کو متبادل راستے دیئے جاتے ہیں دیواریں نہیں کھڑی کی جاتیں۔ ہمارے ہاں لوگوں کا دین سے دور ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہم میں استعداد نہیں رہی کہ ہم اسلامی طرز حیات کے وہ متبادل راستے لوگوں کے سامنے پیش کریں جو عہد حاضرہ کی ضروریات کے مطابق ہوں اور اللہ کے دین کے مطابق ہوں۔ تو ہم ہر دروازے پر دیوار کھڑی کرنا چاہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ راستہ بند نہیں ہوتا بلکہ لوگ اس دیوار کے اوپر سے گزر جاتے ہیں اور ہم بیٹھے فتوے لگاتے رہ جاتے ہیں کہ فلاں بھی بدکار ہے فلاں بھی جہنم میں جائے گا فلاں بھی جہنم میں جائے گا تو یوں پتہ چلتا ہے جیسے مساجد میں یا مدارس میں یا منبر پر کوئی دوزخ کی بھرتی شروع ہے کہ جس کا نام آتا ہے اسی کو آپ دوزخی ڈیکلیئر کئے چلے جا رہے ہیں جب کہ یہ جگہ تو انسانیت کو جنت کی بشارت اور نوید دینے کے لئے تھی اور لوگوں کو محبت الٰہی کی طرف بلانے کے لئے تھی اور دوزخ کا تذکرہ صرف اس لئے قرآن حکیم نے کیا ہے تاکہ لوگ ان اعمال سے متنبہ ہوں جو دوزخ میں جانے کا سبب بنتے ہیں۔ پورے قرآن حکیم میں ایک بندے پر خفا ہو کر اللہ نے اسے دوزخی کہا۔ پوری انسانیت میں ..... ابولہب کو۔ ورنہ پورے قرآن حکیم میں لوگوں کو تو دوزخی' تو دوزخی یا تو دوزخی اس طرح نہیں کہا۔ ان کرداروں پر بحث کی ہے جو آدمی کو دوزخ لے جانے کا سبب بنتے ہیں اور ہر اس کردار کے ساتھ توبہ کی دعوت موجود ہے حتی کہ جب قرآن حکیم میں ان اصحاب خندق کا ذکر آتا ہے جو یمن کے بادشاہ نے مسلمانوں کو خندق میں آگ بھروا کر ان میں گرا دیا اور جلا دیا تھا۔

قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود اذھم علیھا قعود۔ وھم علٰی مایفعلون بالمومنین شھود۔ انہیں صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ پر ایمان لائے آگ میں جلا دیئے گئے اس میں آگے آتا ہے کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو انہیں دوزخ کا عذاب دیا جائے گا۔ وہاں مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اللہ کے کرم کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ سخت اظہار ناراضگی فرمایا جا رہا ہے کہ اس کے بندوں کو' اولیاء اللہ کو' اللہ کے ولیوں کو وہ زندہ آگ میں پھینک رہے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ان پر بند نہیں فرمایا۔ انہیں بھی یہ گنجائش دے رہا ہے کہ اگر انہوں نے توبہ کرلی تو اور بات ہے اگر توبہ نہ کی تو پھر ان کا برا حال ہوگا۔

یعنی اللہ کا لطف و کرم انسانی شعور سے ماوریٰ ہے۔

باطل نظاموں کا مقابلہ کرنے کیلئے بنیادی ضرورت ہے ذکر الٰہی کی' قرآن حکیم کی تلاوت کی' فرائض نوافل کی ادائیگی اور ایک روشن دل کی۔ دنیوی اسباب و وسائل اس کے بعد آتے ہیں

تو بات عرض کر رہا تھا کہ یہ تین چار آدمیوں کی فوج ہے نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے ساتھ اور انہیں اسلحہ ایمونیشن یا قوت یا اسباب یا وسائل فراہم کئے جا رہے ہیں پورے عالم کفر کے ساتھ مقابلہ کرنے کے۔ تو فرمایا! سنلقی علیک قولا ثقیلا○ آپ ﷺ پر بہت بڑی ذمہ داری کا بوجھ پڑنے والا ہے تو آپ ﷺ راتوں کو اٹھا کیجئے تہجد ادا کریں۔ بیشک رات کا اٹھنا بہت دشوار تو ہے لیکن رات کی بات مزا دے جاتی ہے۔

واقوم قیلا○ جب سکون ہو' خاموشی چھائی ہو اور لوگ خواب غفلت میں ڈوب گئے ہوں' صرف وہ لوگ بیدار ہوں جو اللہ سے اپنا حال دل کہہ رہے ہوں تو انہیں حال دل کہنے کا ایک سازگار موقعہ اور موسم مل جاتا ہے۔ پھر دین ایسی بات نہیں ہے کہ آدمی یکسو ہو کر صرف نمازیں ادا کرتا رہے بلکہ دین نام ہے عملی زندگی میں جہد مسلسل کا۔ یہ یاد رہے عبادت دین کا بہت اعلیٰ شعبہ ہے اس لئے کہ یہاں بھی عبادت کو اللہ کی معیت' اللہ کی رحمت' مدد اور اللہ کی طاقت کے حصول کے طور پر ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ پوری دنیائے کفر سے آپ ﷺ کا مقابلہ ہے۔ بہت بڑی ذمہ داری ہے تو آپ ﷺ کی طاقت' آپ ﷺ کا اسلحہ' آپ ﷺ کی اصل قوت کیا ہے؟ آپ ﷺ راتوں کو اٹھ کر اللہ سے باتیں کیجئے' اس کے قرآن کی تلاوت کیجئے' اس کی بارگاہ میں رکوع و سجود کیجئے تاکہ زیادہ سے زیادہ تجلیات باری آپ ﷺ کے قلوب اطہر کو میسر ہوں اور پھر دن کو فارغ نہیں۔

ان لک فی النھار سبحا طویلا○ آپ ﷺ کے لئے آنے والا ہر دن پہلے سے طویل ہو جاتا ہے' پہلے سے مشکل ہو جاتا ہے اس دن کو ختم کرنا۔ زیادہ لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے' زیادہ کفار کے طعنے سہنے پڑتے ہیں' زیادہ بے دینوں تک بات پہنچانا پڑتی ہے' زیادہ تکالیف اٹھانا پڑتی ہیں لیکن یہ سب ہی دین ہے اور یاد رہے کہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام تو اللہ کے وہ حبیب ﷺ ہیں جو ساری کائنات کے لئے اطاعت الٰہی کا سمبل نمونہ ہیں آپ ﷺ کا ہر قول و فعل ہی اس

بات کی ضمانت ہے کہ یہ اطاعت الٰہی ہے۔ آپ ﷺ نبیوں کے بھی امام ہیں تو پھر آپ ﷺ کو یہ حکم کیوں دیا جا رہا ہے اس لئے کہ جو حکم براہ راست آپ ﷺ کو دیا جاتا ہے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے اور کسی دوسرے کے لئے اس میں کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ تو ارشاد ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ راتوں کو قیام کیجئے۔ اب اگرچہ تہجد فرض نہیں ہے لیکن تہجد کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے اس پر ہمیشہ مدامت اختیار فرمائی ایک صحابی آپ ﷺ کو وضو کروا رہے تھے' پانی ڈال رہے تھے حضور ﷺ وضو فرما رہے تھے۔ عرض کی! یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ ﷺ جنت میں اپنے ساتھ لے چلئے۔ یہ بڑے عجیب لوگ تھے اور انہیں آخرت کا یقین کامل حاصل تھا۔ اس لئے جب بات ہوتی تھی تو آخرت مانگتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا! اگر تم میرے ساتھ جنت میں جانا چاہتے ہو تو کچھ مدد کرو میری۔ یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔ فرمایا! تہجد کو مستقل اختیار کرلو' تہجد مت چھوڑو۔ تو تہجد کی افادیت اپنی اصلاح کے لئے' اپنے دل کی نورانیت کے لئے اور باطل کے مقابلے کے لئے بدستور موجود ہے۔ پھر اس میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ جی ہم تو اٹھ کر راتوں کو اللہ اللہ کرتے ہیں۔

میں ایک دفعہ فیصل آباد گیا تو ہم وہاں ایک مزار دیکھنے چلے گئے۔ اس کے اندر دیواروں پر جو گلکاری کی گئی ہے اس پر پانچ چھ کلو سونا استعمال کیا گیا ہے سیمنٹ میں سونے کے ورق بنا کر اس طرح ملایا گیا ہے تو میں حیران ہو رہا تھا کہ ہر چیز پر زوال آگیا ہے چور بھی نامراد ہو گئے ہیں' دیواروں پر سونا سجا ہے اور وہ اس قابل نہیں کہ وہاں سے اتار سکیں۔ تو صبح آٹھ نو بجے کا وقت ہو گا ان کے پیر صاحب اٹھ کر جا رہے تھے مسجد کی طرف غسل کرنے۔ میں نے پوچھ لیا کہ حضرت نماز کے لئے نہیں اٹھتے؟ نہیں جی! یہ راتوں کو اللہ اللہ کرتے ہیں اور بس۔ حالانکہ فرض' فرض ہے اور اس کی اپنی اہمیت ہے اور جب تک کسی کا ہوش سلامت ہے نماز معاف نہیں ہے اگر کھڑا نہیں ہو سکتا بیٹھ کر ادا کرے' بیٹھ نہیں سکتا لیٹ کر ادا کرے' حرکت نہیں کر سکتا آنکھ کے اشارے سے رکوع و سجود کرے لیکن اس کو معاف نہیں۔ معافی کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اس کی عقل جواب دے جائے' بے ہوش ہو جائے یا پاگل ہو جائے' اس میں شعور باقی نہ رہے تو فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ جب تک شعور باقی ہے تب تک فرض ساقط نہیں ہوتا۔

رات کی عبادت کے ساتھ یہ تصور جوڑ لینا کہ جی ہم راتوں کو اللہ اللہ کرتے ہیں' دن کو کام کرنا ہمارے لئے مشکل ہے' نہیں ہو سکتا' اگر دن کو کریں گے تو رات کی عبادت نہیں ہو سکتی یہ تصور بھی نہیں ہے مومن کے لئے۔ ہر کام کو اس کی اپنی اہمیت کے مطابق وقت دینا ضروری ہے۔ وہ حصول رزق کا ہو کہ حصول حلال کے لئے جو محنت ہے وہ بھی فرض ہے یہ صرف نماز روزہ فرض نہیں ہے۔ حلال رزق پیدا کرنا بھی فرائض میں سے ہے اور اس کے لئے جائز وسائل اختیار کرنا' پھر دین کا قیام فرائض میں سے ہے ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اقامت صلوۃ یہ نہیں کہ صرف نماز پڑھ لی۔ اقامت یہ ہوتی ہے کہ نماز یا اللہ کی عبادت کے لئے ماحول کو سازگار کیا جائے۔ جس میں نماز قائم ہو سکے دین کے ارکان کا' احکام دین کا' احکام شریعت کا قیام اس میں شامل ہے۔ تو فرمایا!

ان لک فی النہار سبحا طویلاO اے میرے حبیب ﷺ آپ کا دن مصروف ترین دن ہوتا ہے کیونکہ عبادات کی ادائیگی کے علاوہ تبلیغ اور مجاہدہ سفر پھر مخلوق کے طعنے مہنے اور ایذا لیکن اس سب کے ساتھ فرمایا!

واذکر اسم ربک۔ اپنے پروردگار کے ذاتی نام کی تکرار فرمایئے اللہ' اللہ' اللہ' اللہ' اللہ' اللہ کچھ لمحے اس کے لئے مختص کیجئے اور اللہ اللہ اس قدر کیجئے

وتبتل الیہ تبتیلاO کہ دل ودماغ اللہ جل شانہ کے ذکر' اس کی تجلیات اور اس کی فکر اور اس کی ذات میں ڈوب جائے اور ماسوا کا سارا تصور ہی دل سے' دماغ سے نکل جائے۔ اس آیتہ کریمہ کے تحت اکثر مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ذکر اسم ذات بھی واجب ہے۔ جس طرح نماز ہے روزہ ہے رزق حلال کی تلاش ہے اس طرح ایک خاص وقت رات یا دن میں مختص کر لینا محض اسم ذات کے ذکر کے لئے اللہ اللہ کی تکرار کے لئے یہ بھی واجب ہے۔ پھر قرآن حکیم نے یہاں تبتل کا حکم دیا۔ اکثر جگہ کثرت ذکر کا فرمایا ہے مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ یہاں بھی اتنا شدید یا اتنی کثرت سے ذکر کرو کہ صرف اللہ رہ جائے دل ودماغ میں' ہر چیز محو ہو جائے۔ اور یہ یاد رہے کہ یہ ابتدائی دنوں میں پوری دنیا کے کفر کی ظلمت سے مقابلہ کرنے کے لئے اسباب مہیا کئے جا رہے ہیں۔ اس لئے کہ

رب المشرق والمغرب۔ کائنات میں جو کوئی بھی ہے اور جو کچھ بھی ہے سب اسی کے آسرے پر قائم ہے سب انہی طاقتوں کو استعمال کرتے ہیں جو اللہ کی دی ہوئی ہے۔ سب انہی وسائل کو اختیار کرتے ہیں جو اللہ نے پیدا کئے اور وہ قادر ہے جب چاہتا ہے ان اسباب میں نتائج مختلف پیدا کر دیتا ہے۔ آپ کو اگر عالم کفر سے مقابلہ کرنا ہے تو

آپ اپنا بھروسہ اس پر رکھئے جو ساری کائنات کا پروردگار ہے' سب سے بڑا اسلحہ بھی' سب سے بڑی قوت بھی' سب سے بڑا سبب بھی' سب سے بڑا وسیلہ بھی یہ ہے کہ جس قدر معیت باری نصیب ہو سکے' جس قدر تجلیات باری نصیب ہو سکیں' جس قدر قرب الٰہی نصیب ہو سکے' وہ زیادہ سے زیادہ کمایئے۔ اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ دن بھر اس کے دین کی تبلیغ کیجئے زبان سے بھی' عمل سے بھی' کردار سے بھی اور رات کے ممکن حد تک بیشتر حصہ میں اس کی بارگاہ میں رکوع و سجود کریں' قرآن حکیم کی تلاوت کریں قرآن حکیم کو سمجھیں اور اس کے نام کی تکرار کیجئے اللہ اللہ کا ذکر کیجئے ذکر اسم ذات کیجئے تاکہ انقطاع عن الخلق نصیب ہو جائے اور پھر اس کے ساتھ گھبرایئے نہیں

واصبر علی مایقولون واھجر ھم ھجرا جمیلاO لوگ طعنے دیں گے' لوگ باتیں کریں گے' لوگ مذاق اڑائیں گے کہ یہ دو تین آدمیوں کو لے کر ساری انسانیت کی اصلاح کرنے نکلے ہیں۔ یہ سب کچھ بھی اللہ کی راہ میں برداشت کیجئے اور بات جب برداشت سے بڑھ جائے' آپ ﷺ برداشت نہ کر سکیں تو ان لوگوں سے الگ ہو جایئے لیکن اچھے طریقے سے۔

وذرنی والمکذبین اور پھر جو انکار کرتے ہیں آپ ﷺ کا' آپ ﷺ کے ارشادات کا' میری آیات کا' پھر دیکھیے میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔

ومھلھم قلیلاO کیا ہوا اگر چندے انہیں مہلت مل بھی گئی تو وہ ایک نظام ہے رب کریم کا' اس کے تحت اگر انہیں مہلت مل بھی گئی تو کوئی فکر کی بات نہیں' دیکھئے ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

سانس لینا جس طرح ضروری ہے اس سے زیادہ ضروری ہے اسم ذات کا ذکر' ذکر الٰہی سے پہلو تہی آج کے مسلمان کی ناکامی کا سبب ہے کہ آج کثرت تعداد اور کثرت وسائل کے باوجود مسلمان ناکام ہے

اب صورت حال واضح ہے کہ کفر کا مقابلہ یا باطل نظاموں کا مقابلہ کرنے کے لئے بنیادی ضرورت جو ہے وہ ہے ذکر الٰہی کی' قرآن حکیم کی تلاوت کی' اللہ کے حضور فرائض کے ساتھ نوافل کی ادائیگی کی اور ایک روشن دل کی۔ اس کے بعد دنیوی اسباب و وسائل آتے ہیں۔ اگر دنیوی اسباب و وسائل آپ کے پاس کم بھی ہوں کہ فوجی طاقت کم ہو گی سرمایہ کم ہو گا اسلحہ کم ہو گا تو اس کی کمی کو وہ پورا دیں گے۔ لیکن اگر اس کی معیت میں کمی ہو گی تو دنیا کے اسباب اس کمی کو پورا نہیں کر سکیں گے۔ ایک لشکر کے پاس آپ بے شمار اسلحہ ایمونیشن جمع کر دیتے ہیں' بے شمار افرادی قوت جمع کر دیتے ہیں لیکن اللہ کی رحمت اس کے ساتھ نہیں ہے تو وہ اسلحہ اور ایمونیشن وہ رحمت نہیں خرید سکے گا۔ لیکن ایک فوج کے ساتھ رحمت باری ہے تو وہ قادر ہے کہ دشمن کو اسلحہ استعمال کرنے کی توفیق ہی نہ دے' ان کے اسلحہ کو خود ان کی تباہی کا سبب بنا دے' ان کے وسائل انہی پر الٹ دے یا تمہارے تھوڑے وسائل سے زیادہ نتائج پیدا کر دے اور ان میں برکت پیدا کر دے' تھوڑے لوگوں کو زیادہ پر فتح حاصل کرا دے

کم من فئتہ قلیلتہ غلبتہ فئتہ کثیرۃ باذن اللّٰہ۔ تاریخ عالم میں دیکھو محدود اور چند نفوس پر مشتمل اور چھوٹے لشکروں نے کتنی بڑی بڑی فوجوں کو نیست و نابود کر دیا۔ باذن اللہ۔ اللہ کی طاقت سے۔

دو طرح کے محاذ جنگ ہیں ایک ہے فرد کی اپنی ذات اور دوسرا معاشرہ۔ جو فرد بھی اس پہلے اور چھوٹے محاذ جنگ سے سرخرو ہونے کی جرات نہیں کرتا وہ اس بڑی لڑائی میں کام نہیں آسکتا۔ کبھی بھی دین بے دینوں کے ہاتھوں نافذ نہیں ہو سکتا اور نیکی بدکاروں کے ہاتھوں سے عمل میں نہیں آسکتی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس محاذ پر فتح حاصل کی جائے جو اپنی ذات ہے' اسے آخرت کا یقین ہو' اسے موت کا یقین ہو۔ ہم سب مانتے ہیں ماننا اور بات ہے یقین کرنا اور بات ہے۔ ماننا ہماری مجبوری ہے صرف مسلمان ہی نہیں مانتا کافر بھی مانتا ہے اس لئے کہ اس کے بھی سامنے اس کے آباؤ اجداد اس کے بیٹے بھائی اس کے دوست احباب مرتے ہیں۔ وہ بھی موت سے انکار نہیں کر سکتا ہم بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن موت کا یقین ہونا ایک اور بات ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ موت قاطع لذات ہوتی ہے موت بندوں کو بے سواد کر دیتی ہے۔ جب موت کا یقین حاصل ہو جائے تو جن دنیوی امور میں لذت ملتی ہے ان کی لذت میں خلل آنے لگتا ہے۔ ایک ایک لقمہ کھاتے وقت یاد آتا ہے کہ مجھے مرنا بھی ہے آرام دہ بستر پر قبر یاد آتی ہے اور دولت کے انبار پر بیٹھے ہوئے بھی کفن آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوتا۔ اگر یقین حاصل ہو جائے تو پھر آدمی اس دولت میں' اپنے اس لقمے میں' اپنے اس بستر میں کوشش کرتا ہے کہ اس میں حرام نہ آئے۔ اگر بستر کم آرام دہ ہے تو حرام کے ساتھ اسے زیادہ آرام دہ بنانے کی کوشش نہیں کرتا۔ اگر کھانے کو کم لذیذ چیزیں نصیب ہیں تو حصول رزق کے ناجائز ذرائع نہیں اپناتا۔ موت کا یقین اسے اپنانے نہیں دیتا۔ یہی حضور ﷺ نے فرمایا کہ موت بے لطف کر دیتی ہے۔ تو یہ یقین نصیب ہو جائے اور یہ یقین تب نصیب ہوتا ہے جب

قلب کی آنکھ کھلتی ہے' ذکر اسم ذات سے تجلیات باری سے۔

حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو حکم دیا جا رہا ہے جبکہ آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کا کمال یہ ہے کہ جس لباس کو حضور ﷺ نے پہنا ذاکر ہو گیا اور فضائے بسیط میں جہاں تک نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی رسائی ہوئی اور آپ ﷺ کی نظر انسانی' بصارت نظر جہاں تک گئی وہ ساری فضا اور ذرات ذاکر ہو گئے۔

جذب القلوب دیار المحبوب میں شاہ صاحب دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مشاہدات رقم فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں میں جدھر جاتا تھا گرمیوں میں شہر سے باہر' جدھر جدھر نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا جہاں آپ ﷺ کا قدم مبارک پڑا وہ جگہ مجھے ایسے نظر آتی تھی جیسے آسمان پر چاند۔ اور فرماتے ہیں میں جب مکہ مکرمہ سے حج سے فارغ ہو کر عازم مدینہ ہوا تو مجھے حیرت اس بات پر ہوتی تھی کہ ریت کے ذرات پر تو نورانیت میری سمجھ میں آتی تھی لیکن جہاں تک نظر جاتی تھی جس طرح بادل ہوتا ہے یا جس طرح دھند چھا جاتی ہے اس طرح کے انوارات نظر آتے ہیں تو میں نے دعا کی بارالہا مجھے سمجھ نہیں آتی یہ ساری فضاؤں میں اس طرح کے نور کیسے ہیں تو فرماتے ہیں میرے دل پر القا ہوا کہ جہاں جہاں حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی نگاہ اقدس نے فضا کی وسعتوں میں رسائی کی وہ ساری فضا منور ہو گئی۔

تو جس طرف نظر جاتی ہے فضائیں ذاکر ہو جاتی ہیں' ذرات ذاکر ہو جاتے ہیں' لباس ذاکر ہو جاتا ہے' نعلین مبارک ذاکر ہو جاتے ہیں' چھڑی ہاتھ میں لیتے ہیں ذاکر ہو جاتی ہے بلکہ حضور ﷺ سفر پر جانے کے لئے تیار تھے اور خدام کو تیاری کا حکم دے کر خود حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کھانا تیار نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! عائشہ آپؓ نے اتنی دیر کر دی مجھے جانا تھا لوگ تیار ہیں تو جلدی کرو میں آٹا گوندھ دیتا ہوں تم آگ جلاؤ۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام اپنے لئے جو ایک دو چپاتیاں تیار کروانا چاہتے تھے حضور ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے آٹا تیار کر دیا۔ مائی صاحبہ نے آگ جلائی' توا رکھا' چپاتی بنائی توے پر ڈال دیا۔ حضور ﷺ منتظر ہیں یہ پکتی ہے باہر لوگ تیار کھڑے ہیں وہ ہے کہ پکنے کا نام نہیں لے رہی۔ ویسے کی ویسی۔ تو من جانب اللہ اطلاع دی گئی کہ آپ ﷺ اس کا انتظار نہ کیجئے جس آٹے کو آپ ﷺ کے ہاتھوں نے گوندھا ہے آگ اس پر اثر نہ کرے گی۔

حضرت امیر معاویہؓ ردیف تھے آپ ﷺ کے اونٹ پر حضور ﷺ آگے سوار تھے اور وہ پیچھے اور وہ موٹے جسم کے آدمی تھے کاتبان وحی میں سے تھے تو وہ اس طرح اپنے آپ کو کھینچ کر بیٹھے تھے بڑی تکلیف میں کہ میرا پیٹ بھاری ہے اور آگے حضور ﷺ تشریف فرما ہیں تو آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔ حضور ﷺ نے انہیں ہاتھ مبارک سے کھینچ کر ساتھ لگا لیا فرمایا' معاویہ! جو بدن میرے بدن سے مس ہو جاتا ہے اس پر دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔ تم سمٹ کر مت بیٹھو۔ میرے ساتھ پیٹ لگا کر بیٹھو۔

تو آپ ﷺ کی ذات ستودہ صفات تو وہ تھی کہ جسے ہاتھ لگا ذاکر ہو گیا' جہاں نگاہ پڑی ذاکر ہو گئی' جہاں قدم پڑا ذاکر ہو گیا' بدن سے مس کر گئی چیز ذاکر ہو گئی پھر حکم دیا جا رہا ہے کہ

واذکر اسم ربک۔ اسم ذات کی تکرار کیجئے اس کا مطلب ہے کہ ذکر کی کوئی انتہا نہیں ہے کوئی حد نہیں ہے کہ ہم نے پندرہ منٹ کر لیا' جی گھنٹہ کر لیا' بلکہ ہمت کی بات ہے اور کسی ایک کے لئے مخصوص نہیں ہے کہ کوئی گنہگار کرے توبہ کرلے گا یا نیک کرے تو ولی ہو جائے گا یا ولی کرلے تو..... سانس لینا جس طرح ضروری ہے اس سے زیادہ ضروری ہے اسم ذات کا ذکر۔ اس سے پہلو تہی آج کے مسلمان کی ناکامی کا سبب ہے کہ آج کثرت تعداد اور کثرت وسائل کے باوجود مسلمان ناکام ہے۔ ایک عام آدمی جو اللہ اللہ شروع کرتا ہے وہ ذکر سے پہلے اور اللہ اللہ کرنے کے بعد کی اپنی نماز میں فرق محسوس کر سکتا ہے ہر آدمی اللہ اللہ کرنے سے پہلے کی اپنی نیکیوں میں اور اللہ اللہ کرنے کی بعد کی نیکیوں میں فرق محسوس کرے گا۔ ان میں جان پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

تو جس طرح ہمیں باطل کا چیلنج درپیش ہے اور طاغوت دنیا پر مسلط ہے اور شیطان نے لوگوں کو اپنی سواری کا گدھا بنا لیا ہے اور انسانیت کا وہ حشر کر دیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ عزت و آبرو آرام وسکون سب کچھ غارت ہو گیا اور انسان حیوان بننے لگ گئے۔ آپ مغرب میں دیکھیں لوگ اپنے نام کے ساتھ اپنے آپ کو کتا کہلواتے ہیں گلے میں پٹے ڈال رکھے ہوتے ہیں بڑے فخر سے۔ یعنی صرف کتا اپنا نام ہی نہیں رکھتے کتے کی طرح گلے میں پٹہ اور اس میں زنجیر بھی ڈال لیتے ہیں۔ جانوروں کی طرح مادر زاد برہنہ پھرتے ہیں۔ اور غلاظتیں کھاتے ہیں۔ وہ کیڑے پتنگے جنہیں کوئی جانور بھی نہیں کھاتا یہ کھا جاتے ہیں کتنی تذلیل ہے انسانیت کی تو اس سے پاکیزگی بھی گئی' تقدس بھی گیا' احترام بھی گیا باقی اس کے پاس کیا بچا۔ اس ساری شیطنت کا مقابلہ ہر مسلمان پر فرض ہے یہی وہ کام ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے انجام دیا اور جسے قرآن نے کہا آپ ﷺ پر عظیم ذمہ داری کا بہت بھاری بوجھ ڈالا جا رہا ہے۔ اور اس کے کرنے کا بنیادی عنصر یا سب سے بڑی طاقت جو ہے وہ یہ ہے کہ آدمی خود اپنی ذات کو ذکر الٰہی میں ڈبو

دے۔ راتوں کو اللہ کو یاد کرے راتوں کو غفلت کی نظر نہ کرے اللہ کی کتاب کو سمجھ سمجھ کر اس کی تلاوت کرے اور اپنے دن کو کبھی خالی نہ جانے دے۔ ہر دن میں اندازہ کرے کہ آج میں نے کیا تعمیری کام کیا ہے' کتنی جگہ سے برائی کو روکنے کی کوشش کی ہے' کس جگہ میں نے گناہ کو مٹا کر نیکی کو رواج دینے کا کام کیا ہے۔ یعنی دن بھی پر' مشقت ہو' رات سجدوں سے' تلاوت سے' ذکر سے آراستہ ہو یہ مسلمان کی زندگی کا نصاب ہے۔ پھر وہ دیکھے گا کہ معیت باری اس کا ساتھ کس طرح دیتی ہے۔

وزرنی والمکذبین اولی النعمتہ۔ پھر ان کافروں کو مجھ پر چھوڑ دو اور دیکھو میں ان کا کیا حشر کرتا ہوں اور تمہاری کس کس طرح سے مدد کرتا ہوں

تو آج جب ہم عالم اسلام کی بے بسی دیکھتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں اس کا حل صرف بندوق کے ساتھ ہے۔ کتنا عرصہ ہو گیا فلسطین میں بندوقیں چلتے۔ الجزائر میں' افغانستان میں' کشمیر میں' شیشان میں' بوسنیا میں کتنا عرصہ ہو گیا ہے بندوقوں کو آگ اگلتے؟ کیا نتیجہ حاصل ہوا؟ اگر کافر کی بندوق کے پیچھے بھی اللہ سے غافل وجود ہے اور مومن کی بندوق کے پیچھے بھی یاد الٰہی سے غافل وجود ہے تو نتیجہ کیا ہو گا۔ نتیجہ تو تب ہو گا جب ایک طرف یاد الٰہی بھی ہو گی۔ وہ جو انگریزی کا محاورہ ہے نا Man Behind the Gun> کہ اس بندوق کے پیچھے ہے کون یعنی بندوق خود بخود کچھ نہیں کرتی۔ اصل شمار ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کون ہے وہ کیسا ہے۔

تو اللہ جل شانہ نے ہمیں اعتکاف کا ایک موقع اور بخشا۔ یاد رکھیں! اعتکاف نبی علیہ الصلواۃ والسلام کو اس قدر مرغوب تھا کہ مدینہ منورہ کے دس سالوں میں آپ ﷺ نے ہر سال اعتکاف فرمایا سوائے فتح مکہ کے سال کے۔ فتح مکہ کے سال معرکہ مکہ کی وجہ سے حضور ﷺ اعتکاف نہ فرما سکے تو اگلے سال آپ ﷺ نے بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا۔ گیارہ رمضان سے آپ ﷺ نے شروع کر دیا گویا وہ پچھلے سال کی کمی حضور ﷺ نے پوری فرمائی اور دس سالوں میں سو دن اعتکاف کے ہیں۔

اگر کافر کی بندوق کے پیچھے بھی اللہ سے غافل وجود ہے اور مومن کی بندوق کے پیچھے بھی یاد الٰہی سے غافل وجود ہے تو نتیجہ کیا ہو گا

اعتکاف کیا ہے اللہ سے یکسو ہونے کی ایک صورت جو مسنون ہے۔ کہ اکیس رمضان جب شروع ہوتا ہے بیس رمضان کا روزہ ختم ہوتا ہے تو آدمی سارا کام کاج' معاملات' تفکرات چھوڑ کر محض اللہ کے لئے مسجد میں یکسو ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس کی اپنی حدود و شرائط ہیں احباب آپ کو فقہی احکام سنا رہے ہوں گے ان کی پابندی کے ساتھ پوری توجہ اور یکسوئی سے ذکر الٰہی تلاوت قرآن اور راتوں کی عبادت پر کوشش کیجئے۔ یہ ایک قوت حاصل کرنے کا سبب ہے ردباطل کے لئے ابطال باطل کے لئے ایک کورس کرایا جا رہا ہے۔ آپ کو اللہ نے موقع بخشا ہے' توفیق بخشی ہے اور یاد رکھیں مومن کبھی بے کار نہیں ہوتا ہر مومن باطل کے مقابلے کے لئے دور دھاری تلوار ہے۔ کوئی قوت بازو سے لڑ سکتا ہے' کوئی اسے سرمایہ مہیا کرتا ہے' کوئی اسے نیک مشورہ دے سکتا ہے جو کچھ بھی نہیں کر سکتا وہ اس کے لئے دعا تو کر سکتا ہے۔ ہر ایک کی اپنی اپنی استعداد ہے' اپنا اپنا مصرف ہے اور یاد رکھیں ہم سب پر واجب ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کریں۔ تمام عبادتوں کا حاصل یہ ہے کہ دنیا سے کفر کا اور ظلم کا اور باطل کا خاتمہ ہو اور انسانیت کو اور اولاد آدم کو شیطان کے تسلط سے چھڑایا جائے۔ یعنی مسلمان دشمن نہیں ہے کس کا بھی۔ نہ اہل کتاب کا نہ ہندو کا نہ سکھ کا نہ کسی عیسائی کا نہ یہودی کا۔ دشمن نہیں ہے بلکہ مسلمان اس کا وہ دوست ہے جو اسے شیطان سے چھین لینا چاہتا ہے۔ اسے آخرت کی تباہی سے بچانا چاہتا ہے اسے شکست نہیں دینا چاہتا بلکہ باطل کو شکست دینا چاہتا ہے' نظام باطل کو شکست دینا چاہتا ہے' گناہ کو' ظلم کو' کفر کو' شرک کو شکست دینا چاہتا ہے۔ انسان تو پہلے ہی شکست خوردہ ہے۔ جو کفر میں گر گیا' جو طاغوت میں گھر گیا' جو باطل میں گرفتار ہو گیا' شکست خوردہ تو وہ پہلے سے ہے۔ شیطان سے شکست کھائے ہوئے ہے۔ مومن تو اس کا معاون ہے کہ اسے شیطان سے آزاد کرائے' شکست شیطان کو دینا ہے انسان کو نہیں۔ ہماری فکر انسانوں کو شکست دینے پر رہتی ہے اور اس کے لئے ہم وہ اسباب تو مہیا کرتے ہیں بندوق ہو' گولی ہو' تلوار ہو' پیسہ ہو' سرمایہ ہو' چندہ ہو' فوج بنائیں لیکن اگر ہمیں یہ سمجھ آجائے کہ اصل شکست ہمیں شیطان کو دینا ہے' باطل کو دینا ہے تو تب ہمیں یہ احساس پیدا ہو گا کہ اس کے لئے ہمارے اندر حق کی قوت اور اللہ کا نور ہونا چاہئے۔ اصل جو اسلحہ ہے ہمارا یا اصل جو دولت ہمیں جمع کرنی ہے وہ اللہ کا نور ہے اور پھر ہر چیز کا موسم ہوتا ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ بے موسم پھل تلاش کئے بھی نہیں ملتے یا ملتے ہیں تو کولڈ سٹوریج کے مارے ہوئے وہ بھی دو گنا قیمت پر لیکن جب موسم آتا ہے جیسا کہ آج کل مالٹے کا موسم ہے تو اگر کسی مالٹے کے باغ میں چلے جائیں تو وہ کہتے ہیں جو گرے ہوئے ہیں چاہو تو وہ سارے چن لو وہ سینکڑوں چن کر لے جاؤ قیمت ہی نہیں لیتے۔ جب بندوں کا یہ حال

ہے تو اس کریم کے کرم کا کیا حال ہوگا جو ہمیشہ دیتا ہے خطاکاروں کو بھی دیتا ہے۔ تو یہ رمضان کا مہینہ اس کے ثمرات کو چننے کا موسم ہے۔ رمضان میں جو معتکف ہو جاتا ہے وہ گویا عین اس باغ میں ہی رات دن بیٹھا ہے جہاں اسے پھل ہی چننے ہیں۔ تو یہاں بھی اگر وہ اپنا وقت تفکرات میں یا گپوں میں یا بات چیت میں گزار گیا تو پھل تو چننے سے اکٹھے ہوں گے نا' ان کے درمیان بھی بیٹھا ہے تو چننے تو پڑیں گے۔ تو یہ اصل بہار ہے موسم ہے گلستان ہے آپ اس کے درمیان بیٹھے ہیں اور آپ کے گرداگرد پھلوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ درود کی نعمتیں بھی ہیں ذکروں کے زمزمے بھی ہیں خشوع وخضوع بھی ہے عبادات کا لطف بھی ہے قرآن بھی ہے تفسیر بھی ہے تو ان ساری نعمتوں کو سمیٹئے۔ جتا جمع کر سکتے ہیں کیجئے۔ لیکن یہ یاد رکھئے یہ تصور صحیح نہیں ہے کہ آپ یہ نعمتیں جمع کرکے لے جائیں آپ کو قبر میں کام آئیں گی قبر میں جو کام آئے گا وہ عمل ہے جو باطل کو مٹانے کے لئے کیا جائے گا یہ ابطال باطل کی تیاری ہے۔ کسی فوجی کو وہ اسلحہ ایمونیشن نہیں دیا جاتا جو وہ ساری زندگی صاف کرتا رہتا ہے یا چلانا سیکھتا رہتا ہے کہ جب گھر چھٹی جاؤ گے تو یہ سارا اٹھا کر گھر لے جانا۔ نہیں بلکہ وہ میدان جنگ کے لئے ہوتا ہے۔ گھر جب وہ فاتح کی حیثیت سے جاتا ہے تو اور بے شمار انعامات اس کے منتظر ہوتے ہیں اور اس کے ہمراہ کئے جاتے ہیں یہ سارے ذکر اذکار یہ نماز روزے اور یہ فوجی کا وہ اسلحہ اور ایمونیشن آپ کو دیا جا رہا ہے باطل کو مٹانے کے لئے۔ یہ قبر میں لے جانے کا تصور میری سمجھ میں نہیں آتا۔ قبر میں لے جانے کے وہ انعامات ہیں جو باطل کے مقابلے میں آپ کو فتح پر ملیں گے۔ اپنے وجود سے آپ باطل کو مٹاتے ہیں تو اس فتح کا انعام ہے قبر کا ساتھی۔ حج کرکے آدمی آتا ہے جھوٹ بولتا ہے' چوری کرتا ہے' ڈاکہ ڈالتا ہے اس حج کا کیا حاصل۔ حج تو ایک اسلحہ تھا بری عادات کے خلاف استعمال کرنے کا تو وہ اسلحہ تو اس نے حاصل کیا لیکن عادتیں وہی رہیں' دشمن پر استعمال نہیں ہوا تو یہ اس کے لئے اور مصیبت کا سبب بن گیا۔

ان الصلواۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر۔ اللہ کی عبادت بے حیائی اور برائی سے روک دیتی ہے یعنی یہ وہ اسلحہ ہے جس سے آپ نے بے حیائی اور برائی کو بھگانا ہے اور اگر آپ نے اس کو بھگایا ہی نہیں تو اس کا مطلب ہے آپ نے ایمونیشن اسلحہ استعمال ہی نہیں کیا آپ تو اور مجرم بن گئے۔

یہ ساری عبادات' یہ مراقبات' یہ ذکر' پوری قوت سے کیجئے پورے خلوص سے کیجئے اللہ قبول فرمائے' اللہ آپ کو اس پر مزید برکات دے' معیت باری نصیب ہو' معیت محمد رسول اللہ ﷺ نصیب ہو' برکات نبوی ﷺ نصیب ہوں' زیارات نبوی ﷺ نصیب ہوں لیکن ان کا مصرف میدان عمل ہے۔ اپنی حیثیت کے مطابق اپنی ذات سے برائی کو دور کیجئے' اپنے ماحول سے برائی کو دور کیجئے' اپنے حلقہ اثر سے برائی کو دور کیجئے اور اللہ موقع نصیب فرمائے تو پورے ملک سے برائی کو دور کیجئے اور پوری دنیا سے برائی کو دور کرنے کا ارادہ کیجئے۔ یہ مشکل کام نہیں ہے میں اور آپ اپنی حیثیت کے مطابق سوچتے ہیں تو ہمیں مشکل لگتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَذرنی والمکذبین۔ یہ میرا کام ہے انہیں میرے سپرد کر دو۔ تم میرے ہو جاؤ' تم میرے ساتھ رابطہ کرو تم راتوں کو مجھے یاد کرو' تم شب وروز میرے نام کا ذکر کرو' تم اپنی ساری امیدیں مجھ سے وابستہ کر دو ان سے میں خود نپٹ لوں گا تو اگر یہ راستہ ہم اپنائیں تو انقلاب آسان ترین کام ہے۔ لیکن ہمارا نفس دھوکا دے کر یہاں تک لے آیا کہ اب کہا جاتا ہے کہ یہ ذکر اذکار سارا فضول ہے اور اس کا نتیجہ آپ دیکھ رہے ہیں اسے فضول سمجھ کر ہم نے چھوڑ دیا اور اسباب دنیا پر ہم نے بھروسہ کر لیا تو دنیا کے اسباب ہمیں سوائے قتل وغارت کے کچھ نہ دے سکے۔ سوائے تباہی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔•

نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے چوراسی کے قریب غزوات وسرایہ میں کام آنے والوں کی تعداد بارہ سو سے زیادہ نہیں۔ کیا عرب میں کوئی ہزار بارہ سو ہی کافر تھے جو مارے گئے اور کفر ختم ہو گیا۔ چوراسی جنگوں میں غالباً" بارہ سو کفار مارے گئے اور دو سو ڈھائی سو کے قریب مسلمان شہید ہوئے ٹوٹل ساڑھے چودہ سو کچھ ہے۔ بندے مارنا مقصد نہیں تھا۔ بندوں کو شکست دینا مقصد نہیں تھا۔ بندے تو پہلے شکست خوردہ تھے شیطان سے' طاغوت سے' کفر سے' شرک سے' برائی سے۔ برائی کو' باطل کو' شکست دے کر بندوں کو اس سے آزاد کرانا مقصود تھا انہیں قتل کرنا مقصود نہیں تھا۔

حضرت علی کرم اللہ الوجہ الکریم کو ایک غزوے پر سالار بنا کر بھیجا تو حضور ﷺ نے فرمایا علیؓ! ایک بات یاد رکھنا' ایک کافر کا مسلمان ہو جانا ہزار کافر کے بحالت کفر قتل ہو جانے سے اللہ کو زیادہ پسند ہے یعنی بندوں کو مارنے کی کوشش نہ کرنا بندوں کو کفر سے بچانے کی کوشش کرنا۔ تو ہماری فکر آج یہ ہے کہ ہم ہندوؤں کو مار دیں' ہم امریکن کو مار دیں' ہم شیعوں کو مار دیں' ہم اہل حدیث کو مار دیں' بریلویوں کو مار دیں' ہم دیوبندیوں کو مار دیں۔ کس کس کو مارو گے؟ کہاں سے شروع ہوئے آپ۔ یعنی آپ یہودیوں سے شروع ہوئے امریکہ تک آئے' عیسائیوں سے چلے مرزائیوں تک آئے' پھر شیعوں تک آئے' اور پھر اہل حدیثوں کو مارنے لگے پھر دیوبندیوں کو پھر بریلویوں

کو۔ بچے گا کون آپ سے؟ حالانکہ کسی کو مارنا آپ کا مقصد ہی نہیں ہے۔ مسلمان کا مقصد ہی نہیں ہے کسی کو مارنا۔ مسلمان نے تو حیات تقسیم کرنی ہے' لوگوں کو زندگی سے آشنا کرنا ہے' انہیں جینے کے طور طریقے بتانے ہیں۔ مرے ہوئے تو وہ پہلے ہی ہیں جو طاغوت کی گرفت میں ہیں۔ جو بھی شیطان کی گرفت میں ہے اس کے پاس آخرت کی زندگی کا تصور نہیں ہے اس دنیا میں بھی ایسے جی رہا ہے جیسے جہنم میں ہو۔

میں نے بڑے قریب سے غیر اسلامی زندگی کا مطالعہ کیا آپ کو تجزیے ملیں گے میرے سفرنامے میں۔ تو مرتو وہ پہلے ہی گئے ہیں کہ شیطان کے اور طاغوت کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں ہم نے تو انہیں حیات نو کی خبر دینی ہے' زندگی دینی ہے اور شکست دینی ہے کفر کو' برائی کو' باطل کو۔ تو جب تک ٹارگٹ صحیح نہیں ہوتا جب تک اپنا دشمن آپ متعین نہیں کر لیتے تب تک لڑائی فضول ہے۔ اس لئے ہماری کوشش بے کار جارہی ہیں۔ طالبان نے بحمد اللہ اپنا دشمن متعین کر لیا کہ ہمارا دشمن باطل اور کفر ہے۔ اب دیکھ لو کہ کتنے وسیع علاقے میں انہوں نے وہ امن قائم کر دیا جو مدتوں سے ناپید تھا۔ یعنی دس بارہ سال کی روسی غارت گری سے پہلے بھی وہاں لوٹ مار عام تھی کوئی قانون نہیں تھا طاقت ہی قانون تھا' کیمونسٹوں کے دور میں بھی نہ کسی کی عزت محفوظ تھی نہ آبرو۔ عورتیں تو عورتیں لوگ بچے اٹھا کر لے جاتے اب جا کر دیکھ لو شہروں میں لوگ دکانیں بند نہیں کرتے کسی کے پاس اسلحہ ہے ہی نہیں' ضرورت ہی نہیں' راتوں کو' دن کو لوگ سفر کرتے ہیں بچے بچیاں سفر کرتے ہیں کسی کو کوئی خوف نہیں ہے۔

ایک کافر کا مسلمان ہو جانا ہزار کافر کے بحالت کفر قتل ہو جانے سے اللہ کو زیادہ پسند ہے

آج بھی میں پڑھ رہا تھا اخبار میں' اقوام متحدہ طالبان سے کہہ رہا تھا کہ عورتوں کو حقوق دیئے جائیں ان کے حقوق آپ نے دبا رکھے ہیں۔ امیرالمومنین نے جواب دیا کہ جنہیں آپ حقوق کہتے ہیں انہیں ہم بے حیائی سمجھتے ہیں' اسلام اسے بے حیائی کہتا ہے اور ہم بے حیائی کے لئے عورتوں کو اجازت نہیں دیں گے ہاں ہماری عورتیں مسلمان عورتیں ہیں اور جو حق انہیں اسلام دیتا ہے اسے ہم نہیں روکیں گے۔ عورتوں کی تعلیم بھی ہوگی' عورتوں کی پیشہ وارانہ تربیت بھی ہوگی' عورتیں میدان عمل میں بھی ہوں گی اور جوں جوں ہماری حکومت سنبھل رہی ہے ہم اس کا اہتمام کر رہے ہیں لیکن اقوام متحدہ بھول جائے کہ جو اس نے حقوق کی فہرست بنا رکھی ہے وہ ہم دیں گے۔ ہم صرف وہی دیں گے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دیئے ہیں۔ اور میرے خیال میں اقوام متحدہ کو آج تک ایسا جواب کسی نے نہ دیا ہوگا۔ کتنی عجیب بات ہے امریکہ کے خلاف روس کے خلاف لڑ رہے ہیں ساری کافر دنیا خلاف ہے' سارے مسلمان ممالک ان کے خلاف ہیں یہ پاکستان بھی ان کے خلاف ہے لیکن ساری دنیا مل کر ان پر اپنا رعب نہیں جما سکی۔ نہ ان کے پاس دولت ہے نہ ان کے پاس سرمایہ ہے نہ ان کے پاس جدید اسلحہ ایمونیشن ہے اور نہ ان کے پاس ٹیکنیکل لوگ ہیں بینکنگ سسٹم برباد پڑا ہے کوئی بینکنگ سسٹم کا بندہ نہیں ہے جو چلا کر دے لوگ نعرہ لگا کر آگئے کوئی کسی کا لباس نہیں کسی کی وردی نہیں۔ ہر ایک کے پاس الگ قسم کی بندوق ہے اور اس کا الگ قسم کا ایمونیشن ہے جہاں تک ملتا ہے پورا کر رہے ہیں۔ جوتے کچھ ہیں' لباس کچھ ہے' کپڑے کچھ ہیں' پگڑی کچھ ہے' کوئی ترتیب کوئی طریقہ کوئی کچھ بھی نہیں اور نہ کوئی ایسا بندہ ہے جو انہیں کوئی سکھائے جہاز کیسے اڑانا ہے ٹینک کیسے چلانا ہے ایمونیشن کیسے برتنا ہے کچھ بھی نہیں لیکن ساری دنیا کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے دشمنوں کا تعین کر لیا ہے کہ ہمارا دشمن باطل ہے کفر ہے اور اس حال میں بھی اللہ کی عبادت کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور یاد رہے! ان میں ذاکرین کی تعداد کثرت سے ہے۔ ان کی مرکزی مجلس شوریٰ میں ہماری اپنی جماعت کے ساتھی بھی شامل ہیں اس ہمارے سلسلہ عالیہ کے ساتھی بلکہ بے شمار مجاہدین۔ ان کے پاس قیام الیل بھی ہے' ذکر باری تعالیٰ بھی ہے' دشمنوں کا تعین بھی ہے پھر ان کی کوششوں میں اللہ کی مدد بھی ہے جس کی ضرورت پوری امت مسلمہ کو ہے۔

اور ہماری ضرورت؟ کشمیر کا جہاد بجا افغانستان کا درست' الجزائر کا صحیح۔ لیکن ہم پر مقدم ہے کہ پہلے اس ملک کو کفر سے نجات دلائیں۔ گھر میں آگ لگی ہوئی ہو اور کوئی بتائے کہ پڑوس کے گاؤں میں کسی کا گھر جل رہا ہے تو کیا وہ وہاں بجھانے جائے گا یا اپنے گھر کی آگ بجھانا زیادہ ضروری ہے۔ ہم پر ضروری یہ ہے کہ ہم اس ملک کو جسے ہمارے بزرگوں نے انگریزوں سے چھینا لیکن انگریزی باطل نظام سے چھیننے کا کام رہ گیا انگریزی نظام سے ہم نہ چھین سکے وہ کام ادھورا رہ گیا اس قوم کو یہ ملک دوبارہ آزاد کرانا ہے باطل نظام سے اور اس کا درمیانی راستہ نہیں رہا۔ پچاس سال لوگوں نے تجربہ کر لیا' دینی جماعتوں نے بھی اور دینی اداروں نے بھی کہ اس نظام کے اندر جا کر اسے تبدیل کر دیں گے اندر گیا وہ خود تبدیل ہو گیا نظام تبدیل نہیں ہوا چونکہ یہ نظام اس میں مل کر تبدیل ہونے والا نہیں ہے اسے اٹھا کر آپ سمندر میں پھینکیں گے اس کی جگہ نیا نظام لائیں گے تب تبدیل ہوگا۔ اس کی اول و آخر ساری

لایومنون حتی یحکموک.....تسلیما

یہ کس مدرسہ کے پڑھے ہوئے حکمران ہیں کہ جنہیں تبدیلی نظام کا کہیں تو جواباً" کہا جاتا ہے کہ تمہیں نماز روزے سے کون روکتا ہے۔ یہی بات کہتی ہوئی اس سے پچھلی حکومت چلی گئی کہ علماء کا کام مسجدوں میں نمازیں ادا کرنا ہے' سیاست سے' ملکی نظام سے انہیں کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے۔ نفاذ دین کے معاملہ میں فارن کوالیفائیڈ کا جواب بھی وہی تھا جو لوکل تعلیم یافتہ کا ہے۔ یہ حیران کن مماثلت باعث تشویش نہ ہونی چاہئے کہ ملک کے اندر بھی کافرانہ نظام تعلیم ہے اور باہر سے کوئی ڈگری لے کر آئے تو وہ بھی انہی کے نظام کا کاشتہ و برداشتہ ہے' ظاہر ہے نتائج تو ایک سے ہی ہوں گے۔ باعث تشویش تو یہ بات ہے کہ ایسے جواب ان کی طرف سے آرہے ہیں جو خود کو مسلمان کہلواتے ہیں۔ اقتدار سے جانے والوں نے ایک دن دنیا سے بھی جانا ہے۔ اللہ کے روبرو بھی پیش ہونا ہے اس وقت وہ زیر نظر مضمون میں اٹھائے گئے سوالوں کا کیا جواب دیں گے۔

خطاب' مولانا محمد اکرم اعوان' 5-10-98

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم○ فلاو ربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدو فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما○- النساء 65

حضرات گرامی! قابل قدر علمائے کرام' معززین علاقہ' عزیز طالب علمو! اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ میں ممنون ہوں ویلفیئر ٹرسٹ کا جن احباب نے اس خوبصورت تقریب مین شمولیت کا موقع فراہم فرمایا اور آپ احباب سے ملاقات کا ایک موقع میسر آیا۔

حضرات گرامی! قرآن حکیم اللہ کی نازل کردہ آخری کتاب' اللہ کی وہ کتاب جو پوری انسانیت کو خطاب فرماتی ہے اور اللہ کا ذاتی کلام ہے اس وقت روئے زمین پر اپنے نزول سے لیکر آج تک اور آج سے لیکر قیام قیامت تک سارے کا سارا حق قرآن مجید میں موجود ہے اور قرآن کے باہر جو کچھ ہے وہ ناحق ہے' باطل ہے۔ حضرات گرامی! آج کے عہد میں سمجھا یہ جاتا ہے کہ یہ ترقی کا دور ہے اور اسلام بہت پرانا مذہب ہے چودہ سو سال پیچھے رہ گیا ہے لیکن اس حقیقت کو دیکھا نہیں جاتا کہ جب قرآن نازل ہوا تو آج کے ترقی کے دعوے دار مغرب کو تاریخ والا The Cave Men لکھتا ہے' غاروں میں رہنے والے لوگ۔ یورپ والوں کو مکان بنانا نہیں آتا تھا۔ حکومت بغداد جب اپنے عروج پر تھی اور بغداد میں پختہ سڑکیں موجود تھیں تو اس زمانے میں نیویارک کی گلیوں میں گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ ہوا کرتا تھا۔ خلیفہ بغداد نے یورپ کے حکمرانوں کو تحفے میں گھڑی بھیجی اور یورپ سے دوبارہ وفد آیا تھا کہ ایسے لوگ بھی بھیجے جائیں جو ہمیں اس کو چلانا سکھائیں۔ عہد جدید کی ساری ایجادات کا سہرا مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کے سر ہے' اس لئے کہ تہذیب سے دنیا کو آشنا ہی مسلمانوں نے کیا اور مسلمانوں نے تہذیب کہاں سے لی' اللہ کی کتاب سے اور اللہ کے رسول ﷺ سے۔ وہ سعادت جو بنی نوع انسان کے لئے تھی اس کے فرائض منصبی میں سے تھا کہ وہ نوع انسانی کو اس کے مسائل کا حل بتائے اور وہ حل بتائے جو حق ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے بھی جتنے نبی اور رسول آئے' ہر نبی اور رسول نے اللہ کے بارے میں' آخرت کے بارے میں' حشر ونشر کے بارے میں تعلیمات دیں۔ اور کمال یہ ہے کہ آدم علی نبینا وعلیہ الصلواۃ والسلام سے لیکر آقائے نامدار ﷺ تک ہر نبی نے ایک ہی عقیدے کی تعلیم دی۔ اس لئے کہ عقیدہ از قسم خبر ہے' خبر تبدیل نہیں ہوتی۔ اگر تبدیل ہو جائے تو دونوں سچی نہیں ہوتیں۔ عقیدے کے بعد اعمال کا تعلق احکام سے ہے اور احکام اوقات کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ ہر نبی جس قوم کی طرف مبعوث ہوا یا جس علاقے کی طرف مبعوث ہوا یا جتنے عرصے کے لئے اس کی نبوت تھی اس علاقے کے لئے' اس قوم کے لئے' اتنے عرصے کے لئے ہر شعبہ زندگی میں حق وباطل کا معیار اس نبی کا ارشاد تھا۔ لیکن جب آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے' آج کا دور نہیں تھا' آج کی ٹرانسپورٹیشن نہیں تھی' آج کے ہوائی جہاز نہیں تھے' آج کے ٹیلی ویژن اور ٹی وی کیمرے نہیں تھے' آج کی طرح Cordless ٹیلی فون نہیں تھے' اخبار نہیں چھپتے تھے' روئے زمین پر کوئی اللہ کے نام سے واقف نہیں ہے حیرت ہوتی ہے کہ اللہ کا ایک بندہ ﷺ موجودہ رسل ورسائل اور ذرائع ابلاغ کی عدم موجودگی میں دور دراز صحرا کے ایک چھوٹے سے قصبے میں کھڑا ہو کر' چھوٹے سے گاؤں میں کھڑا ہو کر اعلان فرماتا ہے

ایھا الناس- اے نسل آدم علیہ السلام تم جہاں تک ہو انی رسول اللّٰہ الیکم جمعیا- میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں۔ اور یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری انسانیت کا تعلق رب العلمین سے قائم کرنے کا کمال اس

ہستی میں موجود ہے۔ یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے جو مشکل ترین حصہ ہے وہ اس کا دوسرا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ پوری انسانیت کے لئے زندگی کے ہر شعبے کے ہر سوال کا جواب دینا اس کے فرائض نبوت میں سے ہے۔

آج ملکوں کی پارلیمنٹ قانون بناتی ہے پھر ان میں ترمیمیں آتی ہیں پھر وہ منسوخ ہو جاتے ہیں' قابل عمل نہیں رہتے۔ وہ ایک قوم کے لئے ملک کے لئے ہوتا ہے۔ مختلف اقوام ان کی زبانیں' ان کے مختلف موسم مختلف رات دن کے اوقات' مختلف ان کی ضروریات' مختلف ان کے رواجات' مختلف ان کے طریقہ کار' مختلف ان کی استعدادات' مختلف ان کی تعلیم' مختلف ان کی ذہنی قوت اور ان کا شعور مختلف' ان سارے اختلافات کو سامنے رکھ کر کوئی ایسا ضابطہ حیات دینا جو ہر قوم کے لئے' ہر ملک کے لئے' ہر موسم میں ہر فضا اور ہر حال میں سازگار ہو' یہ معجزہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔

یہ محض مسلمان کی عقیدت نہیں اس پر تاریخ گواہ ہے کہ صحرا کے دامن سے اٹھنے والی یہ آواز اور اس سے پھوٹنے والی نور کی کرنیں ربع صدی میں معلوم دنیا کے تین چوتھائی حصے پر پھیل گئیں۔ معلوم دنیا کی کوئی ایسی قوم نہ تھی جس نے یا اسلام قبول نہ کیا ہو یا وہ اسلام کے زیر نگیں نہ آگئی ہو اور تاریخ میں دیکھئے کافر کو بھی کبھی انصاف یا سکون کا سانس نصیب ہوا تو اسلام کے زیر نگیں آکر۔ یہ جس زمین پر ہم آج کھڑے ہیں اس کی آبادی اس وقت لاکھوں میں تھی اور تاریخ کے صفحات پر دیکھئے برصغیر میں جو بت پوجے جاتے تھے ان کی تعداد 36 کروڑ تھی۔ بعثت آقائے نامدار ﷺ کے وقت جو حال اس برصغیر کا تھا' یہاں انسانی آبادی لاکھوں میں تھی لیکن جن بتوں کی وہ پوجا کرتے تھے ان کی تعداد چھتیس کروڑ تھی جانوروں کو پوجا جاتا تھا اور انسانوں کی قربانیاں دی جاتی تھیں۔ پتھروں کو خوش کرنے کے لئے ان کے قدموں میں انسان ذبح کیے جاتے تھے۔ بندروں کی پوجا ہوتی تھی' خنزیر پوجے جاتے تھے' سانپوں کی پوجا ہوتی تھی' دریاؤں کی' پہاڑوں اور درختوں کی پوجا ہوتی تھی۔ اس قعرِ ذلت سے اٹھا کر محمد رسول اللہ ﷺ نے بندوں کو اللہ سے اس قدر آشنا کر دیا کہ آج چپے چپے پر اولیاء اللہ کے مزارات نظر آتے ہیں۔ وہی زمین تھی' وہی لوگ تھے' وہی قومیں تھیں' ایسے ایسے علمائے حق پیدا کئے جنہیں بھلانے کی تاریخ جرات نہیں کر سکتی۔ ایسے مجاہد پیدا ہوئے جنہوں نے تاریخ کا رخ بدل دیا' ایسے ایسے پائے کے اولیاء اللہ پیدا ہوئے اس زمین میں' اس مٹی میں' اس قوم میں کہ جن کے مزار پرانوار بھی ابھی تک چشم ہدایت بنے ہوئے ہیں اور جہاں صدیاں گزرنے کے بعد بھی لوگوں کے لئے قال اللہ اور قال رسول اللہ ﷺ کی صدائیں گونج رہی ہیں۔

فلا وربک تیرے رب کی قسم لا یومنون۔ قرآن کریم نے کسی مولوی' کسی پیر' کسی عالم' کسی زمیندار کاشتکار' کسی حکمران' کسی سیاست دان' کسی امیر' کسی غریب کا کوئی لحاظ نہیں کیا سب کو ایک ہی خانے میں رکھا کہ یہ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک حتی یحکموک جب تک تمہیں اپنا حکم اور فیصل نہ مان لیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں جب تک وہ وہ قانون نافذ نہ کر دیں جو تو نے عطا فرمائے ہیں یہ مومن نہیں ہو سکتے

حضرات گرامی! میں نے جو آیت کریمہ تلاوت فرمائی وہ اسی عظمت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اللہ کریم قسم کھا کر کہتے ہیں اور قسم کھاتے ہیں اپنی اس ربوبیت کی جس کا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ اللہ سارے جہان کا رب ہے۔ رب ہوتا ہے جو ضرورت مند کی ہر ضرورت' ہر جگہ' ہر حال میں' ہر وقت پوری کر رہا ہو ساری کائنات کو بے شمار دیا' بے حساب دیا' حسن وجمال دیا' عزت وعظمت دی' علم وہنر دیا' خرد وشعور دیا' لیکن جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ کو دیا وہ اکیلا ساری کائنات پر بھاری ہے۔ کسی شعبے سے آجائیں' علم سے' عقل سے' شعور سے' قدوقامت سے' حسن وجمال سے' اقتدار سے' فقر سے' غریبی سے' امیری سے' سفر سے' حضر سے' کسی راستے سے دیکھیں جو کمالات اس نے ایک ہستی کو دیئے ایسی دس اور کائناتیں پیدا ہو جائیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اپنی اس ربوبیت کی قسم کھائی جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نوازا ہے۔

فلا وربک تیرے رب کی قسم لا یومنون۔ قرآن کریم نے کسی مولوی' کسی پیر' کسی عالم' کسی زمیندار کاشتکار' کسی حکمران' کسی سیاست دان' کسی امیر' کسی غریب کا کوئی لحاظ نہیں کیا سب کو ایک ہی خانے میں رکھا کہ یہ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک حتی یحکموک جب تک تمہیں اپنا حکم اور فیصل نہ مان لیں۔ زندگی کے ہر شعبے میں جب تک وہ وہ قانون نافذ نہ کر دیں جو تو نے عطا فرمائے ہیں یہ مومن نہیں ہو سکتے۔

حتی یحکموک فیما شجر بینھم۔ اپنے تمام معاملات میں' شجر' شجر سے مشتق ہے' درخت کی شاخیں جس طرح ایک دوسرے میں الجھ جاتی ہیں' انسانوں کی ضروریات اس طرح ایک دوسرے سے وابستہ ہیں' لین دین میں معاملات میں' جھگڑوں میں ہر بات میں انسان ایک دوسرے سے وابستہ ہیں وہاں ضرورت پیش آتی ہے کہ کس کا حق کیا ہے' کس کا فرض کیا ہے' کس کو کیا ملنا چاہئے' کسی سے کیا

روکا جانا چاہئے۔ فرمایا اپنے معاملات میں تیری ذات کو حکم مان لیں تو مومن ہیں۔ اور اگر اپنے ان فیصلوں کے لئے ان کے پاس آئین ودستور کسی اور کا ہو مومن نہیں ہو سکتے پھر فرمایا صرف مان لینا کافی نہیں ہے۔ ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت۔ پھر تیرے فیصلوں پر۔ ان کے دل میں کوئی ناگواری بھی پیدا نہ ہو۔ ویسلمو تسلیما○۔ اور ماننے کا حق ادا کر دیں اسلام کے پاس سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے اور کچھ نہیں۔ میں جس کتاب کا ذکر کر رہا ہوں یہ قرآن ہے۔ کون کہتا ہے قرآن اللہ کا کلام ہے' کون کہتا ہے یہ آیت اللہ کی طرف سے اتری' کون کہہ سکتا ہے یہ اللہ کا حکم ہے' اس پر اکیلا ایک اللہ کا بندہ گواہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ۔ قرآن وہی قرآن ہے جس کے قرآن ہونے کی شہادت محمد رسول اللہ ﷺ نے دی اور جب قرآن کا متن حضور ﷺ سے ثابت ہے تو اس کے سارے مفاہیم بھی وہی ہوں گے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے متعین فرمائے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے فرائض نبوت میں سے ہیں۔

مرد اور عورت کے تعلق میں مغرب نے اسلام کی پیروی نہیں کی تو آج مغرب اتنا مجبور ہو گیا ہے کہ حکومت امریکہ کو گذشتہ دس سالوں سے اپنے سرکاری کاغذات میں والد کا خانہ ختم کرنا پڑ گیا ہے۔ فرسٹ نیم' سیکنڈ نیم' تھرڈ نیم' ہوتا ہے' ولدیت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ساٹھ فیصد سے زیادہ لوگوں کے والد کا پتہ نہیں ہوتا

لتبین للناس مانزل الیھم۔ آپ ﷺ لوگوں کو متعین کر کے بتائیں کہ جو نازل ہوا ہے اس کا مفہوم کیا ہے۔ کسی راستے سے بھی آئیں اسلام کے پاس آقائے نامدار ﷺ کی ذات مینارہ نور ہے۔ یہی کامیابی کی ضمانت ہے دنیا میں بھی' آخرت میں بھی۔ اب کمال یہ ہے کہ مغرب کہتا ہے میں نے ترقی کر لی ہمارا دانشور کہتا ہے کہ ہم ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی ہمیں چودہ سو سال پیچھے لے جاتا ہے۔

آیئے اس ترقی کا جائزہ لیں۔ اس مختصر سے وقت میں میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا لیکن یہ ضروری بات ہے یہ کرنی بھی چاہئے۔ مغرب نے کس کس شعبے میں ترقی کی۔ اگر مغرب نے تجارت میں ترقی کی تو کیا مغرب نے تجارت کے یہ اصول دیے یا مغرب نے وہ اصول اپنائے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دیئے ہیں۔ پڑھے لکھے لوگ خود فیصلہ کر لیں کہ جب تک اسلام نہیں تھا مغرب کی تجارت کیا تھی' لوٹ مار تھی۔ صرف اگر تجارتی امور میں' معاشی امور میں مغرب نے ترقی کی تو اس نے معاشیات کے اور تجارت اور بزنس اور کاروبار کے اصول کہاں سے لئے؟ اسلام سے' اگر مغرب نے سائنسی ایجادات میں ترقی کی تو ساری سائنس ایجادات کی بنیاد کس نے رکھی.....؟ آج بھی کیمیا کے استاد کن کو مانا جاتا ہے؟ مسلمانوں کو۔ مغرب نے جہاں اسلام کا دامن چھوڑا مثلاً" مرد اور عورت کے تعلق میں مغرب نے اسلام کی پیروی نہیں کی تو آج مغرب اتنا مجبور ہو گیا ہے کہ حکومت امریکہ کو گذشتہ دس سالوں سے اپنے سرکاری کاغذات میں والد کا خانہ ختم کرنا پڑ گیا ہے۔ فرسٹ نیم' سیکنڈ نیم' تھرڈ نیم' ہوتا ہے' ولدیت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ساٹھ فیصد سے زیادہ لوگوں کے والد کا پتہ نہیں ہوتا۔ آج مغرب کا دانشور اور فلاسفر خود روتا ہے کہ آج ہم چاہیں بھی تو اس معاملے کو سلجھا نہیں سکتے۔ مغرب نے معاشی معاملات میں سود کا راستہ اپنایا جب کہ اسلام نے منع کیا تھا' آج نیویارک میں جا کر دیکھ لیں ساٹھ فیصد لوگ فٹ پاتھ پہ سوتے ہیں یعنی دولت مرتکز ہوتی جا رہی ہے ایک خاص طبقے میں' عام آدمی وہاں کا بھی اسی طرح بھوکا مر رہا ہے۔

جس طرح ٹھنڈا پانی پینے سے مومن وکافر دونوں کی پیاس بجھتی ہے اسی طرح اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے کافر کا بھی دنیوی فائدہ ہو جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ وہ ہماری تاریخ کے خوشہ چین ہیں اور ہمارا دانش ور ہمیں مغرب کے پیچھے لے جانا چاہتا ہے حیرت ہوتی ہے مجھے ان کے شعور پر

تو کیا ہمارا دانشور ہمیں اس ترقی کی طرف لے جانا چاہتا ہے جو بے حیائی کہلاتی ہے یا فحاشی کہلاتی ہے یا برائی کہلاتی ہے اور اگر ہمیں اس ترقی کی جانب لے جانا چاہتا ہے جس میں انسانی آسودگی یا کمال ہے تو وہ تو خود مغرب نے مسلمانوں سے سیکھی' اسلام سے سیکھی' قرآن سے سیکھی' سنت سے سیکھی' محمد رسول اللہ ﷺ سے سیکھی' جاپان نے بے پناہ معاشی ترقی کی' مگر کب؟ جب اس نے سودی نظام ختم کر دیا۔ پورے جاپان کا کوئی بنک سود نہیں لیتا نہ دیتا ہے بلکہ جسے قرض دیتا ہے اس کے اس پراجیکٹ میں حصے دار ہوتا ہے جب تک بنک کی رقم واپس نہیں جاتی۔ امریکہ کے ایک دانشور کا تجزیہ تھا کہ اب امریکہ میں آمدنی کا ستر فیصد ٹیکسز میں چلا جاتا ہے اور اگر 2030ء تک یہی حال رہا تو اسی فیصد سے زیادہ ٹیکس میں جائے گا تب لوگ کام کرنا چھوڑ دیں گے اور لوٹ مار کریں گے اس لئے بہتر ہے کہ ٹیکسز کا نظام افراد کو ٹیکس کرنے کی بجائے اموال کو ٹیکس کرے۔ ایسٹس کو ٹیکس کریں اور ایسٹس کو ٹیکس کرنا یہ تو زکواۃ کہلاتا ہے یعنی جہاں جہاں مغرب نے چھوڑا اب وہاں مغرب کا بھی سر پھر چکرا رہا ہے کہ وہاں سے بھی اسلام کی پیروی اختیار کی جائے اس لئے کہ اسلام کے اصول ابدی ہیں۔ اگر

کوئی ایمان لا کر اپنائے تو دنیا آخرت دونوں میں فائدہ ہوتا ہے' ایمان نہ بھی لائے' اسلام کا اصول اپنالے تو دنیا میں فائدہ کافر کو بھی دے جاتا ہے۔ جس طرح ٹھنڈا پانی پینے سے مومن و کافر دونوں کی پیاس بجھتی ہے اسی طرح اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے کافر کا بھی دنیوی فائدہ ہو جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ وہ ہماری تاریخ کے خوشہ چین ہیں اور ہمارا دانشور ہمیں مغرب کے پیچھے لے جانا چاہتا ہے حیرت ہوتی ہے مجھے ان کے شعور پر۔

کیوں اسلام سے ڈرتے ہیں یہ؟ شاید اس لئے کہ آج ہر کوچے میں ایک فرعون بیٹھا ہے نیچے سے لیکر اوپر تک جہاں کوئی بیٹھا ہے وہ فرعون ہے کہ جو اس کا جی چاہے کر گزرے۔ اسلام آجائے تو سپریم کورٹ کا چیف جسٹس تو ایک طرف کوئی اس کے چوکیدار کو تھپڑ نہیں مار سکتا۔ کیوں اسلام سے ڈرتے ہیں حکمران؟ کیوں ہمارا دانشور اسلام سے ڈرتا ہے؟ کیوں ارباب اختیار اسلام سے خائف ہیں؟ اس لئے کہ ان کی فرعونیت ختم ہو جائے گی اور آج جو مال وزر ان کی تجوریوں میں جارہا ہے وہ سارا ان مستحقین کو جائے گا جو اللہ کی زمین پر اس کا حق رکھتے ہیں۔ آج ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ملک قرضے پر چل رہا ہے آپ قربانی دیں آپ مزید ٹیکس دیں' ہم نے ایٹم بم چلایا۔ بہت اچھا کیا آپ نے ایٹم بم چلایا غریب پر ٹیکس لگا لگا کر۔ اس کو بھی تو آپ بیچنے کی تیاری کر رہے ہیں کہ کچھ قرضہ دے دو ہم دستخط کر دیتے ہیں سی ٹی بی ٹی معاہدوں پر۔ ادھر سے بھی لے لیا' غریب کا خون بھی نچوڑ لیا' اب اس کو بھی بیچنے کی تیاری ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ دنیا میں پانچ ایٹمی طاقتیں پہلے موجود ہیں جنہیں قبول کیا گیا۔ اٹامک کلب کا چھٹا ممبر ہندوستان ہو گیا' چھ کی چھ کافر۔ چائنہ ہے' روس ہے' امریکہ جو بھی ہیں چھ کی چھ ہندوستان سمیت کافر ہیں اور پوری مسلم دنیا میں ایک ایٹم بم فائر کیا' وہ کیا پاکستان نے' ایک ایٹمی طاقت ہے پوری مسلم دنیا میں پھر یہ کہتے ہیں یہ اسلامی بم نہیں ہے کیوں اسلامی بم نہیں ہے یہ اس ایک ملک کا نہیں ہے یہ مسلم امت کی امانت ہے اور یہ مفتی اعظم فلسطین جمعے کا خطاب فرما رہے تھے انہوں نے جمعہ کے خطاب میں فرمایا یہودیو! آج ایٹم بم صرف تمہارے پاس نہیں ہے مسلمانوں کے پاس بھی ہے کہاں فلسطین کہاں پاکستان۔ دنیا کا ہر مسلمان اسے اپنا سمجھ رہا ہے اور حکومت کہہ رہی ہے مزید ادھار دے دو اور اس پر دستخط کرا لو تو جو ادھار حکمران نے' ایم۔ این۔ ایز نے' ایم پی ایز نے' بڑوں نے' طبقہ خواص نے لے رکھا ہے وہ واپس کیوں نہیں کرتے۔

33 ارب ڈالر قرضہ ہے سارے ملک پر اور دو سو آدمیوں کا ایک سو پچاس ارب ڈالر امریکہ میں جمع ہے۔ مزید قرضہ آئے گا تو انہی کے اکاؤنٹس میں جائے گا۔ پھر یہ اسلام سے اس لئے خائف ہیں کہ اسلام تو یہ بھی مطالبہ کرے گا کہ آپ بتائیے کہ آپ نے یہ کہاں سے لیا' کہاں سے کمایا' اس کے حصول کا ذریعہ کیا تھا؟ ہم تو کہتے ہیں حکمرانوں کو کہ اسلام نافذ کرو۔ ہمارا محاسبہ بھی کرو' ہم سے بھی پوچھو' ہماری زمینیں ہماری جائیدادیں' ہمارے مکان' ہماری گاڑیاں سب کی فہرست بناؤ اور ہمیں کھڑا کر کے ہم سے حساب لو کہ یہ کہاں سے کمائیں؟ اگر جواب نہ دے سکے تو ہماری روک لو ضبط کر لو اپنی بھی کرا دو۔ تمہارے کارخانے' تمہاری فیکٹریاں' تمہارے غیر ملکی حساب' تمہاری جائیدادیں' ان کا بھی حساب ہو پھر دیکھیں کہ کیا ملک غریب ہے.....؟ نہیں ملک غریب نہیں ہے' ڈاکوؤں نے اسے یرغمال بنا رکھا ہے۔ غریب نہیں ہے اسے ایک طبقے نے یرغمال بنا رکھا ہے۔ دنیا کا یہ واحد ملک ہے جس کے گرد اگر دیوار بنا دیں کوئی چیز باہر سے اندر نہ آئے اور اندر سے باہر نہ جائے تو یہ اپنی زندگی گزار سکتا ہے اس میں ضرورت زندگی کی ہر چیز موجود ہے۔ وسائل موجود ہیں لیکن ان کی تقسیم غیر منصفانہ ہے جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وسائل کی عادلانہ تقسیم کی جائے۔

ارے بھولے بادشاہو! ہم نماز کی بات نہیں کرتے ہم بات آپ کے عدل وانصاف کی کرتے ہیں۔ آپ کے معاملات کی کرتے ہیں' آپ کی حکومت کی کرتے ہیں کہ آپ ہر شعبے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو لائیے اور انشاء اللہ اب آپ کو لانا پڑے گا۔ اب مطالبات کا وقت گزر گیا۔ سیدھی سیدھی بات ہے یا آپ کو اسلام نافذ کرنا ہوگا اور نہیں تو یہ قوم آپ پر اسلام نافذ کر دے گی انشاء اللہ

حضرات گرامی! بچوں سے حسن قرات کے مقابلے کرائے جائیں یا سیرت نبوی ﷺ کے مقابلے کرائے جائیں اسی درد کو زندہ رکھنے کی' اسی سوز جگر کو باقی رکھنے کی ایک کاوش ہے کہ ہم مومن ہیں اور ہمیں ثابت کرنا ہے کہ اے اللہ ہم مومن ہیں اور ہماری زندگی کے ہر شعبے پر چھاپ لگی ہوئی ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی۔ ہمیں حکومت کہتی ہے کہ جی آپ نمازیں پڑھیں کوئی منع کرتا ہے۔ حکمران سن لیں کہ نمازیں تو ہم نے امریکہ میں بھی پڑھیں کسی نے منع نہیں کیا۔ ہم امریکہ گئے' صدر کے لان میں' وائٹ ہاوس کے لان میں کھڑے تھے چار پانچ ساتھی تو ظہر کا وقت ہو گیا۔ میں نے کہا آذان دو' ہم نے ظہر کی آذان دی' باجماعت نماز پڑھی' کسی نے نہیں روکا۔ جاپان میں پڑھی' چین میں' افریقہ میں' مڈل ایسٹ میں کسی نے منع نہیں کیا۔ دنیا کے ہر ملک میں لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اسرائیل میں آپ نہیں دیکھتے

لوگ جمعہ پڑھ رہے ہوتے ہیں بیت المقدس میں۔ لیکن کیا امریکہ میں' برطانیہ میں' ہندوستان میں' عدالتی نظام اسلامی ہو سکتا ہے؟ سیاسی نظام اسلامی ہو سکتا ہے؟ ارے بھولے بادشاہو! ہم نماز کی بات نہیں کرتے ہم بات آپ کے عدل وانصاف کی کرتے ہیں۔ آپ کے معاملات کی کرتے ہیں' آپ کی حکومت کی کرتے ہیں کہ آپ ہر شعبے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کو لائیے اور انشاء اللہ اب آپ کو لانا پڑے گا۔ اب مطالبات کا وقت گزر گیا۔ سیدھی سیدھی بات ہے یا آپ کو اسلام نافذ کرنا ہوگا اور نہیں تو یہ قوم آپ پر اسلام نافذ کر دے گی انشاء اللہ۔ ہمیں اقتدار نہیں چاہئے' ہمیں حکومت نہیں چاہئے لیکن ہم ظلم کا اقتدار بھی قبول نہیں کریں گے۔ ہم ظالمانہ حکومت بھی رد کر دیں گے اور بڑے واضح اور واشگاف الفاظ میں میں نے وزیراعظم سے بھی کہہ دیا تھا کہ آپ نافذ کریں ہم آپ کے سپاہی ہیں بغیر تنخواہ کے اگر آپ نافذ نہیں کریں گے تو یہ یاد رکھئے پھر یہ آپ پر نافذ کر دیا جائے گا۔ آپ کو بھی بھگتنا ہوگا۔ آپ کی عدالتیں بند کمروں میں ہوتی ہیں ان پڑھوں کی عدالتیں پھر چوکوں میں لگیں گی۔ آپ ظلم کرتے ہیں لیکن آپ کے ساتھ ظلم نہیں ہوگا' انصاف ہوگا۔ اور ہر فرد وبشر کے ساتھ ہوگا اور وقت آگیا ہے کہ جب کفر کی عالمی طاقتیں اس بات پر متحد ہو گئی ہیں کہ اسلام کا نام مٹا دیا جائے یہ بے وقوف یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام رہتی دنیا تک کے لئے ہے تم اٹھ اٹھ کر مٹ جاؤ گے اسلام باقی رہے گا۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس طرح کی بے شمار تنظیمیں بنیں' حسن قرات کے بے شمار مقابلے ہوں' سیرت نبوی ﷺ کا تذکرہ گھر گھر ہو۔ یہی وہ ایک پہلو ہے جو ہم سے چھوٹا ہوا ہے جس کی وجہ سے ہم ذلیل ہو رہے ہیں اور رسوا ہو رہے ہیں۔ آج کافروں نے ہمیں کھیل بنا رکھا ہے۔ دنیا پر جہاں کہیں مسلمان ہیں اس کی جان ومال و آبرو لٹ رہی ہے۔ کشمیر سے لیکر کوسوو تک' الجزائر سے لیکر فلسطین تک کہیں آپ دیکھ لیجئے جہاں بھی مظلوم ہے مسلمان ہے اور یہ وطن یہ خطہ اسلامی ریاستوں میں سب سے بڑی ریاست ہے اور بنیادی قوت اللہ نے اسے بنایا ہے' انشاء اللہ العزیز اس پر اسلام نافذ ہوگا تو پوری دنیا میں انقلاب آئے گا اور اب..... اب وہ گھڑی آگئی ہے انگریزی کا ایک محاورہ ہے Now or Never اردو میں کہتے ہیں ابھی یا کبھی نہیں۔ اب معاملہ اس جگہ پہنچ گیا ہے کہ اگر اب بھی ملک پر اسلام نافذ نہیں ہوتا تو شاید یہ پھر کئی صدیاں بات پیچھے چلی جائے۔ اس لئے اس موقع کو ہم ضائع نہیں ہونے دیں گے انشاء اللہ العزیز۔

ہماری گذارش ہے حکمرانوں سے بھی' حکومت سے بھی کہ ہم صرف انصاف چاہتے ہیں آپ سے حکومت نہیں چھیننا چاہتے' آپ کو آخر انصاف کرنے میں کیا اعتراض ہے اور اگر آپ انصاف قبول نہیں کریں گے تو انشاء اللہ بزور بازو آپ سے انصاف قبول کروایا جائے گا حکمرانوں کو بڑا فخر ہے ہمارے پاس فوج ہے ارے بے وقوفو! فوج میں کس کس حکمران کا بیٹا ہے میرا بیٹا ہے ہمارے بیٹے ہیں ہم ہیں فوجی۔' پاکستان کی فوج کی گولی مسلمان کے سینے پر فائر نہیں ہوگی ہمارے بیٹے سپاہی ہیں وہ ہم کو کلمہ حق کو روکنے کے لئے گولی نہیں چلائیں گے۔ فوجیوں کو اگر کسی نادان نے حکم دیا تو انشاء اللہ ان کی بیرل کا منہ پیچھے کی طرف ہو جائے گا۔ حکومت کو یہ ساری باتیں دھیان میں رکھنی چاہیں اور چاہئے کہ مسلمان جب صرف اسلام چاہتا ہے' اس پر حکومت کو کیا اعتراض ہے۔ حکمران خود مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں' حج پر جاتے ہیں' عمروں پر جاتے ہیں' مکہ جاتے ہیں' مدینہ جاتے ہیں نہ چہرے بدلتے ہیں نہ ان کے دل بدلتے ہیں کیسے عجیب لوگ ہیں۔

ارے بے وقوفو! فوج میں کس کس حکمران کا بیٹا ہے میرا بیٹا ہے ہمارے بیٹے ہیں ہم ہیں فوجی۔' پاکستان کی فوج کی گولی مسلمان کے سینے پر فائر نہیں ہوگی ہمارے بیٹے سپاہی ہیں وہ ہم کو کلمہ حق کو روکنے کے لئے گولی نہیں چلائیں گے۔ فوجیوں کو اگر کسی نادان نے حکم دیا تو انشاء اللہ ان کی بیرل کا منہ پیچھے کی طرف ہو جائے گا

نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے معجزات میں یہ ہے کہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی نگاہ پر تاثیر جن صحراؤں میں پڑی ہر ذرہ منور ہو گیا جن فضاؤں پر یہ پڑی منور ہو گئیں زمین پر جہاں جہاں حضور ﷺ نے قدم رکھا کسی صاحب دل سے پوچھ لو زمین کا وہ ٹکڑا آج بھی سورج کی طرح روشن ہے۔ جو آپ ﷺ کی نگاہ میں آگیا ایمان لاکر صحابی ہو گیا جو دراقدس پہ پہنچا اس کا سلام خود سنا اور اسے خود جواب ارشاد فرمایا۔

"میں ان حکمرانوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا اسلام کا ابوجہل پر اثر ہوا تھا' ابولہب پر اثر ہوا تھا؟ حکمرانو! اگر تم پر بھی اثر نہیں ہوتا تو میں نہیں کہتا خود اپنے آپ کو تلاش کرو کہ تم کس صف میں کھڑے ہو۔ ایک طرف صدیق وفاروقؓ ہیں اور ایک طرف ابولہب اور ابوجہل ہے' خود حکمرانوں کو چاہئے اپنے آپ کو تلاش کریں وہ کس لائن میں کھڑے ہیں۔ آج وقت ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہے' آج ابولہب کے پیچھے سے ہٹ کر ابوبکرؓ کے پیچھے کھڑے ہو سکتے ہو وگرنہ قیامت میں ایسا نہیں ہوگا۔ زندگی ناپائیدار ہے اور یہ ساتھ چھوڑنے والی ہے ہمارا بھی آپ کا بھی۔ دیکھ لو ہم مریں گے بھی تو اتباع نبوی ﷺ میں دم نکلے گا انشاء اللہ العزیز اور تم قارون کی طرح لوگوں کا مال لوٹنے پر لگے ہو' خدا سے توبہ کرو اور

مسلمانوں کو ان کے دل کی آرزو' اسلامی نظام دے دو۔ مجبور نہ کرو غریب کو کہ وہ اپنا حق آگے بڑھ کر چھین لے۔ وقت آرہا ہے اگر دو گے نہیں تو انشاء اللہ چھین لیا جائے گا۔ یہ کاوشیں جو حسن قرات کی نظر آتی ہیں یہ معمولی تقریبات جو سیرت کی نظر آتی ہیں' یہ معمولی نہیں ہیں۔ کوئی وہ تقریب معمولی نہیں ہے جس میں قرآن کا ایک لفظ بھی پڑھا جائے' جس میں نبی کریم ﷺ پر ایک بار درود بھیجا جائے وہ غیر معمولی ہے اور آپ یہ غیر معمولی کوششیں گھر گھر در در یہ دینی مدارس قلعے ہیں اسلام کے' یہ طالب علم یہ اللہ کے وہ غازی اور پراسرار بندے یہی ہیں جو قال اللہ اور قال رسول ﷺ پڑھ رہے ہیں۔ اچھی بات ہے انہیں طالب علم ہی رہنے دو انہیں طالبان نہ بناؤ۔

مجھے پرسوں اسلام آباد پریس کانفرنس میں ایک صحافی کہہ رہے تھے جی! یہاں طالبان آجائیں گے۔ میں نے کہا طالبان کوئی آسمان سے تو نہیں اترے' ظلم نے انہیں میدان میں نکلنے پر مجبور کر دیا۔ یہاں بھی ظلم ہو رہا ہے' یہاں بھی طالبان پیدا ہو جائیں گے' آئیں گے نہیں کہیں سے۔ جہاں ظلم ہوتا ہے وہاں ظلم کے علاج کے لئے اللہ کریم کسی کو توفیق دے دیتا ہے۔ آپ ظلم کو روکیں اگر طالبان کو روکنا چاہتے ہو تو ظلم کو روکو۔

حضرات گرامی! میں آپ کا ممنون ہوں میں نے آپ کا بہت سا وقت لے لیا اور میری اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ ویلفیئر ٹرسٹ کے ساتھیوں کی ہمت بلند رکھے' ان کی مدد فرمائے اور ایسی تقریبات علاقے میں ہوتی رہیں' ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ انشاء اللہ العزیز اسی مہینہ کی اٹھارہ تاریخ کو لیاقت باغ راولپنڈی میں جلسہ ہے' احباب سے درخواست ہے ضرور تشریف لائیے۔ وہاں حکمرانوں سے روبرو باتیں ہوں گی' یہاں ہم ایک کونے میں ہیں۔ بات تو خیر یہاں کی بھی ان تک جائے گی اس لئے کہ بے شمار جن پیچھے لگے ہوئے ہوتے ہیں قاتل نامعلوم ڈاکو نامعلوم چور اچکے نامعلوم جو دین کی بات کرے اس کے پیچھے بارہ چودہ ایجنسیاں لگی ہوتی ہیں۔ تو خیر ہم بھی چاہتے ہیں کہ یہ ہماری بات وہاں تک پہنچے اور اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے اس لئے کہ ہمیں کسی اقتدار وقار دولت کی ہوس نہیں ہے۔ جو کچھ اللہ نے دے رکھا ہے الحمدللہ اس کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنا نام لینے کی توفیق بخشی' اپنے نبی علیہ الصلواۃ والسلام سے تعلق کی توفیق بخشی اور اس کے بعد ہماری ضرورتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

اللہ کریم ہم سب کو استقامت نصیب فرمائے' درد دل نصیب فرمائے اور اسلامی انقلاب میں شراکت نصیب فرمائے۔ آمین

الحبیب جیولرز

زیورات کی خرید و فروخت کا بااعتماد ادارہ

پروپرائیٹر
محمد اجمل

ریل بازار فیصل آباد فون:۔ 615693

انتظار ایک نجات دہندہ کا

گلزار آفاقی

روزنامہ اساس کے سرپرستوں اور قارئین کرام کے خطوط ہربار کی طرح آج بھی رہنمائی کی روشنی سے لبریز اور بہتر سے بہتر راستوں کی نشاندہی کرتے نظر آرہے ہیں۔

پہلے دو مراسلے منارہ چکوال سے تنظیم الاخوان پاکستان کے امیر حضرت مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کے ارسال کردہ ہیں فرماتے ہیں

عزیز گلزار آفاقی صاحب' اسلام علیکم' آپ کا ڈنڈا بردار کالم (میرے کالم "اللہ اور ڈنڈا" کی طرف اشارہ) نظر نواز ہوا۔ تجربہ مبنی برحقائق' اور آخر میں بندہ سے سوال اور بہت مشکل سوال کہ سوال کا مفہوم یوں سمجھ آیا۔

"کب ٹھہرے گا درد اے دل کب رات بسر ہو گی"

مگر اس مشکل سوال کا جواب بہت آسان ہے اور اللہ کی آخری کتاب میں موجود۔ جس کو شاعر نے یوں ترجمہ کرکے پیش کیا ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

میرے بھائی' المیہ یہ ہے کہ دکھ یہی ہے۔ اخلاق' کردار اور اب ایمان ہمارا تباہی کے کنارے ہے اور ہم کہتے ہیں کہ کوئی خمینی چاہئے' کاش کوئی صدام ہوتا یا پھر تیسری امید امام مہدی سے باندھی جاتی ہے۔ گویا خود صرف دکھ سہنے ہیں' کرنا کچھ نہیں۔ جس دن عام آدمی نے کہہ دیا کہ اب بس' اب اور نہیں۔ اب حالات کو میں بدلوں گا' اب حالات کو ہم بدلیں گے۔ وہ لمحہ' وہ دن ہماری آزادی کا پہلا دن ہوگا' انشاء اللہ!۔ بندہ اسی جنوں میں گرفتار ایک ایک پاکستانی سے ایک ایک مسلمان سے یہی نعرہ لگانے کا کہے جارہا ہے اس سے آگے دعا ہے' صرف دعا۔

چاند کے حوالے سے آپ کا کالم نظر سے گزرا۔ مسلمان' جنہوں نے دنیا کو سائنس سے آگاہ کیا وہ آج سائنس سے اس قدر دور کیوں ہیں۔ اس ضمن میں ایک کتاب ارسال ہے "موجودہ تہذیب کے موجد مسلمان" یہ انگریزی میں ہے۔ انشاء اللہ انگریزی ترجمہ بھی چھپے گا۔

اب تو بچہ بھی جان لیتا ہے کہ کمپیوٹر میں اگر کسی بھی شہر کا طول بلد اور عرض بلد فیڈ کر دیا جائے تو ماہ وسال کی تاریخیں اور چاند کا طلوع وغروب پتہ کیا جا سکتا ہے۔ مشرق میں اسی بنیاد پر سال بھر کا کیلنڈر چھپ جاتا ہے۔ نہ جانے کیوں ہمیں ان علوم سے ضد ہو رہی ہے۔ اصل مسئلہ صرف چاند دیکھنے کا نہیں بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کس جگہ چاند نظر آئے تو کن کن علاقوں میں عید ہوگی۔ آدھے گھنٹے کا فرق ایسا تو نہیں کہ چاند جو اسلام آباد میں نظر نہ آسکتا تھا وہ کراچی میں نظر آجائے۔ وہاں تو غروب آفتاب آدھ گھنٹے سے بھی لمبی تاخیر سے ہوگا۔ گویا ٹائم زون ہونے چاہئیں۔ نہ کہ یہ دنیا میں کہیں چاند نظر آئے تو ہر جگہ عید ہو جائے حدیث مبارک کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے "اپنی روئت پر روزہ رکھو' اور اپنی روئت پر افطار کرو یعنی عید کرو" گویا ہر جگہ یعنی ہر ٹائم زون کی ایک روئت ہونی چاہئے۔ اور اگر ملک بھر کے اوقات میں اتنا فرق نہ ہو کہ ایک جگہ بھی چاند نظر آئے تو سب جگہ عید ہو سکتی ہے۔ تو پھر اس کو طے کیا جانا چاہئے ہمارے پاس سینکڑوں حضرات معتکف تھے۔ کاش اعلان کرنے والوں کو احساس ہوتا کہ رات ساڑھے دس بجے کے بعد یہاں سے ٹرانسپورٹ کا بندوبست اور پھر عید کے روز شام تک گھر پہنچنا کیا معنی رکھتا ہے۔ والسلام

امیر محمد اکرم اعوان

صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے مگر ان دنوں کراچی میں آباد ملک عبدالجبار خان گلباز صاحب روزنامہ اساس کے مستقل قاری ہیں۔ اپنے مکتوب میں کھلے ڈھلے انداز اور روائتی "پٹھانی" اردو میں میری خوب کھچائی کی ہے۔ ملک صاحب کا یہ اسلوب ان کے خلوص تعلق اور پیار کی علامت ہے۔ ان کے مزاج میں موجزن سادگی اور لہجے کی تازگی ایسی ہے کہ مجھے ان کا مراسلہ ایڈٹ کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ ملک عبدالجبار خان لکھتے ہیں۔

"ارے برادر مہربان آفاقی خان' خوب جیو اور یونہی گلو گلزار رہو۔ یار ادھر کچھ ایام سے تو نے عجب رپھڑ خانی مچا رکھی ہے۔ ادھر کافر لوگ چاند پر جاتی ہے اور تم وہ کیا بولتی ہے ہندسوں اور عددوں کی گھمن گھیری میں پھنسی ہوئی ہے۔ ایک طرف سائنس کا بات ہے' ٹک نولوجی کا بات ہے دوسری طرف تم ہندسوں کی شرلیاں چھوڑتی ہو بولتی ہو کہ ہندسوں میں طاقت ہے' بندے مارتی ہے۔ ہند سے آگ لاتی ہے ہندسے انقلاب لاتی ہے۔ اگر ایسا بات ہے تو آگ لگانے والے ہاتھ کو کیوں پکڑتی ہے۔ قاتل کو پھانسی کیوں لگاتی ہے۔ کچے گونگلو کھانے سے میرے پیٹ میں درد ہو تو میں چیخوں ہندسوں کو پکڑو میرا پیٹ مروڑ گیا۔

اب بتاؤ یہ ہندسہ اور عدد کہاں سے آگئی۔ مجھے لگتی ہے آفاقی خان ہم پٹھانوں کی طرح تمہارا مونث مذکر بھی ایک دوسری میں گم شدہ ہے۔ یارا جی' جب تم خود ہندسوں اور عددوں کی جادو گری نہیں جانتی تو پھر اس دھندے میں ٹفن ٹف کیوں کرتی ہو۔ ادھر پشاور سے بابا خان بولتی ہے کہ ہماری مرکز کعبہ شریف ہے۔ ہمارا نماز کی رخ کعبہ شریف ہے' ہماری حج کعبہ شریف ہے۔ پھر ہماری روزہ اور ہمارا عید کعبہ شریف کیوں نہیں ہے۔ پھر ہماری روزہ اور ہمارا عید کعبہ شریف کیوں نہیں ہے۔ ارے یار پاکستان میں عید یکساں بناؤ' امیری غریبی مٹاؤ اور سب کے دکھ سکھ یکساں بناؤ' سکول یکساں بناؤ' روٹی یکساں بناؤ' رہن سہن یکساں بناؤ' یہ رنگ رنگ کا اونچ نیچ اور لفڑ الفڑی گم کرو' ایک دم گم شدہ بناؤ۔ کھونے پیسہ مافق۔

راولا کوٹ (آزاد کشمیر) سے محمد نذیر عباسی صاحب' لاہور سے رانا نذیر احمد صاحب' چنیوٹ سے رانی شاہدہ بی بی' ساہیوال سے محترم بشیر شیخ' ٹوبہ ٹیک سنگھ سے جمیل احمد صاحب' بنوں سے ملک دلاور خان یوسف زئی صاحب اور نوشہرہ سے آمنہ خاتون بی بی کے مراسلوں کا مشترکہ موضوع پاکستان کی معاشی صورتحال ہے۔ ان کے افکار کا خلاصہ یوں ہے۔

(1) ہمارا سارا نظام معاشی منافقت کی بنیاد پر قائم ہے۔ ہم نام اسلام کا لیتے ہیں مگر سارا کام یہودی ساہوکاروں کے مفادات کے تحت کرتے ہیں۔

(2) قرضوں کی معیشت سراسر خودکشی ہے اجتماعی خودکشی۔ ہم ایک طرف قرضوں کے خلاف بولتے ہیں دوسری طرف نئے قرضے لے کر خوشیاں بھی مناتے ہیں۔

(3) پاکستان کی اندرونی معیشت کو صرف چھ سات ہزار بااثر لوگوں نے یرغمال بنا رکھا ہے۔ دوسری طرف چودہ کروڑ بے اثر لوگوں کا ہجوم ہے۔ اگر اتنا بڑا ہجوم ایک بار مل کر تھوکنا شروع کر دیں تو یہ چھ سات ہزار افراد اس میں غرق ہو جائیں۔

(4) اقبال اور قائداعظم کے بعد پاکستان میں پھر کوئی قائد کیوں پیدا نہیں ہوا۔

(5) ہم کب تک اپنے نجات دہندہ کا انتظار کریں گے۔

(6) کوئی ہے جو اس سوال کا جواب دے۔

○

راولپنڈی کے طالب علم زاہد انور صاحب رقم طراز ہیں۔

"انکل' پاکستان ہم لوگوں پر اللہ اور رسول ﷺ کا خاص فضل ہے۔ مگر دکھ ہے کہ ہمارا سب کچھ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک جنگ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے ہمارا قول' ہمارا فعل ہمارا نظام' غرضیکہ ہمارا سب کچھ۔ کیا یہ سب کچھ کفران نعمت نہیں۔ کیا ہم ان بدقسمت لوگوں کے راستے پر تو نہیں چل رہے جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ ہم اہل انعام کب ہوں گے۔ غیروں کی قید سے کب نکلیں گے۔ اپنے کب بنیں گے۔ مسلمان کب ہوں گے۔

بشکریہ روزنامہ اساس 26 جنوری 1999ء

باقی صفحہ 12 سے آگے

ساخت باطل ہے اس میں دوچار باطل میخیں نہیں لگی ہوئیں کہ وہ نکال کے ہم نیکی کی میخیں لگا دیں گے تو یہ درست ہو جائے گا۔ اس کی بنیاد ہی برائی پر ہے یہ سرے سے مٹے گا اور اس کی جگہ دوسرا حق کا نظام آئے گا تب بات بنے گی۔ ہمیں سمجھ آگئی ہے جنہیں غلطی لگی ہوئی ہے وہ بھی جلدی سمجھ جائیں گے۔ اگر اس کے اندر محنت کرکے تبدیلی لائی جا سکتی تو سب سے زیادہ محنت جماعت اسلامی نے کی اور بڑے منظم طریقے سے کی ان کی محنت میں کوئی شک نہیں لیکن نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔

اس ظلم کا شکار وہ خود بھی ہیں اور سارا پاکستان بھی۔ اس لئے کہ اس کے اندر سے تبدیلی کا کوئی امکان نہیں۔ تو حضرات گرامی! آپ کا یہ اعتکاف ایک ریفریشر کورس ہے اور ہمیں سب سے ضروری قوت جو جہاد کے لئے چاہئے اسے سمیٹنے کی بات ہے۔ معیت باری' اتباع رسالت ﷺ تفہیم دین اس کے ساتھ راتوں کی عبادت' فہم قرآن اور شریعت سے آگہی بہت سارے کام جمع ہو گئے ہیں اور یہ سارے کرنے ہیں اور ہمت سے کیجئے اللہ کریم توفیق بھی دے' استعداد بھی دے اور خلوص بھی۔ آمین

پیغام مغفرت

1- ملک ارشد صدر الاخوان گوجرہ کی بھانجی قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

2- سید نذیر احمد شاہ امیر جماعت فیصل آباد کے خالو سید محمد جوہر آباد وفات پا گئے ہیں۔

3- چوہدری امجد گجر فیصل آباد کی اہلیہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

4- سلسلہ عالیہ کے ساتھی نوشیر علی (مریدکے) کی والدہ ماجدہ اور محمد عارف (لالہ موسیٰ) کے چچا جان قضائے الٰہی سے فوت ہو گئے ہیں۔

5- سلسلہ عالیہ کے ساتھی خلیل احمد صاحب (لاہور) قضائے الٰہی سے فوت ہو چکے ہیں۔ سب کے لئے دعا مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

طب نبوی ـــــــ قبض

ڈاکٹر خالد غزنوی

قبض کے مسئلہ کو نبی ﷺ نے جس شاندار سائنسی طریقہ سے حل فرمایا ہے طب جدید آج بھی اس سے بہتر لائحہ عمل تجویز نہیں کر سکی جس پر عمل کرتے ہوئے قبض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حفظ ماتقدم

انہوں نے اوقات خوراک متعین فرما کر معدہ اور آنتوں کے Colic Reflex Gastro سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ جیسے کہ نہار منہ شہد کا استعمال ان کی اپنی روز مرہ کی عادت تھی۔ انہوں نے ریشہ دار غذاؤں پر اصرار فرمایا۔ ان چھنے آٹے کی تاکید فرمائی۔

اپنے دستر خوان کو سبز چیزوں سے مزین کرو

یہ ایک جامع ارشاد ہے جو کہ پیٹ میں اتنا پھوک پیدا کرتا ہے کہ آنتوں میں اخراج کا عمل خیروخوبی سے وقوع پذیر ہوتا رہے۔

علاج بالغذا

قبض کی ابتدائی حالتوں میں انہوں نے ادویہ کی بجائے کھانے پینے کی چیزوں کو دوا کے طور پر استعمال فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں۔

(جب ان کے پاس کسی کو لایا جاتا کہ اس کو بھوک نہیں لگتی تو ارشاد ہوتا کہ اس کو جو کا مفید دلیا کھلایا جائے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ پیغمبری عطا کی ہے۔ یہ پیٹ کو اس طرح صاف کر دیتا ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی اپنے چہرے کو پانی سے دھو کر اس سے غلاظت کو اتار دیتا ہے)

یہ ایک بڑی خوبصورت مثال ہے کیونکہ "جو" میں باریک ریشہ کثیر مقدار میں ہوتا ہے یہ پیٹ میں جاکر پھولتا ہے اور آنتوں میں بوجھ کی کیفیت پیدا کرکے اجابت کے عمل کو تیز کرتا ہے۔ "جو" میں لحمیات کے اجزاء بھی ہوتے ہیں جو جسم کو توانائی مہیا کرتے ہیں۔ اگر کسی کو کمزوری کی وجہ سے قبض محسوس ہو رہی ہو تو جو کھانے سے اس کا مداوا بھی ہو جائے گا۔

نبی ﷺ نے انجیر کی یہاں تک تعریف فرمائی کہ اسے جنت کا میوہ قرار دیا۔ ان کی زبان مبارک سے حضرت ابوذرؓ روایت فرماتے ہیں۔

(انجیر کھایا کرو۔ اگر مجھ سے کہا جائے کہ کیا کوئی پھل جنت سے زمین پر آسکتا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں! یہی ہے۔ یہ بلاشبہ جنت کا پھل ہے۔ اسے کھایا کرو کہ یہ بواسیر کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور گنٹھیا میں مفید ہے۔)

اسی مضمون کی حدیث ابوبکر ابن الجوزی نے حضرت ابو الدرداءؓ سے بھی روایت کی ہے۔ قرآن مجید نے اسے اتنی اہمیت دی کہ اس کے نام پر ایک سورت نازل فرمائی اور پھر اس کی قسم کھا کر اس کی افادیت اشکار فرمائی۔

حدیث شریف کے مطابق یہ بواسیر کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بواسیر پرانی قبض، جگر کی خرابیوں اور پیٹ کے آخری حصہ میں خون کی نالیوں میں دوران خون سست پڑ جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ ان کا علاج ہے تو مطلب یہ ہوا کہ انجیر قبض دور کرتی ہے جگر کے لئے مصلح ہے اور خون کی نالیوں میں دوران کو درست کرتی ہے۔

بھارتی ماہر ادویہ ندکارنی اور ابن البمطار نے انجیر کو مقوی۔ دافع قبض قرار دیا ہے۔ ان کی رائے میں انجیر کی ساخت میں دودھ کی شکل کا ایک سیال ہوتا ہے۔ جو طبی طور پر قبض کشا ہے۔ انجیر میں موجود چھوٹے چھوٹے دانے پیٹ میں جاکر پھول جاتے ہیں۔ ان کا اسبغول کی مانند پھولنا بھی قبض کو دور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حضور ﷺ کی خوراک میں کدو اور مسور کی دال خاص طور پر شامل ہوتے تھے۔ یہ دونوں چیزیں پھوک رکھنے کے علاوہ قبض کشا ہیں۔ بلکہ کدو میں اضافی فضیلت یہ ہے کہ وہ دماغ کو طاقت دیتا۔ عقل کو بڑھاتا اور کسی بھی مقدار میں کھانے کے باوجود نہ تو خون میں شکر کی مقدار بڑھاتا ہے اور نہ جسم کو موٹا کرتا ہے۔

جب یہ چیزیں غیر موثر یا کسی نے مدتوں ان سے فائدہ اٹھایا ہو اور بات ادویہ کے استعمال کی آجائے تو انہوں نے مفید نسخے بھی عطا فرمائے ہیں۔

قبض کے علاج میں ارشادات نبوی

حضرت اسماء بنت عمیسؓ نبی ﷺ کی خوشدامن تھیں اور وہ ان کا احترام کرتے تھے۔ فرماتی ہیں۔

(مجھے نبی ﷺ نے پوچھا کہ میں اپنے پیٹ کو چلانے کے لئے کیا استعمال کرتی ہوں۔ میں نے بتایا کہ میں شبرم لیتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو بہت گرم ہے۔ پھر اس کے بعد میں سناء استعمال کرنے لگی کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی چیز موت سے شفا دے سکتی ہے تو وہ سناء ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سناء موت سے بھی بچاتی ہے۔)

حضرت عبداللہ بن حزامؓ بیان فرماتے ہیں۔

(میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سناء اور سنوت میں ہر بیماری سے شفا ہے سام کے سوا۔ میں نے پوچھا کہ سام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ موت)

ترمذی' نسائی' طبری' ابن عساکر میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ ابو ایوب انصاریؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ انس بن مالکؓ اور ابو نعیم میں ابن مندہؒ سے اسی مضمون کی روایات تاکید مزید کے طور پر ملتی ہیں۔ جس سے بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور نے سناء کو فی الواقعی شفا کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ احادیث میں سناء کے ساتھ سنوت کی شمولیت کی تحویل بعد کے لوگوں کے لئے مخمصہ بن گئی۔ محدث عبداللطیف بغدادی کی رائے میں گھی والی مشک میں شہد ڈال کر اسے خوب ہلا کر نکال لیں تو یہ سنوت ہے۔ دیگر علماء نے اسے سونف' زیرہ' کھجور وغیرہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔

ابن ماجہ کو سناء اور سنوت والی حدیث عمرہ بن سعسکی کی وساطت سے میسر آتی تھی اور اس بارے میں شیخ سعسکی کا خیال ہے کہ اس میں سنوت سے مراد "شبت" (سویا) ہے۔ ہمارے یہاں سوئے کا ساگ عام ہوتا ہے اور اس کے بیج کا عرق نکال کر بدہضمی اور پیٹ کی متعدد بیماریوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بچوں کی بدہضمی کے لئے آنے والا مشہور سیال "گرائپ واٹر" بھی اسی جزو عامل سے مرتب ہے۔ انگریزی میں ان کو Dill کہتے ہیں اور گرائپ واٹر کی ہر خوراک میں سوڈا بائی کارب کے ساتھ Oil of Dill کی معمولی مقدار ملی ہوئی ہے کیونکہ سوئے یا ان کا تیل پیٹ میں قولنج نہیں پڑنے دیتے۔

سنا مکی میں صرف ایک بری بات ہے کہ اس کو اگر براہ راست کھایا جائے تو اس سے پیٹ میں بل پڑتے ہیں اور نفخ پیدا ہو سکتی ہے۔ برٹش فارماکوپیا میں اس کے ذیلی اثرات کو ختم کرنے کے لئے نسخہ میں سونف یا زیرے کا تیل شامل کیا جاتا ہے۔ اطباء قدیم کے اکثر نسخوں مین ادرک تراشیدہ شامل کیا گیا ہے۔ ان مشاہدات کو سامنے رکھ کر نبی ﷺ کی بات سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے سناء کے ساتھ جس چیز سنوت کا تذکرہ فرمایا وہ قولنج کو روکنے اور ریاح کو خارج کرنے والا جزو ہوگا اور جب اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو محدثین کرام نے جتنے بھی اندازے کئے ہیں ان میں سے ہر ایک درست نظر آتا ہے۔ شہد اور زیرہ یا کھجور میں سے جس چیز کو بھی شامل کریں قولنج کو روکنے میں یکساں مفید ہوگی۔ البتہ سعسکی کی دریافت سوئے دوسری چیزوں سے زیادہ مفید ہیں جس کا مشاہدہ گرائپ واٹر کے نسخہ میں کیا جا سکتا ہے۔

طب یونانی میں سناء کا استعمال

سناء کی مفید قسم وہ ہے جو وادی مکہ میں پیدا ہوئی ہے۔ اس کے پتے نشتر کی شکل کے اور دونوں طرف سے چکنے ہوتے ہیں۔ ان کی پھلی گول اور پھول سبزی مائل سنہرے لگتے ہیں۔ اس کا بیج مصر میں بویا گیا مگر زمین کی وہ تائید حاصل نہ ہو سکی۔ اسی طرح بھارت اور سکھر میں پیدا ہونے والی سناء فوائد کے لحاظ سے تیسرے درجہ پر ہے کیونکہ ان میں اجزاء عامل کی مقدار کم ہوتی ہے۔

' اطباء نے سناء کا استعمال دسویں صدی سے شروع کیا۔ البتہ بوعلی سینا اسے مفید قرار دے چکے تھے۔ عربوں کو دیکھ کر بھارتی وید بھی اس کے مداح ہو گئے اور اب اس سے متعدد عمدہ نسخے مرتب ہوئے ہیں۔

برگ سناء	سونٹھ تراشیدہ	آب مقطر
160 گرام	31/2 گرام	ایک لیٹر

ان کو چینی کے برتن میں 3-2 گھنٹے پڑا رہنے دیں۔ پھر چھان کر خیساندہ علیحدہ کر لیں۔ اس کے دو گھونٹ عام طور پر کافی ہوتے ہیں۔

برگ سناء	سونٹھ ترشیدہ	لونگ	پانی
21/2 تولہ	31/2 تولہ	31/2 تولہ	25 تولہ

ان کو ملا کر ایک گھنٹہ چینی کے برتن میں رکھ کر ہلائیں۔ پھر چھان کر 31/2 سے پانچ تولہ کی مقدار کو قبض کے لئے دیں۔

ان دونوں نسخوں میں ادرک اور لونگ کی وجہ سے قولنج نہ ہوگا۔ اگر کوئی چاہے تو مزید اصلاح کے لئے کھانڈ کا اضافہ کر سکتا ہے۔ ان کو پینے کے آدھ گھنٹہ بعد پیشاب میں سرخی آجاتی ہے جس کا کوئی مضائقہ نہیں۔

سناء کے قبض کشا ہونے کے علاوہ اور بھی فوائد ہیں۔ جن میں جلد کی بیماریاں' بالوں کا گرنا' پھنسیاں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک نہایت مفید جراثیم کش دوائی Donomycin بھی ہوتی ہے۔

بیسویں صدی کے نصف تک نباتاتی اور کیمیاوی ذرائع سے حاصل ہونے والی قبض کشا ادویہ کی تعداد سو سے زائد تھی۔ مگر بیس سال کے اندر 95 دوائیاں متروک ہو گئیں ہیں۔ اور آج طب جدید کے پاس قبض کو رفع کرنے والی ادویہ کی کل تعداد پانچ سے زیادہ نہیں جن میں سے ایک سنا ہے اور دوسرا اسبغول دوسرے الفاظ میں ایک ہزار

سال کے مسلسل مشاہدات کے بعد سنامکی وہ منفرد دوائی ہے جو آج بھی اتنی ہی مقبول اور قابل اعتماد ہے جیسی کہ پہلے تھی اس سے حاصل ہونے والے فوائد کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ جیسے کہ بالوں کو رنگنے اور گرتے بالوں کو روکنے یا سر اور جسم سے بغ اور ایگزیما کو دور کرنے میں ازحد مفید پایا۔

نبی ﷺ نے بیماریوں کے علاج میں ایک اہم اضافہ زیتون کے تیل کی صورت میں فرمایا ہے۔ اگرچہ ان سے پہلے دور کے اطباء اس تیل سے آشنا تھے مگر وہ اسے ایک عام تیل سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ البتہ مصر قدیم میں اس کی مقبولیت اس کی روشنی رہی ہے۔ کیونکہ اسے جب دیئے میں جلایا جائے تو دھواں نہیں دیتا۔ جو چیز اس میں رکھی جائے اس میں سڑاند پیدا نہیں ہوتی۔ اس لئے بادشاہوں کی لاشوں کو حنوط کرنے کے عمل میں زیتون کا تیل اہم کردار تھا۔ آج کل بھی ڈبوں میں بند مچھلیاں اسی تیل میں پیک ہو کر آتی ہیں اور کئی سال تک ان کا گوشت تازہ اور لذیذ رہتا ہے۔ قرآن مجید نے سورۃ النمل' النور' المومنون اور التین میں اس کی یہاں تک تعریف فرمائی کہ اس کو ایک مبارک درخت کا پھل قرار دیا۔ پھر اس کی عادات اور فوائد پر خصوصی غور و فکر و توجہ دینے کی تلقین فرمائی گئی۔

حضرت اسید الانصاریؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

(اس تیل کو کھاؤ اور لگاؤ کیونکہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے)

یہی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیہقی اور ابن ماجہ نے بیان کی ہے۔ تیل کی اہمیت کو اجاگر فرمانے کے بعد حضرت حلقمہ بن عامرؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

(تمہارے لئے زیتون کا تیل موجود ہے اسے کھاؤ اور لگاؤ یہ بواسیر میں فائدہ دیتا ہے)

احادیث میں زیتون کے تیل کو ستر بیماریوں کے لئے اکسیر قرار دیا گیا ہے۔ جن میں ہمارے موجودہ موضوع میں بواسیر اہمیت کی حامل ہے۔ بواسیر کا اہم ترین سبب پرانی قبض ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زیتون کا تیل نہ صرف یہ کہ قبض کو دور کرتا ہے بلکہ آنتوں کے دوران خون میں بہتری پیدا کرتا ہے۔ اس طرح آنتوں کے آخری حصہ میں جمع ہو کر مسے بنانے والے خون کو پھر سے گردش میں لا کر مسوں کا سبب دور کر دیتا ہے۔ ہم نے پرانی قبض کے مریضوں کو رات کو سوتے وقت ایک سے دو بڑے چمچے زیتوں کا تیل پلایا۔ اگر اس کے ساتھ کوئی اور کوشش نہ بھی کی گئی ہو تو اس کے باوجود اسی مقدار سے قبض دور ہو کر فراغت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ نبی ﷺ کی دوسری دواؤں کی طرح اسے خالی پیٹ استعمال کرنا بہترین فوائد کا باعث ہوتا ہے بعض لوگ تیل کے ساتھ دودھ یا چائے پسند کرتے ہیں جو کہ درست نہیں۔

تخم ریحان

قبض کے لئے اسبغول بڑی مشہور دوائی ہے۔ اور اب طب جدید میں یہ مختلف صورتوں میں بیرونی ممالک سے بھی آتا ہے۔ وہ فوائد جو اسبغول میں ہیں اس سے کہیں زیادہ ریحان میں ہوتے ہیں۔ حضرت ابی عثمان الہندیؓ بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

(جس کو ریحان پیش کیا جائے وہ انکار نہ کرے کہ یہ جنت سے آیا ہے)

انہوں نے اپنے پیارے نواسوں کو دنیا کے ریحان قرار دیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ اپنی عمدہ خوشبو کے ساتھ نہایت لطیف عمل کرنے والا ہے۔

قرآن مجید نے سورۃ الرحمان میں جنت میں ملنے والی بہترین چیزوں کو شمار میں لاتے ہوئے ریحان کو وہاں کا تحفہ قرار دیا۔ سورۃ الوقعہ میں اس کی خوشبو کو لطیف فرمایا گیا۔

کھانا کھانے کے دوران تخم ریحان کا آدھ چھوٹا چمچ اگر پانی کے ساتھ نگل لیا جائے تو یہ پیٹ میں جاکر پھولتا اور آنتوں میں حرکات پیدا کرکے قبض کو رفع کرتا ہے۔ ابتدا میں بعض مریضوں کو ایسی خوراک دن میں دو مرتبہ دی جاتی ہے۔ پھر مشاہدے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کون سے کھانے کے ساتھ ریحان کھانے سے مطلوبہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ہم نے نبی ﷺ کے ارشادات گرامی کو اپنے لئے مشعل راہ بنانے میں ہمیشہ رد و کد کی۔ لوگوں نے کبھی شہد کو گرم اور انجیر کو خشک بنایا لیکن باہر والوں نے ان کی اتنی قدر کی ہے کہ امریکہ کی ایبٹ کمپنی نے ایک نیا مسہل Fiberad کے نام سے پیش کیا ہے جو آٹے کی چھان اور اسبغول سے تیار کیا گیا ہے۔ انہوں نے حضرت ام ایمنؓ کی دعوت سے آٹے کی چھان کی اہمیت جان کر اس میں اسبغول ملا کر ستر روپے کا ڈبہ تیار کر لیا۔ جسے آج کل بڑی مقبولیت حاصل ہے۔

خلاصہ

اس وقت بازار میں طب جدید کی صرف چھ ادویہ قبض کے لئے ملتی ہیں۔ جن میں سے ایک سنامکی سے مرتب ہے جب کہ خالص انگریزی دوائی Dulcolax کی گولیاں ہیں۔ ان کے علاوہ اشتہاری دوائی فروٹ سالٹ مشہور ہے۔ امیما کے لئے Kleen کا بند ڈبہ یا بچوں کے لئے گلیسرین کی بتیاں ملتی ہیں۔

اسبغول کے مرکبات میں Siblin- Kanormal- Fiberad-

Visibilen -Isogel -Agiolax ملتے ہیں۔ ماہرین کی تازہ ترین رائے کے مطابق قبض کا علاج ادویہ کی بجائے غذا میں ریشہ دار اشیاء کے استعمال میں اضافہ (پھل اور سبزیاں) سے کیا جائے۔ آج کے تمام مشاہدات اور ایک ہزار سال کے تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نبی ﷺ نے قبض کے علاج میں جو ارشادات مرحمت فرمائے ہیں سائنس اپنی تمام تر کاوشوں کے باوجود ان کے برابر بھی نہیں آسکی۔ ان کے اہم نکات کا خلاصہ یہ ہے۔

○ کھانا وقت پر کھایا جائے۔

○ رات کے کھانے کے بعد جلد نہ سویا جائے اور پیدل چلا جائے۔

○ کھانے سے پہلے تربوز یا خربوزہ پیٹ کر صاف کرتا ہے۔

○ ناشتہ میں جو کا دلیا آنتوں کو صاف کرتا ہے۔

○ ریشے دار غذائیں کھائی جائیں جیسے کہ سبزیاں یا پھل۔

○ آٹا چھان کر نہ پکایا جائے کیونکہ اس کی بھوسی قبض اور دل کا علاج ہے۔

○ خشک انجیر کے 2-3 دانے ہر کھانے کے بعد کھانے سے نہ صرف قبض ختم ہو جاتی ہے بلکہ یہ بواسیر کا علاج بھی ہے۔

○ ان تمام کوششوں کے باوجود اگر قبض میں بہتری نہ ہو تو سب سے پہلے زیتون کا تیل استعمال کریں۔ یہ محفوظ اور مفید ہے۔

○ تمام ادویہ سے ٹھیک نہ ہونے والی قبض کے لئے سنا مکی استعمال کی جائے اس کے استعمال کے دیسی نسخے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ورنہ بازار میں ملنے والی Pursennid یا Seknokot کی دو گولیاں اس کا قابل عمل حل ہیں۔ اگر ان تمام کوششوں سے قبض دور نہ ہو یا اس کے ساتھ درد' سوزش یا بخار ہو تو ایسے میں آنتوں میں رکاوٹ یا اپنڈکس کا شبہ کیا جا سکتا ہے جس کے لئے خود علاج کرنے کے بجائے کسی مستند معالج سے رجوع کریں کہ یہ بیماریاں خطرناک ہو سکتی ہیں۔

کوئی مسلمان نکلو صفوں سے جن کے بازوؤں میں طاقت ہو' وہ مسلمان تلاش کرو جن کی تلواروں کی دھار آبدار ہو اور وہ عدل لاؤ اس ملک میں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا۔

بہت انتظار کیا ہماری دو پشتیں انتظار میں دنیا سے گزر گئیں۔ کیا چاہتے ہو کہ ہماری آنکھیں بھی نفاذ اسلام کی راہ دیکھتے دیکھتے پتھرا جائیں۔ انشاء اللہ اب ایسا نہیں ہوگا۔

نفاذ اسلام ..... اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے جرات رندانہ دے۔ اس ملک پر دین کی حکومت قائم فرمائے اور اتنی فرصت دے کہ ہم اس ملک پر دین کا نفاذ ہوتے ہوئے دیکھ سکیں۔

ضرورت اساتذہ برائے

صقارہ اکیڈمی دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

اردو۔ آرٹس اور سائنس کیلئے ماسٹر ڈگری یا متعلقہ مضمون کا تجربہ رکھنے والے ریٹائرڈ اساتذہ کی ضرورت ہے

تنخواہ اور دیگر مراعات

الف۔ تنخواہ حکومتی سکیل کے مطابق ب۔ فری سنگل رہائش بمعہ ہاؤس رینٹ

ج۔ اکیڈمی میس میں کھانے کی رعایتی سہولت د۔ ذاتی تربیت کا سنہری موقع

پرنسپل صقارہ اکیڈمی دارالعرفان' منارہ ضلع چکوال۔ فون۔ 0573-587399

مسلمان کون

یہ مضمون پڑھ کر قاری کی توجہ خود بخود پہلے اپنی ذات کی طرف چلی جاتی ہے کہ وہ خود کیا ہے پھر اپنے عزیز و اقارب اور ملنے والوں کی طرف پھر مذہبی اور سیاسی لیڈروں کی طرف اور کسی سے متعلق کوئی ابہام نہیں رہتا کہ کون کہاں کھڑا ہے۔ اپنے آپ کو پہچانئے' دوسروں کو پہچانئے آپ خود محسوس کریں گے کہ کرنے کا کام کیا ہے۔ اور اسے کہاں سے شروع کرنا ہے۔

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان' 17-10-97

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم○ واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لن جاء تم ایتہ لیومنن بھا ط قل انما الایت عنداللّٰہ وما یشعر کم لا انھا اذا جاء ت لایومنون○ ونقلب افد تھم والبصارھم کما لم یومنو ابہ اول مرۃ ونذر ھم فی طغیانھم یعمھون○

ساتویں پارے کے آخری رکوع کی آخری آیات ہیں ان آیات مبارکہ نے حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی عظمت اور آپ ﷺ کے ختم مرتبت ہونے اور ختم نبوت کے ایک اور پہلو کو اجاگر فرمایا ہے جب آپ ﷺ نے دعوت الی اللہ دی تو وہ علماً" اور عقلاً" جو وراثت علمی یہود ونصاریٰ کے پاس تھی اس پر پوری طرح منطبق ہوتی تھی اور سوائے ہٹ دھرمی کے کسی کے پاس اس کو مسترد کرنے کا کوئی جواز نہیں ہوتا تھا تو آخر ایمان نہ لانے کا انہوں نے ایک اور بہانہ ڈھونڈا ارشاد ہوتا ہے۔

واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم۔ "اللہ کی قسم کھاتے ہیں اپنے پورے یقین کے ساتھ" پہلی عجیب بات تو یہ ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوا ۃ والسلام پر ایمان نہیں لاتے' آپ ﷺ کی ذات کو نہیں مانتے لیکن اللہ کی قسم کھاتے ہیں گویا اللہ کو مانتے ہیں۔ پھر کیوں کافر ہیں جب اللہ کو مانتے ہیں۔ بات تو کفار کی ہو رہی ہے تو گذارش یہ ہے کہ اللہ کو ماننا انسان کی مجبوری ہے۔ کسی نام سے مانے' کسی حیثیت سے مانے۔ اسے کوئی نہ کوئی طاقت ماننا پڑتی ہے جو اس نظام کو چلا رہی ہے۔ اگر وہ بتوں کو مانے' دیوی' دیوتاؤں کو مانے' چھوٹے چھوٹے خداؤں کو مانے' پھر ان کے اوپر ایک بڑا' ایک بڑا' بالآخر کوئی ایک ایسا ماننا پڑتا ہے جس کے اوپر کوئی نہ ہو ورنہ تو تسلسل لازم آتا ہے وہ کہیں ختم ہی نہ ہو۔ تو عقلاً" ماننا پڑتا ہے وہ ماننا ماننا نہیں ہے بلکہ اللہ کو ماننا وہ ماننا ہے جیسا محمد رسول اللہ ﷺ منواتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ میں رب محمد ﷺ کو سجدہ کرتا ہوں یعنی اس رب کو جو نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے بتایا اور ہماری فقہ کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب آپ بچے کو اللہ کے بارے میں ایمان کا بتاتے ہیں تو اسے بتائیں کہ میں اس اللہ کو ویسا ہی مانتا ہوں جیسے حضرت محمد ﷺ منواتے ہیں۔ اپنے اندازے سے ماننا اپنی مرضی سے اس کی صفات مقرر کرنا وہ تو نہ ماننے کے برابر ہے۔ تو یہ جس اللہ کی قسمیں کھا رہے ہیں اسے وہ اپنے طور سے' اپنے انداز سے' اپنی عقل کے مطابق یا باپ دادا کے بتائے ہوئے طریقے پر مانتے ہیں۔ تو فرمایا! وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں جھد ایمانھم پوری قوت اپنے پورے ایمان کے ساتھ جیسا بھی ان کا ایمان ہے اپنے پورے ایمان کے ساتھ کہتے کیا ہیں؟

لن جاء تھم ایتہ لیومنن بھا۔ کہتے ہیں اگر کوئی واضح نشانی کوئی دلیل ہمیں مطمئن کرنے کے لئے آجائے تو ہم ایمان لے آئیں گے یعنی ان کا خیال یہ ہے کہ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی ذات بابرکات کے علاوہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے قرآن کے علاوہ آپ ﷺ کے ارشادات کے علاوہ کوئی اور دلیل آنی چاہئے ارشاد ہوتا ہے فرما دیجئے۔

قل انما الایت عند اللّٰہ۔ انہیں کہہ دیجئے کہ یہ میرا کام نہیں ہے نشانیاں لانا یا نہ لانا وہ نشانیاں کسی کو دکھائے یا نہ دکھائے یہ اس کا کام ہے اللہ کریم فرماتے ہیں

وما یشعر کم۔ لوگو! تمہیں کیا خبر ہے تم نہیں جانتے انھا اذا جاء ت لایومنون اگر کوئی ایسا نشان ظاہر بھی کر دیا جائے انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کی عظمت کی جو نشانی حضور ﷺ کی ذات ہے' ایسی کوئی دوسری نشانی نہیں ہے۔ سارے باقی حوالے آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ ہیں۔ قرآن بہت بڑا معجزہ ہے لیکن حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی ذات والا صفات کے ساتھ۔ دیگر معجزات یا دلائل حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی ذات کے ساتھ ہیں اب یہ جو مطالبہ کر رہے ہیں تو یہ حضور علیہ الصلواوالسلام کی ذات سے آگے نکل کر کر رہے ہیں تو فرمایا ایسے لوگوں کو جو آپ ﷺ سے آگے نکلنے کی کوشش کریں وہ تو ایمان کی سعادت ہی سے محروم ہو گئے توفیق ہی سے محروم ہو گئے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ ﷺ ہی اللہ کی

نشانی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نئی نشانی نہیں آئے گی لیکن اگر آبھی جائے تو انہیں ماننے کی توفیق نہیں ہوگی اس لئے کہ یہ آپ ﷺ سے اعراض کر رہے ہیں پھر کس کو مانیں گے۔ فرمایا جو آپ ﷺ کی عظمت سے منہ پھیرتا ہے' جو آپ ﷺ کے ارشادات سے منہ پھیرتا ہے' جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین سے منہ پھیرتا ہے جو آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب سے منہ پھیرتا ہے اور مزید کچھ چاہتا ہے اس کے علاوہ ونقلب افدتھم۔ ہم اس کے قلب کو الٹا دیتے ہیں افد قلب کا وہ حصہ جو لطیفہ قلب کہلاتا ہے جس میں معرفت الٰہی کے شعور کی استعداد ہے جو ایمان کی بنیاد واساس ہے فرماتے ہیں ہم اس کا وہ افد ہی الٹ دیتے ہیں یعنی جو باعث ایمان تھا وہ باعث کفر بن جاتا ہے اس کا اثر بدل جاتا ہے والبصارھم۔ ان کی نگاہیں بھی الٹ دیتے ہیں انہیں حق' باطل نظر آتا ہے اور باطل' حق نظر آنے لگتا ہے یہ سزا ہے آپ ﷺ کے ختم نبوت کو نہ ماننے کی۔ قرآن حکیم نے فیصلہ دے دیا کہ آپ ﷺ کے بعد اگر کوئی کسی نئی نبوت کا طالب ہے' کوئی کسی نئی کتاب کا طالب ہے' کوئی کسی نئے نظام کا طالب ہے' کوئی کسی نئی بات کا طالب ہے' کسی نئے معجزے کا طالب ہے حضور ﷺ کی ذات بابرکات سے بڑھ کر تو فرمایا کوئی ایسی بات نہیں ہوگی۔ ہاں اللہ قادر ہے چاہے تو کر دے لیکن کوئی ایسی بات نہیں ہوگی اور اگر ہو جائے تو ان لوگوں کو ایمان نصیب نہیں ہوگا اس لئے کہ ان کی استعداد ہی غارت ہوگئی۔ ان کا قلب الٹ گیا' ان کی بصارت الٹ گئی اور وہی حال جس طرح آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے اس طرح پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

کفار اللہ کی قسم کھاتے ہیں پورے یقین کے ساتھ تو گویا اللہ کو مانتے ہیں۔ پھر کیوں کافر ہیں جب اللہ کو مانتے ہیں

ونذرھم فی طغیانھم یعمھون اور ایسے لوگوں کی آپ ﷺ قطعی پراہ نہ کیجئے گا۔ انہیں اپنی گمراہی میں بھٹکنے دیجئے' تباہ ہونے دیجئے' آپ ﷺ ان کی پرواہ کرنا چھوڑ دیں۔ یہ جواب ارشاد ہو رہا ہے ان مشرکین مکہ کو یا ان یہود ونصاریٰ کو جو عہد نبوی ﷺ میں یہ کہہ رہے تھے کہ آپ ﷺ کی باتیں درست ہیں آپ ﷺ کی بات صحیح ہے لیکن کوئی ایسی نشانی جو ہمیں مطمئن کرنے کے لئے کافی ہو' کسی ایسی بات کا ظہور ہونا چاہئے گویا آپ ﷺ کی ذات پر اعتبار کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور دلیل ہونی چاہئے تو ایسے لوگوں سے میں توفیق ایمان بھی سلب کر لیتا ہوں اور انہیں ایسی سزا دی جاتی ہے کہ ان کی نظر ہی الٹ جاتی ہے جو غلط ہے وہ انہیں صحیح نظر آتا ہے جو صحیح ہے وہ انہیں غلط نظر آتا ہے۔

اب آپ دیکھ لیجئے ہمارے اپنے ہاں ہم بحمد اللہ مسلمان کہلاتے ہیں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ نہ صرف ہم پڑھتے ہیں' ہمارے حکمران بھی پڑھتے ہیں سیاست دان بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن جب بات نظام کی آتی ہے تو وہی شخص جو عمرے پر جاتا ہے' جو حج پر جاتا ہے' جو مسلمان کہلاتا ہے' جو نمازیں پڑھتا ہے' وہ کہتا ہے کہ جو نظام حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے دیا ہے وہ قابل عمل نہیں ہے یعنی کوئی اور نظام کوئی اور اس میں ترمیم' کوئی تجدید تو کافروں کے اس مطالبے میں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ارشادات کے علاوہ کوئی چیز ہونی چاہئے اور آج کے اس مسلمان کے دعوے میں کہ حضور ﷺ کے ارشادات کے علاوہ کوئی چیز ہونی چاہئے' کیا فرق ہے۔ اب اس کی سزا کا اندازہ کیجئے! اللہ کریم فرماتے ہیں ان کے دل الٹ دیتا ہوں' ان کی نگاہ بدل دیتا ہوں۔ اسی طرح یہ دیکھئے یہ کہنے والے حکمران کہتے ہیں اسلام کی سزائیں تو وحشیانہ ہیں اور وہ جو مروجہ یورپی عطا کردہ نو آبادیاتی نظام ہے اس کی سزائیں مناسب ہیں۔ یعنی جو حق ہے انہیں باطل نظر آتا ہے اور جو باطل ہے اس کے حق ہونے پر اصرار کر رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ ایک بات تھی کہ ہم نظام اسلام نافذ نہ کرتے نہ اپناتے لیکن یہ اقرار کرتے رہتے کہ حق یہی ہے ہم اس کی برکات سے محروم ہیں اور جو ہم کر رہے ہیں وہ غلط ہے یہ ایسا نہیں کہتے۔ وہ کہتے ہیں وہ تو صحیح نہیں ہے' قابل عمل ہی نہیں ہے۔

اگلے دنوں ڈاکٹر جاوید اقبال کا بیان تھا کہ ہم آدھے مسلمان رہ گئے ہیں اور آدھے کافر رہ گئے ہیں اب علماء کو چاہئے کہ نکاح طلاق خرید وفروخت اور وراثت وغیرہ کے جو معاملات ہیں ان کے جو پرانے طریقے ہیں ان پر اجتہاد کرکے ان میں کوئی ترمیم کریں یہ اجتہاد کی نئی تفسیر اپنے ریٹائر چیف جسٹس کی زبانی سنی ہے۔ اجتہاد کا مفہوم تو یہ ہے کہ ان حدود کے اندر رہ کر جدوجہد اور محنت کرکے حق تلاش کیا جائے جو حضور علیہ السلام نے عطا فرمائے ہیں اور یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ قرآنی فیصلوں میں کوئی ترمیم کی جائے' آیات کو بدلا جائے' ان کے احکام کو بدلا جائے اور زمانے کے مطابق ڈھالا جائے' کیوں؟ آخر اتنا پڑھا لکھا انسان' اتنا قابل انسان چیف جسٹس ریٹائرڈ ہوا پنجاب کا' پھر سپریم کورٹ کا جج بھی رہا۔ وہی بات کہ نگاہ الٹ گئی باطل حق نظر آتا ہے اور حق باطل نظر آتا ہے۔ دل بدل گیا اس میں حق قبول کرنے کی استعداد ہی نہیں۔ بس وہ جھک مار رہا ہے کوئی کہیں کی' کوئی کہیں کی۔ اسے خود نہیں پتہ کیا ہانک رہا ہے۔ یعنی کردار بھی وہی ہے اور اس پر مرتب ہونے والی سزا بھی

وہی ہے جو ان لوگوں کو ان مشرکوں کو دی گئی جنہوں نے حضور ﷺ کے علاوہ کوئی نشان طلب کیا تو اللہ نے فرمایا اگر کوئی ایسی بات ہو بھی تو تمہیں ایمان کی توفیق نہیں ہوگی اس لئے کہ میں تمہارے دل بھی الٹ دوں گا تمہاری نظر بھی بدل دوں گا۔ تو یہی حال یہی سزا یہاں بھی مرتب ہو رہی ہے۔

دنیا میں جتنے بھی نظام ہائے حیات مروج ہیں ان میں نکاح اور طلاق کے معاملے میں سوائے اسلام کے دوسرا کوئی نظام بھی اس وقت صحیح انداز سے چل نہیں رہا۔ خود اپنی موت مر رہے ہیں جب تک انسان رسومات کا پابند تھا' علوم سے بے بہرہ تھا' سنی سنائی پر عمل کرتا تھا' تب تک تو مختلف نظام چلتے رہے' لوگ اندھا دھند مانتے رہے۔ اب جب لوگوں کی نگاہ کھلی' دنیا کے حالات سامنے آئے تو لوگوں میں ایک شعور آگیا کہ یہ تو زیادتی ہو رہی ہے ہمارے ساتھ تو وہ نظام اپنی موت آپ مر رہے ہیں اور یہ ڈاکٹر صاحب تجویز کر رہے ہیں کہ یہ نہ مٹنے والا نظام جو ہے اس کو بدل دیا جائے۔ نگاہ کا الٹنا یا قلب کا پھرنا اور کسے کہیں گے آپ۔ اور یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ فرماتے ہیں توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوگی اور اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرماتے ہیں

ونذرھم فی طغیانھم یعمھون○- انہیں اپنی گمراہی میں بھٹکنے دیجئے۔ اس سے بڑی سزا کا کوئی تصور ہی نہیں ہے کہ ذات باری کسی کو ایسا محروم کر دے کہ اپنے نبی رحمت ﷺ کو بھی منع فرما دے کہ اس کی آپ پرواہ نہیں کیجئے' اسے جانے دیں جدھر جاتا ہے' مرنے دیں جس گھاٹی میں گر کر مرتا ہے اور ہلاک ہونے دیں جس ہلاکت کی نذر ہوتا ہے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال نے کہا کہ علما کو چاہئے کہ نکاح' طلاق' خرید و فروخت اور وراثت وغیرہ کے جو معاملات ہیں' ان کے جو پرانے طریقے ہیں ان پر اجتہاد کرکے ان میں کوئی ترمیم کریں

دراصل بات یہ ہے کہ کسی بھی معاملے میں رائے دینا بھی آسان ہوتا ہے اور دوسروں کی سزائیں تجویز کرنا بھی آسان کام ہے۔ فتوی دینا بھی کوئی مشکل بات نہیں ہے حق یہ ہے کہ اسی قانون کو اگر اپنی ذات پر لاگو کرکے دیکھا جائے تو معاملہ پھر سمجھ میں آتا ہے کہ کیا میں خود ختم نبوت کا قائل ہوں۔ کیا اگر میرے بس میں ہو اللہ مجھے توفیق دے تو میں اسلام کو سب پر فضیلت دوں یا جہاں تک میرا اقتدار و اختیار ہے اپنی ذات پر' اپنے ماحول پر' اپنے گھر پر' اپنے معاملات پر' کیا وہاں تک میں اپنی بھرپور کوشش کرتا ہوں کہ اسلام کے مطابق عمل کروں۔ اگر یہ توفیق نصیب ہے تو یہ دلیل ہے مسلمان ہونے کی اور اگر اپنی عملی زندگی میں یہ توفیق نہیں ہے بلکہ حیلے بہانے سے ہم بھی کفر کے ساتھ سمجھوتہ کرتے ہیں اور انہی کافرانہ اداؤں پر عمل کرکے زندگی گزار رہے ہیں تو پھر ہمیں سوچنا پڑے گا کہ کیا ہم مسلمان ہیں بھی یا نہیں ہیں۔ دنیا میں کیا ہوتا ہے انقلاب آتا ہے یا نہیں ملک میں کیا ہوتا ہے کوئی مثبت تبدیلی آتی ہے یا نہیں یہ بات بعد کی ہے سب سے پہلے کی بات تو یہ ہے کہ میرے اپنے کردار میں یا مثبت تبدیلی ہے اور بڑا ہی خوش نصیب ہے وہ جسے یہ توفیق مل جائے کہ وہ اپنا محاسبہ خود کرے عموماً" ہر آدمی کے اپنے اندر ایک مفتی بیٹھا ہوتا ہے ایک جج بیٹھا ہوتا ہے اس کے اپنے اندر ایک عدالت ہے اور اس عدالت سے وہ اپنی مرضی کے فیصلے لیتا رہتا ہے۔ آپ اگر کسی ڈاکو سے پوچھیں تو اس کے پاس ڈاکے کا جواز ہوگا۔ اس کی اپنی عدالت نے فیصلہ دیا ہوگا کہ یہ ڈاکہ ڈالنا چاہئے۔ کسی نے سربازار کتنے لوگوں کو قتل کر دیا آپ اس سے بات کریں تو اس کے پاس جواز ہوگا اس نے گھڑ رکھا ہوگا یہ جو فیصلے ہم کرتے ہیں یہی فیصلے ہماری عملی زندگی پر اس دنیا میں لاگو ہوتے ہیں تو کیا ہمارے اندر کی جو عدالت ہے وہ یہ فیصلہ ہمیں دیتی ہے کہ اس فیصلے کا اختیار مجھے نہیں محمد رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ جو فیصلہ آپ ﷺ نے فرما دیا میرا کام اس پر عمل کرنا ہے اس میں جرح قدح کرنا نہیں ہے' اس کی صورت تبدیل کرنا نہیں ہے' حیلے بہانے کرنا نہیں ہے۔ پھر تو بحمد اللہ مقام شکر ہے کہ ہمیں ایمان نصیب ہے' اسلام نصیب ہے اور اگر ہمارے دل کا فیصلہ یہ ہے کہ یار باقی دنیا بھی گزارا کر رہی ہے تو ہم بھی گزارا کریں گے' ان کے ساتھ جیسے اور لوگ بس رہے ہیں ویسا ہم بھی بسیں تو پھر معاملہ مشکل ہو جائے گا۔

قرآن حکیم مختلف لوگوں کی دنیا سے رخصت ہونے اور موت کے حالات اور کیفیات بیان فرماتا ہے تو کفار کے بارے ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتہ سوال کرتا ہے فیم کنتم- بھئی کیا جھک مارتے رہے ہو تم؟ اللہ نے تمہیں زندگی دی عقل و شعور دیا توفیق دی صحت دی جوانی دی اور یہ تم کیا جھک مارتے رہے ہو۔ ساری زندگی کفر کی نذر کر دی تو وہ کہتے ہیں کنا مستضعفین فی الارض- ہم تو کمزور لوگ تھے اور جہاں ہم بستے تھے' جس ملک میں ہم تھے' جس آبادی میں' جس قریے میں تھے وہاں کے بڑے بڑے یا طاقتور لوگ جس راستے پر چلتے رہے ہم پیچھے چلتے رہے' ہم تو کمزور لوگ تھے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ تو فرمایا! وہ فرشتے جو موت کے ہیں اسے جواب دیتے ہیں الم تکن ارض اللہ واسعتہ- کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی لم تھاجروا فیھا- ارے ان گھروں کو آگ لگاتے' ان کو چھوڑ کر بھاگ جاتے جن گھروں میں کفر کے ساتھ سمجھوتہ کرکے رہنا پڑتا ہے' ان گھروں کو' ان علاقوں

کو' اس ملک کو چھوڑ کیوں نہیں دیا۔ اللہ کی زمین تو وسیع تھی کہیں ایسی جگہ چلے جاتے جہاں دین پر عمل کرنا آسان ہوتا اور اگر کہتے ہو گھر چھوڑنا مشکل ہوتا ہے تو آج پھر گھر میں رہ کر دکھاؤ گھر تو چھوڑنا پڑے گا آج تم چھوڑ کر جا رہے ہو موت لے کر جا رہی ہے تو موت سے پہلے اپنی پسند سے اس گھر کو چھوڑ دیتے' اس شہر کو چھوڑ دیتے' اس ملک کو چھوڑ دیتے جس میں کفر کے ساتھ سمجھوتے کر کے زندگی گزارنا پڑتی ہے تو اسے چھوڑ دیا ہوتا۔

اب معاملہ الٹا کیسے ہے۔ فرشتے یہ کہہ رہے ہیں کہ جہاں اسلام کے ساتھ' ایمان کے ساتھ حسن عمل کے ساتھ رہنا دشوار تھا' وہ جگہ چھوڑ دیتے اب معاملہ الٹا کیسے ہے اور عذاب الٰہی کیسے آتا ہے کہ اس ملک میں آپ مزدوری کر کے حلال کما سکتے ہیں آپ نہ چاہیں تو آپ پھر سود کے پیسہ رکھ سکتے ہیں۔ آپ جانور زندہ خرید کر خود ذبح کر کے حلال کر سکتے ہیں۔ لیکن یورپ میں' امریکہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی پتہ ہی نہیں کہ حلال حرام ہوتا کیا ہے۔ چونکہ وہاں سو میں سے نوے فیصد گوشت کا حصہ جو ہے وہ خنزیر کا کھایا جاتا ہے پھر بے شمار چیزیں جو آپ کو دکان سے ملتی ہے کیک بسکٹ ملتا ہے تو خنزیر کی چربی استعمال کرتے ہیں جوتا ملتا ہے تو اس میں خنزیر کا چمڑا استعمال کیا ہوا۔ برش ملتا ہے تو خنزیر کے بال اس میں ٹھونسے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے یہ دیکھا کہ وہ سیب پر خنزیر کی چربی مل کر اسے چمکا کر رکھ دیتے ہیں کہ اس سے اس میں شائنگ رہتی ہے۔

غلامی یہودیوں کی' عیسائیوں کی' کافروں کی' کھانا ان کے جھوٹے برتنوں میں اور میں نے دیکھا ہے ان کے جہاز جو ہفتہ ہفتہ سمندر میں رہتے ہیں کوئی پتہ نہیں مرد کس کا ہے بیوی کس کی ہے عورتیں مرد اس میں سوار ہو جاتے ہیں شراب پیتے ہیں بدکاری کرتے ہیں اور ہفتے بعد ساحل پر آ کے لگتا ہے اور وہ شراب پی پی کے قے کرتے ہیں پیشاب کرتے ہیں مدہوش ہوتے ہیں برائی کرتے ہیں تو سارے ڈک بھرے ہوئے ہوتے ہیں غلاظت سے میں نے پاکستانیوں کو دیکھا ہے کہ وہ ان جہازوں کو دھونے پر ملازم تھے یہ ہے اللہ کی سزا اور نظر بدل جاتی ہے دل بدل جاتے ہیں۔ جہاں حلال اگر بندہ چاہے تو میسر ہے ہزار خرابی کے باوجود۔ وہاں آپ مرغی خرید کر ذبح نہیں کر سکتے قانوناً" جرم ہے آپ کو وہیں سے خریدنی پڑے گی جو ذبح کر کے دیتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ذبح کرتا کوئی نہیں اور جو کرتا ہے وہ دو چھریاں نہیں بناتا کہ خنزیر کے لئے اور مشین ہو اور گائے کاٹنے کے لئے اور مشین ہو ایک ہی مشین میں سب کاٹتے ہیں۔ وہ جہازوں میں جب ہم سفر کرتے ہیں کہتے ہیں جی آپ کے لئے ہم نے ویجیٹینین کھانا یعنی بغیر گوشت کے کھانا بنایا ہے ہمیں نوٹ کرایا گیا تاکہ یہ گوشت نہیں کھائیں گے میں نے کہا جی آپ نے بنائی تو سبزی ہے لیکن انہی برتنوں میں بنائی ہوگی جن میں پہلے خنزیر پکایا ہے انہی ہاتھوں نے بنائی ہوگی جنہوں نے خنزیر پر پکایا ہوگا۔ انہی لوگوں نے بنائی ہوگی جو خنزیر کھاتے ہیں پھر سبزی ابالی تو کیا ابالی ہمیں معاف ہی کریں ہم بغیر کھائے پیئے گزارا کر جائیں گے تو وہ بڑے حیران ہوتے تھے کہ سات سات گھنٹے کی فلائٹ ہے' اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کی فلائیٹ ہے' آپ اٹھارہ گھنٹے کچھ نہیں کھائیں گے' ہم اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے روزہ رکھ لیتے ہیں ہمیں کوئی نہیں فرق پڑتا۔

ہم حکمرانوں پر تنقید تو کرتے ہیں لیکن اصل بات فکر کی یہ ہے کہ ہمارا اپنا حال بھی بڑا پتلا ہے

تو مزاج یا دل اس طرح بدلتا ہے نظر اس طرح بدلتی ہے کہ اب ہر مسلمان یہ چاہتا ہے کہ میں اگر نہ جا سکوں تو میرا بیٹا چلا جائے۔ وہاں سے دولت لے آئے' کھانے کو بے شک حرام ملے' بدکاری کرے' برائی کرے' شراب پیئے' جو جی چاہے کرے لیکن دولت لے آئے یہ ہوتی ہے نگاہوں کی تبدیلی۔ حکمرانوں کی بات تو الگ ہے ہم حکمرانوں پر تنقید تو کرتے رہتے ہیں لیکن اصل بات فکر کی یہ ہے کہ ہمارا اپنا حال بھی بڑا پتلا ہے۔ خود اپنی حالت بھی ایسی ہے کہ یوں نظر آتا ہے جیسے ہم پر اللہ کا عذاب مسلط ہے اور یہ عذاب کیوں مسلط ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جو فیصلے حضور علیہ الصلواۃ والسلام فرمائے ہم ان سے بڑھ کر دوسروں کے فیصلوں پر عمل کر کے زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ یہ بظاہر تو شاید ہماری نظر میں ہلکی سی بات نظر آتی ہے اس لئے کہ ہماری نظریں بدل گئی ہیں۔ عنداللہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ فرمایا ان کو میں توبہ کی توفیق بھی نہیں دیتا۔

گناہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک ہوتا ہے کہ آدمی جان بوجھ کر عملاً" ارادتاً" گناہ کرتا ہے دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ناواقفیت کی بنا پر' لاعلمی کی بنا پر اس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ گناہ زہر ہے علمائے حق کا ارشاد ہے کہ زہر ارادتاً" کھالو یا زہر بھول کر کھالو زہر تو زہر ہے وہ تو اپنا اثر دکھائے گا۔ ہاں اگر بھول کر کھانے والے میں خلوص ہے' اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ اسے خلوص ہے اور اگر کوئی اسے بتا دیتا تو وہ یقیناً" ایسا نہ کرتا تو اسے فرماتے ہیں پھر زہر ہضم نہیں ہوتی اسے قے ہو جاتی ہے اسے گناہ ہضم نہیں ہوتا' اس پر کوئی بیماری آجاتی ہے کوئی مصیبت آجاتی ہے جو توبہ کا سبب بن جاتی ہے۔ خلوص ضائع نہیں جاتا۔ لاعلم ہے' نہیں جانتا' لیکن دل میں خلوص ہے' اللہ کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ' اللہ کے دین' اللہ کی کتاب کے ساتھ تو غلطی سے کسی گناہ میں گرفتار ہو گیا تو فرمایا وہ زہر اسے ہضم نہیں ہوگا۔ پیچش لگ جائیں گے' قے آجائے گی اور زہر نکل جائے گا۔ کوئی بیماری آجائے گی' کوئی مصیبت آجائے گی وہ توبہ کرے گا' تلاش کرے گا کہاں

غلطی ہوئی اور اللہ توبہ کی توفیق دے دیں گے۔ یہ اس خلوص کی وجہ سے ہے جو اسے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے ساتھ ہے اور اگر خلوص نہیں ہے تو پھر وہ زہر ہضم ہو جائے گا پھر اسے کچھ نہیں ہوگا اور جسے زہر ہضم ہو جاتا ہے وہ مرجاتا ہے وہ بچتا نہیں۔ زہر کا ہضم ہو جانا موت کی دلیل ہوتا ہے۔ تو گناہ کرکے اگر گرفت نہ ہو یا گناہ کرکے خوشی محسوس ہو' گناہ کرکے لذت محسوس ہو یا گناہ کرکے فخر محسوس ہو' آپ نے دیکھا ہوگا ایسے لوگوں کو جو قتل کرکے فخر کرتے ہیں' ڈاکہ ڈال کر فخر کرتے ہیں' برائی کرکے اکڑتے ہیں اور اپنا اسے اعزاز سمجھتے ہیں کہ میں نے اتنے لوگوں کے ساتھ زیادتی کی' میں نے اتنے لوگوں کے پیسے کھالئے' اتنے لوگوں کی عزت چھین لی' یہ ہوتا ہے زہر کے ہضم ہو جانے کی دلیل اور وہ مرجاتے ہیں یعنی ان کا ایمان ختم ہو جاتا ہے اور سزا ایسی سخت ملتی ہے کہ توبہ کی توفیق بھی نہیں ملتی ہم نے عندالموت ایسے لوگوں کو بھی دیکھا کہ جن کے منہ سے ہائے ہائے نکل رہی تھی سرہانے بیٹھے ہوئے لوگوں نے کہا بھائی تکلیف ہے یہ تو نظر آرہا ہے لیکن تمہارا وقت قریب ہے ہائے ہائے کی بجائے اب توبہ توبہ کرو۔ کہنے لگا یہ لفظ میری زبان پر آتا ہی نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے منہ سے یہی لفظ نکلے لیکن ہائے نکلتی ہے یہ لفظ زبان پر ہی نہیں آتا اور ایسے لوگوں کو بھی موت کے دروازے پر دیکھا کہ کسی نے کہا کہ پانی کا ایک گھونٹ لے لو کیونکہ گلے سے خرخر کی آواز آرہی تھی تو کہنے لگ مجھے باتوں میں نہ لگاؤ مجھے اللہ اللہ کرنے دو اور تم بھی باتیں نہ کرو جو میرے پاس بیٹھے ہو تم بھی اللہ اللہ کرو۔ پانی میں نہیں لوں گا اس لئے کہ میرے حصے کا دانہ پانی ختم ہو چکا ہے میں اپنا لے چکا ہوں اور میرے پاس چند لمحے ہیں وہ مجھے اللہ کی یاد میں بسر کرنے دو اور تم جو پاس بیٹھے ہو تم بھی اللہ اللہ کرو۔ ایک شخص نے کہا چارپائی اندر پڑی تھی کمرے میں کسی ایک نے کہا کہ باہر فضا مزے دار ہے اسے اٹھا کر باہر لے جاؤ۔ اس نے کہا نہیں مجھے مت چھیڑو جب میں مرجاؤں گا تو جہاں جی چاہے اٹھا کر لے جانا۔ ایسے سکون سے' اس اطمینان سے اور اس انداز سے ایک بندہ جا رہا ہے جیسے وہ کسی بس پر بیٹھ کر اپنی مرضی سے کہیں جا رہا ہو اور دوسرا ایسی مصیبت میں گرفتار ہے اور وہ توبہ کرنا چاہتا ہے اس کے منہ سے توبہ کا لفظ ہی نہیں نکلتا۔

فرعون نے کہا تھا وقت غرق جب غوطے آئے سمندر کے نمکین پانی کے تو اس نے کہا میں توبہ کرتا ہوں اور میں ایمان لاتا ہوں میں موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کے خدا کے ساتھ امنت برب موسیٰ وہارون۔ اللہ کریم نے فرمایا الئن وقد کنت من الکفرین۔ اب' اب مانتا ہے اور مفسرین لکھتے ہیں کہ جبرائیل امین کو حکم ہوا کہ اس کے منہ پر کیچڑ تھوپ دو اس کے منہ سے دوبارہ توبہ کا لفظ نہ نکلے' میرا نام نہ آئے۔ محاورہ ہے کیچڑ تھوپ دینا مفہوم یہی ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق سلب ہو جائے کہ یہ لفظ پھر اس کی زبان پر آنہ سکے۔ تو ہم نے اسی معاشرے میں ایسے لوگوں کو دیکھا جنہیں توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہو رہی تھی وہ ان لوگوں میں سے تھے جو نمازیں پڑھتے تھے دین کو مانتے تھے لیکن عملی زندگی میں انگریزی اور جدید تہذیب کے دلدادہ تھے اور اس کو صحیح سمجھتے تھے نماز روزے کے علاوہ وہ کہتے تھے کہ اسلام کے پاس مسائل کا جواب نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے اور جو بڑے مزے سے جا رہے تھے ان پڑھ تھے' کاشتکار تھے' سادہ تھے' باریکیاں نہیں جانتے تھے لیکن صدق دل سے اس بات کو مانتے تھے کہ حق وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے بتایا' بات صرف اس یقین کے فرق کی تھی۔

ہمارے گرد روزمرہ موت کا فرشتہ اپنا کام کرتا ہے اگر ہمیں اللہ شعور دے اور ہم جانے والوں کی کیفیت اس نظر سے دیکھیں جس طرح میں عرض کر رہا ہوں تو یہ فرق ہمارے سامنے یہاں آجائے یہیں خبر ہو جائے تو میرے بھائی ختم نبوت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے ارشادات' آپ ﷺ کی نبوت' آپ ﷺ کی رسالت اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی کتاب کے بعد کسی نئی ہدایت یا کسی نئے معجزے یا کسی نئی دلیل یا کسی نئے نظام کی کوئی توقع اور آرزو نہ رکھے اور آج کل تو اس پر قائم رہنا بھی دشوار ہو رہا ہے۔ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی ذات بابرکات کی برکات میں سے یہ پہلی اور آخری بات ہے کہ سارے کا سارا مدار حضور ﷺ کی ذات پر رکھے' ہونے والی خطاؤں سے اللہ توبہ کی توفیق دے دے گا۔ اس کی رحمت وبخشش وسیع ہے لیکن اگر اعتماد کے اعتبار سے یہاں دھوکا کھا گیا اس کے بچنے کا کوئی سبب نہیں ہے جب کہ ہمارا معاشرہ اپنی ساری روانی اور سارے زور کے ساتھ آج اللہ ہمیں معاف کرے اس راستے پر چل نکلا ہے کہ ارشادات نبوی ﷺ' احکام قرآن کریم اللہ جل شانہ کے دیئے ہوئے قوانین اور نظام قابل عمل نہیں اور دکھ کی بات یہ ہے کہ اس طرح کے بکواس جو کرتا ہے اسے ہم دانشور کہتے ہیں۔

بریں عقل ودانش بباید گریست۔ اگر یہ دانش ہے تو پھر اس پر ماتم کیا جانا چاہئے۔ اس پر رونا چاہئے تو میرے بھائی اللہ کریم توفیق عطا فرمائے' یہ کتاب آخری کتاب ہے' اس کا دیا ہوا نظام آخری نظام ہے' اس کا دیا ہوا ہر حکم ناقابل تنسیخ ہے' ناقابل ترمیم ہے' کسی کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسے پورے خلوص کے ساتھ ماننا بھی ہوگا اور حسب توفیق اسے منوانا بھی ہمارے فرائض میں ہے۔

لیظھرہ علی الدین کلہ (الفتح-28) دنیا کے تمام نظاموں پر اس نظام کو غالب کرنا یہ ہر مومن کی ذمہ داری ہے کہ اس کے لئے جتنی اللہ نے اسے توفیق دی ہے اتنی محنت کرے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا!

میانہ روی اختیار کرنے والا کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

کلام شیخ

ذرا سنتی جا اے باد صبا جب ارض حرم سے گزرے تو
وہاں عرض میری پہنچا دینا جہاں رحمت عالم رہتے ہیں

ہو گا وہاں گنبد خضرا بھی، دیکھے گی نور کا دریا بھی
ذرا نظروں کو سمجھا لینا وہاں رحمت عالم رہتے ہیں

تھم جانا ان کی چوکھٹ پر وہ بارگاہ عرش سے نازک تر
بھر لینا نور سے جھولی وہاں کرم کے دریا بہتے ہیں

وہ حامد ہیں محمود بھی ہیں وہ اللہ کے محبوب بھی ہیں
رب آپ کرے تعریف ان کی ان کو ہی محمدؐ کہتے ہیں

کھو گئی دلوں سے یاد تیری وہاں لے جا یہ فریاد میری
آجائیں تیری یادیں واپس ہم راہیں تکتے رہتے ہیں

ہو جائے مداوا سب غم کا سینہ ہو روشن مسلم کا
چل نکلیں تیری راہوں پر ورنہ تو بھٹکتے رہتے ہیں

انہیں صدق وعدالت بھی ہو عطا، عثمان کی وراثت دو آقا
دے قلب وجگر انہیں حیدر کا، جہاں نور برستے رہتے ہیں

یہ چاروں سوتے مل جائیں، پھر پھول چمن میں کھل جائیں
یہ آب حیات عطا کر دیں، ہم اس کو ترستے رہتے ہیں

ورنہ یہ لوگ گئے جگ سے، یہ نام بھی تیرا لے نہ سکے
پس خوردہ کھائیں کافر کا، یہ خود کو تیرا کہتے ہیں

کہہ دے کبھی تو اپنا ان کو، کچھ ہوش آئے آقا ان کو
اس دلدل کو پہچان سکیں، جس میں یہ پھنسے رہتے ہیں

ہو حاصل پھر سے دولت دیں، زندہ ہوں پھر ایمان ویقیں
چنگل سے نکلیں کافر کے، یہ اس میں پستے رہتے ہیں

گئی عزت ان سے، نام گیا اب جان گئی ایمان گیا
خون ان کے پانی کی مانند ہر ملک میں بہتے رہتے ہیں

سیماب بھی ان کے خادم ہیں، یہ آخر آپ کی امت ہیں
یہ ان کو واپس لانے کے سب حیلے کرتے رہتے ہیں

سیماب اویسی

نچ کے رہنا

اس مضمون کے بہت سے مندرجات سے ادارہ متفق نہیں ہے اس کے باوجود یہ مضمون اس لئے شامل اشاعت کیا گیا ہے تاکہ یہ حقیقت مزید واضح ہو جائے کہ مقتدر طبقہ بھی موجودہ نظام سے نالاں ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ اس مضمون کا اسی تناظر میں مطالع فرمائیں۔

پیر سید محمد بنیامین رضوی

این جی اوز کا جوں جوں یوم حساب قریب آرہا ہے توں توں مجھ پر الزام اور گھٹیا کردار کشی بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ جب میں نے آج سے تقریباً" چار ماہ قبل یہ سلسلہ شروع کیا تو یار بادشاہوں نے کہا تھا کہ تم "زہریلی مکھیوں کے جس چھتے" کو ہاتھ ڈال رہے ہو' یاد رکھنا پھالیہ سے لاہور اور لاہور سے امریکہ تک انہوں نے تمہارا پیچھا کرنا ہے۔ قومی اخبارات گواہ ہیں کہ اس پر کارٹون بھی شائع ہوئے' میرے دوست نے کہا خیال رکھنا تمہیں کسی "حدود" کے کیس میں نہ ملوث کر دیں۔

پہلے تو میں نے اس کو مذاق سمجھا مگر یہ سب کچھ حقیقت بن کے سامنے آرہا ہے مگر میں سوچتا ہوں کہ اللہ رب العزت تو دلوں کے حال جانتا ہے۔ میں ہر وقت دعا کرتا ہوں اے رب مجھ ناچیز سے اس ملک کے لئے کوئی کام لے لے۔ زندگی کے چند دن چلو آئندہ نسل کے لئے کچھ ہو جائے تاکہ بخشش کا سامان پیدا ہو جائے تاکہ قبر کو "جوتیاں" نہ پڑیں۔ اس نیت سے میں حلقہ سے وزارت تک کام کرتا ہوں۔ سیاست عبادت سمجھ کر کرتا ہوں۔ میرے حلقہ میں میری کوئی برادری نہیں میرے والد کے عقیدت مند اور مسلم لیگ مل کر مجھے کامیاب کراتے ہیں' دونوں قوتیں نہ ہوں تو سیٹ پیپلزپارٹی جیت جاتی ہے۔ 1988ء سے 1997ء تک تمام انتخابات میں اس حلقہ سے مسلم لیگ نے کامیابی حاصل کی۔ جس میں ہم باپ بیٹا امیدوار تھے' وگرنہ دوسرے لیگی امیدوار ہارتے رہے ہیں۔ مڈل کلاس سے تعلق ہونا اور دولت کا نہ ہونا ہمیشہ میرا جرم رہا ہے۔ یہاں بڑے بدکردار بھی ہوں تو کوئی انگلی نہیں اٹھاتا جو ایسے غریب گھرانوں کے نوجوان اپنی محنت اور قربانیوں سے آگے آجائیں تو ان کا ہر اچھا کام' ان کی عزت واحترام اور مرتبہ کبھی کسی کو ایک آنکھ نہیں بھایا۔ کبھی کبھی یہ سوچ بھی آتی ہے کہ میں اس فیلڈ میں مس فٹ ہوں' مگر ساتھ ہی اسے گناہ سمجھتے ہوئے پھر جہاد پر کمر باندھ لیتا ہوں اور اب اپنے علاقہ کی وڈیرہ شاہی سے لیکر بدعنوان مافیا تک ان کی میرے بارے میں کردار کشی کی مہم نے مجھے مزید حوصلہ اور ثابت قدم کر دیا ہے اور میں نے بھی "ایک دن کی شیر والی زندگی" گزارنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ میری دشمنی "اپنوں" اور بیگانوں میں عروج پر پہنچ چکی ہے۔

درویشوں کی اولاد تھا جنہوں نے ساری زندگی ہاتھ میں "کھونڈی" رکھی ان "کھونڈیوں" کو دیکھ کر آج بھی بعض لوگ روتے ہیں مگر بدقسمتی سے مجھے مسلح "گارڈ" رکھنے کا باقاعدہ صوبائی وزارت داخلہ پنجاب کی طرف سے کہا گیا ہے۔ حالانکہ میں خدا کی قسم ہرگز ان رائفلوں پر یقین نہیں کرتا کیوں کہ آج تک یہ نہیں ہوا کہ عزرائیل آیا ہو اور انہوں نے کسی کو بچایا ہو۔ میں دوستوں کے کہنے پر ناجائز کام بھی نہیں کرتا اور کروانے سے بھی جان چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں اس لئے دوست یار بھی ناراض رہتے ہیں کیونکہ اس مسئلہ پر بدتمیزی پر بھی اترتا ہوں' ناجائز کام کو سختی سے مسترد کر دیتا ہوں۔ جب پچھلے دور میں والد مرحوم کے بعد مجھے منتخب کیا گیا تو میرے گھٹیا مخالفوں نے بیہودہ الزام تراشی کی اس بار وزیر بھی بن گیا ہوں اس لئے وہاں سے لوٹ مار مافیا اور لوٹوں تک سب مل کر میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ بعض اوقات میرے گھر میں دھمکی آمیز خطوط اور ٹیلی فون بھی وصول ہوتے ہیں۔ ان تفصیلات کا محکمہ داخلہ کو بھی علم ہے مگر میں ان ہتھکنڈوں سے ہرگز مرعوب نہیں ہوتا مجھے علم ہے اس ملک میں جس نے بھی اپنی محنت اور قربانی سے اوپر تک منزلیں طے کیں جب وہ یہاں تک پہنچا کہ اس نے ظالموں' لوٹ مار مافیا' رشوت خوروں' ملک دشمنوں سے ٹکر لی اور فرعونوں کے ساتھ ٹکرایا تو پھر کبھی ظہور الٰہی شہید ہوا' کبھی خواجہ رفیق شہید ہوا' کبھی ظہور الحسن بھوپالی قتل ہو گیا اور کبھی صلاح الدین صحافی مار دیا گیا۔ اس ملک میں مافیاؤں اور فرعونوں سے ٹکر لینا آسان کام نہیں مگر میں نے بھی "شہادت" قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے' جھکوں کا نہیں' کیونکہ یہ میرے آباؤاجداد کے مشن کے خلاف ہے اور عزت اور بہادری سے جینے کا سلیقہ نواز شریف سے سیکھا ہے' محمد نواز شریف کے والد بھی کل تک اپنے ہاتھوں کی کمائی کھاتے رہے اور آج اللہ نے محنت کا پھل دیا' ان کا جرم یہ ہے کہ وہ "کسی سرشاہنواز" کے بیٹے نہیں جن کے نزدیک "غدار" ہونا کوالیفکیشن ہے۔ حب الوطنی نواز شریف کا ایمان ہے۔ اس ملک میں ظہور الٰہی' خواجہ رفیق' ظہور الحسن' بھوپالی'

صلاح الدین غریبوں اور سفید پوشوں کے فرزند برداشت نہ ہو سکے' کسی جاگیردار یا وڈیرے کا کوئی بیٹا آج تک شہید نہیں ہوا۔

ایک دوست ایک دن کہنے لگا پچھلے تین ماہ میں تجھے جتنا اخبارات نے کوریج دی ہے ایسے سیاست دانوں کو اتنی ساری عمر نہیں ملتی میں نے کہا اخبارات کی اکثریت نے حقائق شائع کئے اور میرے خلاف جہاں بہت کچھ شائع ہوا' اس سے کئی گناہ زیادہ مجھے عوام میں پذیرائی ملی حتیٰ کہ میرے وزیراعلیٰ نے بھی بھرپور حوصلہ افزائی کی جو ان کی عظمت اور کمال شفقت ہے۔ پچھلے دنوں گورنر ہاؤس میں میرے قائد محمد نواز شریف نے بھری مجلس میں میری بھرپور حوصلہ افزائی کی' بعض مخلص دوست وزیروں اور محسنوں نے شاباش دی' دانشوروں' صحافیوں' دینی' مذہبی اور سیاسی راہنماؤں اور محب وطن لیڈروں نے میرے جہاد پر مجھے سینکڑوں خط لکھے ہیں' انٹرنیٹ اور ای میل کے ذریعے دنیا بھر سے مجھے حوصلہ افزائی کے پیغامات آئے جو میری زندگی کے ریکارڈ میں ہمیشہ موجود رہیں گے۔ مولانا زاہد الرشدی نے گوجرانوالہ سے لکھا ہے کہ آپ کے اس عظیم کام پر ہم بھی آپ کے لئے دعاگو ہیں۔ اور ساتھ انہوں نے اپنے رسالہ "الشریعہ" میں میرا مضمون "سماجی ترقی اور این جی اوز کا کردار" بھی شائع کیا۔ جسٹس نعیم حسن شاہ سے بیگم یوکرامت تک اور طارق عبداللہ' سے لیکر حافظ شفیق تک شعیب بن عزیز سے لیکر ڈاکٹر شہزاد قیصر تک' لیاقت بلوچ سے لیکر چودھری پرویز الٰہی تک' سینکڑوں محب وطن این جی اوز سے لیکر اہم شخصیات تک سب نے ملکوں دشمنوں اور لوٹ مار مافیا سے جہاد کرنے پر میری حوصلہ افزائی کی ہے۔

شادی آرڈیننس پر عملدرآمد پر کروڑوں غریب جہاں نواز شریف' شہباز شریف کو دعائیں دے رہے ہیں میں خوش ہوں کہ یہ عبادت میرے ذریعے ہو رہی ہے' میں سمجھتا ہوں یہی عزت میری سب سے بڑی دولت ہے اس عزت پر حاسدین جو بڑے بااثر اور امیر ہیں' جب ہر طرف سے مایوس ہو کر بطور انتقام کیچڑ اچھالتے ہیں تو تکلیف بھی ہوتی ہے اور حوصلہ بھی بلکہ پچھلے دنوں تو غصہ بھی آیا جب ایک "ابنارمل میجر" کو میرے حاسدین نے میرے ہی گھر میں کھلی کچہری میں بھیجا' یہ سازشیں مجھے میرے جہاد سے نہیں ہٹا سکتیں' اخبارات میں گھٹیا الزام تراشی پر مبنی جھوٹ شائع کراتے ہیں' پڑھ کر ہنستا ہوں' فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیتا ہوں اور دوسرے دن زیادہ سخت ہو جاتا ہوں۔ کسی وقت سوچتا ہوں شاید اس معاشرے میں عزت دار ہونا ضروری نہیں' مالدار ہونا ضروری ہے چاہے وہ حرام کی کمائی سے آئے اور وہ میں نہیں کر سکتا' کبھی یہ سوچتا ہوں اس سیاست نے کیا دیا دشمن اور حاسد پیدا کئے' ہر چوتھا آدمی اپنے ساتھ منافقت کرتے ہوئے پایا' اپنا گھر بھی نہ رہا مگر خدا کی قسم میرا دل مطمئن ہے' ضمیر مطمئن ہے۔ پارٹی ترجمان کی حیثیت سے اپنی پارٹی اور حکومت کے دفاعی محاذ پر ڈیوٹی دیتا ہوں۔ لیکن جب کبھی یہ گندگی سامنے آتی ہے تو اس دوست کا یہ فقرہ ضرور یاد آتا ہے بچ کے رہنا بنیامین۔

بہ شکریہ "روزنامہ خبریں"

صقارہ اکیڈمی راولپنڈی

داخلہ جماعت ہشتم سیشن 1999ء

تحریری امتحان 14 مارچ 1999ء بروز اتوار انٹرویو۔ بوقت 10 بجے صبح

صقارہ اکیڈمی کی چند خصوصیات

1- راولپنڈی بورڈ سے منظور شدہ۔
2- مروجہ نصاب کے علاوہ دینی تعلیم سے آراستہ و تربیت۔
3- قومی ایوارڈ یافتہ قاری کے زیر نگرانی تجوید و قرآن کا بندوبست۔
4- پچھلے نو سال سے راولپنڈی بورڈ میں متواتر سو فیصد نتائج کا حامل منفرد ادارہ۔
5- بورڈ کی پہلی تین پوزیشنوں میں ہر سال پوزیشن لینے کا اعزاز۔
6- اعلیٰ تعلیمی معیار کے اعتراف میں "نیشنل ایوارڈ" کا اعزاز۔
7- اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ۔
8- روحانی اور جسمانی تربیت کا خصوصی انتظام۔
9- فوجی خطوط پر استوار نظم و ضبط۔
10- مارشل آرٹس اور کھیلوں کی لازمی تربیت۔
11- ہاسٹل کی سہولت۔
12- کوالیفائیڈ ایم بی بی ایس ڈاکٹر کی ہمہ وقت موجودگی۔

نوٹ:- 1- رات کے قیام کے لئے 5 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت کے مطابق بستر ہمراہ ہو۔
2- المرشد کے قارئین سے گزارش ہے کہ اس اشتہار کو فوٹو اسٹیٹ کر کے زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں۔

اعتراضات.....جوابات

ماہنامہ "افتخار ایشیا" شمارہ فروری 99ء میں ڈاکٹر اسرار احمد نے تنظیم الاخوان پر کچھ اعتراضات کئے ہیں جو من عن شائع کئے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں جناب امیر تنظیم الاخوان محمد اکرم اعوان نے ان اعتراضات پر جو وضاحت فرمائی ہے شامل اشاعت ہے۔

اعتراضات۔ ڈاکٹر اسرار احمد

تحریک منہاج القرآن اور تنظیم الاخوان میں سے پہلی کے قائد علامہ ڈاکٹر طاہرالقادری اور دوسری کے قائد مولانا محمد اکرم اعوان ہے۔ یہ دونوں بہت حد تک فرقہ واریت سے بالاتر ہیں۔ بریلوی اور دیوبندی کی تقسیم کو انہوں نے کسی درجے میں بھی اپنایا نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ان دونوں تحریکوں میں بھی پوری سوسائٹی کا کراس سیکشن موجود ہے۔ چنانچہ سول اور ملٹری بیوروکریسی' وکلاء' ٹیچرز' پروفیسر اور تاجر حضرات میں ہیں۔ ان کے مابین جو تیسری قدر مشترکہ یہ ہے کہ ان دونوں کے ہاں خوابوں اور روحانیت کا تذکرہ اتنا غیر متناسب ہے کہ یہ حضور ﷺ صحابہ کرامؓ تابعین اور تبع تابعین میں نظر نہیں آتا۔ خواب سچے ہیں یا جھوٹے' اور خواب دیکھا بھی ہے یا نہیں دیکھا' یا خواب میں جسے دیکھا ہے وہ کون تھا۔ وہ واقعتاً" فرشتہ تھا یا کوئی شیطان تھا' یہ سب باتیں اللہ کے علم میں ہیں۔ لیکن بہرحال یہ باتیں دونوں کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ ایک کے ہاں تو یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہمارے پاس آجاؤ تو ہم براہ راست حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کروا دیں گے۔ درمیان میں واسطے کا سوال ہی نہیں۔ کشف قبور سکھا دیں گے کہ قبر پر کھڑے ہو کر بتا دو کہ یہاں پر عذاب ہو رہا ہے یا ثواب مل رہا ہے اس کا کوئی تذکرہ نہ دور رسالت میں ملتا ہے' نہ دور صحابہؓ میں' نہ تابعین میں نہ تبع تابعین میں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کا جسد مبارک ابھی رکھا تھا۔ ابھی زیر زمین بھی نہیں گیا تھا اور خلافت کا مسئلہ کھڑا ہوا تھا۔ اس وقت صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ مراقبہ کرکے حضور ﷺ سے دریافت کر لیتا ہوں اس سے سارے جھگڑے طے ہو جاتے۔ اور چلئے یہ معاملہ تو جلدی طے ہو گیا' بعد میں جو ایک لاکھ مسلمان ایک دوسرے کی تلواروں سے قتل ہوئے اس خون ریزی سے بچنے کے لئے حضرت علیؓ یا حضرت عائشہؓ نے مراقبہ کیوں نہ کر لیا کہ حضور ﷺ کی روح مطہر سے براہ راست راہنمائی حاصل کر لیتے۔ اسی طرح نہ حضرت زبیرؓ یہ مراقبہ کر سکے اور نہ حضرت طلحہؓ کہ براہ راست روح محمد ﷺ سے معاملات کا حل دریافت کر لیتے۔ ان میں سے کسی کی براہ راست دربار نبوی ﷺ تک رسائی ہے اور کوئی بارگاہ جیلانی سے اپنے حکم نامے اور تقرری کے پروانے لے کر آتے ہیں۔ بہرحال سلف صالحین میں یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔ دونوں انقلاب کا نام لیتے ہیں ایک کا سلسلہ قادریہ ہے ایک کا اویسیہ نقشبندیہ ہے۔ تاحال کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کے سامنے انقلابی عمل کے کیا مراحل ہیں اور وہ کسی طور سے انقلاب لانا چاہتے ہیں؟ بہرکیف ان دونوں تحریکوں کو یکجا ہو جانا چاہئے۔ ان میں بہت سے معاملات مشترک ہیں۔

جوابات:۔ امیر محمد اکرم اعوان

جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا مضمون پڑھنے کی سعادت ملی ان کی اپنی ایک نظر ہے مطالعہ ہے اور انہیں رائے رکھنے کا حق ہے مگر میں الاخوان کے بارے ان کی رائے کی صرف وضاحت کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے جو کچھ سمجھا وہ حرف آخر نہیں' میں انہیں رائے تبدیل کرنے کا تو نہیں کہہ سکتا ہاں اپنی گزارشات پر غور فرمانے کی بات ضرور عرض کرنا چاہوں گا۔

ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں کہ ان کے مابین جو تیسری قدر مشترکہ یہ ہے کہ ان دونوں یعنی منہاج القرآن اور تنظیم الاخوان کے ہاں خوابوں اور روحانیت کا تذکرہ اتنا غیر متناسب ہے کہ یہ حضور ﷺ صحابہ اکرامؓ تابعین اور تبع تابعین میں نظر نہیں آتا"خواب سچے ہیں یا جھوٹے اور خواب دیکھا بھی ہے یا نہیں دیکھا" یا خواب میں جسے دیکھا ہے وہ کون تھا وہ واقعتاً" فرشتہ تھا یا کوئی شیطان تھا یہ سب باتیں اللہ کے علم میں ہیں۔

ماشااللہ کیا انداز تحریر ہے کہ خلاف سنت "خلاف سلف صالحین جھوٹے اور شیطان کی مان کر چلنے والے بھی لکھ دیا اور ملفوف ایسا کہ معصومیت انداز تخاطب سے ٹپکتی ہے "ہم نے تو کبھی خوابوں کا تذکرہ نہیں کیا' جانے ڈاکٹر صاحب نے کہاں سے سن لیا کہ فرماتے ہیں کہ

دونوں کے ہاں پائی جاتی ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا بھی سچ ہے یا جھوٹ اسکا فیصلہ بھی اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں' یہ ضرور عرض کر دوں کہ ایسا الاخوان نے کبھی نہیں کہا' آگے چل کے فرماتے ہیں کہ ایک کے ہاں تو یہ دعویٰ بھی ہے کہ ہمارے پاس آجاؤ تو ہم براہ راست حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرا دیں گے درمیان میں واسطے کا سوال ہی نہیں 'کشف قبور سکھا دیں گے کہ قبر پر کھڑے ہو کر بتا دو کہ یہاں پر عذاب ہو رہا ہے یا ثواب مل رہا ہے' اس کا کوئی تذکرہ نہ دور رسالت میں ملتا ہے نہ دور صحابہ میں 'نہ تابعین میں 'نہ تبع تابعین میں 'اس کے بعد جو کچھ لکھا ہے اس پر بعد میں عرض کرونگا یہاں یہ عرض کردوں کہ جناب ڈاکٹر صاحب نے الاخوان کی کس دعوت 'کون سے اشتہار یا جلسے میں یا کسی کتاب یا پمفلٹ میں یہ بات دیکھی یا پڑھی ہے؟ ان جیسے بزرگ 'عالم' ڈاکٹر 'مفکر 'لیڈر اور سیاستدان کو کیا یہ زیب دیتا ہے کہ وہ بے پر کی اڑائے؟ کچھ تقاضا دیانت وامانت کا بھی ہوتا ہے یا تحقیق و تفتیش بھی کوئی شے ہے' "ہر بات سے صرف اس لئے گزر جانا کہ دوسروں کو غلط جھوٹے اور بے توقیر ثابت کیا جائے کم ازکم یہ شرفاء کا قاعدہ نہیں" الاخوان ایک اپنے ڈھب کی سیاسی تنظیم ہے جو نفاذ اسلام کا مطالبہ کرتی ہے اور اسے اپنے اقتدار سے مشروط نہیں کرتی یعنی اقتدار کی طالب نہیں اصلاح کی خواہشمند ہے اور اسکے لئے چار نکاتی پروگرام یا مطالبات بھی پیش کر چکی ہے گزشتہ پانچ سال سے جلسے جلوس اور ریلیاں کر رہی ہے اور اب یہ اعلان بھی کر چکی ہے کہ آئندہ ریلی اسلام آباد میں کریگی جو گھنٹوں نہیں' دنوں 'ہفتوں' چلے گی اور حکومت کو نفاذ اسلام کیلئے مجبور کر دے گی یہ ان کی بے وقوفی ہے تو ڈاکٹر صاحب ضرور انہیں بے وقوف کہیں مگر ان کا یہ شکوہ الاخوان کے بارے میں بے جا ہے کہ تاحال یہ کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کے سامنے انقلابی عمل کے مراحل کیا ہیں اور وہ کس طور سے انقلاب لانا چاہتے ہیں آگے کمال سادگی سے منہاج القرآن پر طنز فرماتے ہیں کہ کسی کی براہ راست دربار نبوی ﷺ تک رسائی ہے اور کوئی بارگاہ جیلانی سے اپنے حکم نامے اور تقرری کے پروانے لے کر آتے ہیں" ماشاء اللہ کیا انداز بے نیازی ہے۔ حضور الاخوان نے تو کبھی ایسی کوئی بات نہیں کی اور نہ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے' منہاج القرآن اپنا جواب خود دینے کی ذمہ دار ہے 'بہرحال ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ گفتگو کی امید کم ازکم مجھے نہ تھی مگر "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" چلو میں ڈاکٹر صاحب کے بارے میں جس خوش فہمی کا شکار تھا وہ دور ہوئی۔

اب رہی بات سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی جو تنظیم الاخوان سے الگ تصوف کے سلاسل میں سے ایک سلسلہ اور نسبت ہے نیز نسبت اویسیہ کی تعریف یا مفہوم کیا ہے۔

"الانتباہ فی السلاسل اولیا" (حضرت شاہ ولی اللہؒ) ڈاکٹر صاحب نے ضرور دیکھی ہوگی اور سلسلہ کا یہ دعوے آج نہیں مدت سے ہے کہ وہ روحانی تربیت کرتے ہیں' فنافی الرسول کراتے ہیں 'روحانی طور پر اگر کسی کو اللہ نصیب کرے تو روح اطہر رسول ﷺ کے روبرو پیش کرتے ہیں اور روحانی بیعت کراتے ہیں اس پر انکے شیخ بحرالعلوم حضرت مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ نے مدلل گفتگو فرمائی ہے اور "دلائل اسلوک" میں دلائل اور جوابات ارشاد فرمائے ہیں ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے تو اس کا "رد" تحریر فرمائیں یا پھر ان ہزاروں لوگوں سے تحقیق فرمائیں جنہیں یہ سعادت نصیب ہوئی۔

ڈاکٹر صاحب کا انداز تحریر ایسا ہے جیسا تصوف و سلوک پر کوئی تصنیف آپکی نظر سے نہ گزری ہو" میرے خیال میں غالباً" آپ نے کسی کو اس قابل ہی نہ سمجھا ہوگا کہ اس کی کتاب کا مطالعہ فرماتے ورنہ بچگانہ سوال نہ کرتے کہ اگر کشف ہو سکتا تو صحابہ کرام خلافت کا فیصلہ کشف سے کراتے یا بعد کی جنگوں کا فیصلہ کشفاً" کراتے حالانکہ تصوف کا مبتدی بھی یہ بات جانتا ہے کہ احکام شریعت تو مکمل ہوگئے اور فیصلے انہی کی روشنی میں کئے جائینگے۔ یہ نسبت یا برکات یا انوارات یا کشف محض ایک کیفیت اور قوت عطا کرنے کا باعث ہوتا ہے جو ان فیصلوں پر عمل کرنے میں مدد کرتی ہے جو عہد رسالت ﷺ میں ہو چکے۔ مانا کہ صرف جماعت اسلامی فرشتوں کی جماعت ہے اور آپ ان سے بھی زیادہ معصوم صفت ہیں کہ وہ الیکشن میں شراکت کی غلطی کر بیٹھے اور آپ اس سے بھی مامون رہے اب انہیں توبہ کراکے ان پر کرم کرنے کی طرف متوجہ ہیں تو 41ء سے 99ء تک ظلم بڑھتا ہی رہا آپ کی مقدس جماعتوں نے بھی اس کا کوئی سدباب تو خیر کیا اسے ایک حال پر روکا بھی نہیں 'آخر کیوں؟

میرے دل پر آپ کا وہ مذاق بھی نقش ہے "میں تو احتراماً" آپ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر آپ نے طنز بھری ہنسی میں فرمایا' اسلام آباد کب جا رہے ہو؟ انشاء اللہ جائینگے اور اگر ہم نہ بھی رہے تو آپ کو ہمارے جانے کی خبر ضرور ضرور پہنچ جائے گی بلکہ ان آقاؤں کو بھی جو آپ کی وساطت سے جاننے کے لئے بے تاب ہیں" میں لب کشائی مناسب نہیں سمجھتا اللہ کریم وہ وقت لائے جب ہر ظالم کا حساب ہو۔ سیاستدانوں اور حکمرانوں کے ساتھ رہنما وپارسا اور میں اور آپ بھی حساب دیں کہ "کٹا کونسے کلے کے زور پر اکڑتا تھا"۔

موٹروے پر "نمک کا پل"

امیر محمد اکرم اعوان

گزر گاہیں' شاہراہیں' راستے اور موٹروے' رابطے کے موثر وسیلے ہیں عوامی رابطے کے سلسلے میں موٹروے کے ذریعے سفر میرے معمولات کا حصہ ہے۔ اپنے ملک میں تعمیر ہونے والی موٹروے کو شاہراہ ترقی کا نام دیا گیا ہے۔ یہ شاہراہ بجا طور پر کئی پہلوؤں سے بہت خوبصورت' آرام دہ اور مثالی کہی جا سکتی ہے۔ موٹروے چونکہ ایک عظیم منصوبہ تھا لہٰذا اس کے تصور سے تکمیل تک "کمالات" کے کئی قصے اور کہانیاں زبان زد عام ہیں۔ تعمیراتی ٹھیکوں' بسوں کے اجراء اور ہوٹلوں کے قیام کے فسانے' حقیقت اور زیبائش داستان کے آمیزے کے ساتھ سننے کو ملتے ہیں۔

موٹروے کا ایک شاہکار وہ عظیم پل ہے جو کوہستان نمک کے ایک گوشے میں تعمیر کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اس کارنامے کی تکمیل میں ہمارے محنت کشوں اور مزدوروں نے غیر معمولی محنت اور جانفشانی کے جوہر دکھائے ہیں۔ جس وقت یہ پل تعمیر کے مراحل سے گزر رہا تھا تو نمک زدہ زمین اس کے ستونوں کا بوجھ برداشت نہ کرتے ہوئے نیچے دھنس جاتی۔ چنانچہ ہمارے کڑی کمانوں جیسے مزدور ایک بار پھر نئے سرے سے کام میں جت جاتے۔ نمک زدہ زمین کے نشیب و فراز اور اتار چڑھاؤ کا عمل کتنی بار دہرایا گیا ہوگا اس کا اندازاس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ پل چار کروڑ روپے کی امکانی لاگت کی بجائے چوالیس کروڑ روپے کے زر کثیر سے مکمل ہوا۔

ایک روز میں نے ٹیلی ویژن پر دیکھا کہ ہمارے وزیراعظم موٹروے پر قائم اس مضبوط اور عظیم الشان پل کا معائنہ فرما رہے تھے۔ ایک توقع پر موصوف نے پل پر مکا مار کر اس کی مضبوطی کا جائزہ لیا۔ میں نے سوچا جو پل ایک وزیراعظم کا مکہ برداشت کر سکتا ہے وہ دنیا کا ہر بوجھ اٹھا سکتا ہے۔

ایک بہت بڑا کمال اس پل کا یہ ہے کہ یہ جس مقام پر تعمیر کیا گیا ہے وہاں اس کی قطعی کوئی ضرورت نہ تھی۔ یہ بات سمجھنے کے لئے پل کے سیاق و سباق میں پھیلے ہوئے جغرافیائی قطعے کو اچھی طرح ذہن نشین رکھئے اور پھر اس سیاق و سباق میں دیکھئے کہ پہاڑوں کا جگر چیرتے ہوئے موٹروے کے لئے سیدھے سبھاؤ راستہ تراشا جا سکتا تھا اور جس جگہ پر پل کی ضرورت گھڑی گئی اس کے بغیر بھی موٹروے آسانی سے گزر سکتی تھی۔ مگر بوجوہ اس مقام پر پل کی ضرورت پیدا کی گئی اور اس کے لئے موٹروے کو یکبارگی دائیں طرف موڑ دیا گیا اور تقریباً" سو گز جانے کے بعد اسے پھر سے بائیں موڑا گیا تاکہ وہ پل کے ساتھ جڑ جائے۔ اگر سڑک کو دائیں جانب موڑنے کی بجائے سیدھا گزارا جاتا تو اسے کسی پل کی ضرورت نہ تھی یہاں بہنے والا نالہ کہیں دور سے نہیں آتا اس پہاڑ کے دامن سے شروع ہوتا ہے اور موٹروے نے اس کو پہلو سے باآسانی گزر جانا تھا۔ مگر اب پل بن جانے کے بعد یہاں انجینئرنگ کا شاہکار ہے کہ موٹروے کی اترائی میں اتنے سخت موڑ ہیں کہ گاڑی پہلا موڑ تو مڑ جاتی ہے مگر عموماً" دوسرے موڑ پر یکبارگی بائیں طرف نہیں مڑپاتی بلکہ سامنے دیوار کے پشتے سے ٹکراتی ہے اور بسا اوقات الٹ جاتی ہے۔ دوسرے موڑوں کی حالت بھی کچھ اس سے بہتر نہیں یہی وجہ ہے کہ ان خطرناک مقامات پر سینکڑوں حادثے ہو چکے ہیں جن میں ہونے والا جانی و مالی نقصان غیر معمولی حد تک گراں بار ہے۔ کتنے ہی گھروں کے جو اس گراں باری حادثات سے اجڑ چکے ہیں۔

11 ستمبر 1998ء کو میں لاہور جانے کے لئے موٹروے پر سفر کر رہا تھا سہ پہر تین بج کر بیس منٹ میں ہمارا قافلہ مذکورہ پل کے خطرناک موڑ کے قریب پہنچا تو کثیف دھوئیں کے مرغولے آسمان سے باتیں کرتے نظر آئے۔ گمان گزرا شاید کوئی قریبی جنگل آگ کی لپیٹ میں آگیا ہے۔ مگر جب چند لمحوں بعد ہم موڑ کے مقابل آگئے تو موٹروے کے مزدوروں اور انجینئروں نے رکنے کا اشارہ کیا۔ مگر میری نظریں تو سامنے آگ کے ایک دیوہیکل گولے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں تھیں۔ یوں لگتا تھا گویا کوئی مہلک اور خوفناک بم پھٹ گیا ہے۔ جس سے پھوٹ بہنے والا دھواں بڑی بے باکی کے ساتھ سینکڑوں فٹ کی بلندی پر آسمان سے باتیں کرنے لگا تھا اسی اثناء میں ایک زور دار دھماکہ ہوا جس سے گردوپیش کی ہر شے متزلزل ہو کر رہ گئی۔ اگلے چند لمحوں کے اندر دو تین اور دھماکے ہوئے۔ آگ کے شعلے کچھ اور بھڑکے اور ہمارے سروں پر کثیف دھوئیں کی چھتری اور زیادہ پھیلنے لگی۔

اس اثناء میں اپنے ذاتی سیکورٹی گارڈز کے ساتھ آگ کے گولے کی طرف بڑھا۔ اب اس کے کچھ خدوخال واضح ہو رہے تھے۔ دس پہیوں والا ایک ہینو آئیل ٹینکر تھا جو ہمارے موقع پر پہنچنے سے پہلے موڑ کاٹتے وقت موٹروے کی درمیانی دیوار سے ٹکرا کر الٹ گیا تھا اس کے

ساتھ ہی ٹینکر میں موجودہ لگ بھگ دس ہزار لیٹر پٹرول سڑک پر بہنے لگا۔ آگ نے آن واحد میں اس سیال مواد سے رشتہ جوڑا اور یوں پورا علاقہ خوفناک حد تک شعلہ فشاں منظر میں بدل گیا۔ میں ٹینکر میں موجود کارکنوں کی زندگی کے بارے میں متفکر تھا۔ موقع پر موجود کسی شخص کو بھی ان کی قطعی تعداد کا علم نہ تھا بہرحال میں شعلوں سے بچتا بچاتا نذر آتش ٹینکر کے قریب جا پہنچا۔ اب اندازہ ہوا کہ ٹرک دوسرے رخ پر الٹا ہوا ہے۔ آگ کی حدت اور شدت سے سڑک کی سطح بھی پگھل رہی تھی غیر معمولی تپش بوٹوں کے راستے پیروں کے اندر دھنس رہی تھی۔ میری لوح احساس پر' جلتے ہوئے ٹینکر کے اندر' تند خو شعلوں میں گھرے اور تڑپتے ہوئے کارکنوں کی تصویر ابھری اب ہم لوگ مصیبت کے ماروں کی تلاش میں ٹینکر کے اور زیادہ قریب پہنچ چکے تھے۔ دفعتاً" میری نظر ایک تڑپتے اور کراہتے ہوئے شعلے پر پڑی یہ تو ایک جلتا ہوا انسان تھا۔ اگلے ہی لمحے میری آنکھوں کے سامنے اس کی جلتی ہوئی پنڈلیاں اور بازو ابھر آئے مگر اس کا وجود ٹینکر میں بری طرح پھنسا ہوا تھا۔ ہم بے سروسامانی کے عالم میں تھے اس بے اختیاری پر دل خون ہو کر رہ گیا۔ مگر ہم نے اسے بچانے کی اپنی سی کوشش جاری رکھی۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آگ میں تڑپتے ہوئے اس مزدور کی ٹانگیں اور بازو راکھ بن کر اس کے وجود کے نیچے ڈھلک گئے۔ شعلے دم توڑنے لگے تھا۔ پھر ہڈیاں تھیں جو راکھ بن چکی تھیں۔

مگر ابھی آہ وبکاہ کا ایک اور المیہ اس راکھ کے تعاقب میں تھا زندگی اور موت کی کشمکش میں پھنسا ہوا ایک اور مزدور آگ کے شعلوں میں گم کراہ رہا تھا۔ میں اس کراہتے بلکتے شخص کی ٹوہ میں لگ گیا۔ اب تک واٹر گن سے آراستہ ایک گاڑی اور ایمبولینس بھی موقع واردات پر پہنچ چکی تھیں۔ موٹروے انتظامیہ کا ایک آدھ واٹر ٹینک بھی آگئے جو پمپوں سے محروم تھے اور صرف اپنے ساتھ پائپ لائے تھے ان ٹینکوں کا پانی بھی جلد ہی ختم ہو گیا تاہم میں اور میرے ساتھی جلتے ٹینکر میں پھنسے ہوئے کارکنوں کی تلاش میں جتے رہے۔ جلد ہی ایک جلتی ہوئی لاش کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ عقب سے آوازیں ابھریں احتیاط کیجئے جلتا ہوا وجود آپ کو بھی آگ کی لپیٹ میں لے آئے گا۔ مگر میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے گیلے رومالوں کے ساتھ اپنے گارڈ کی مدد سے اس شخص کو سٹریچر پر لادا اس کے بکھرے ہوئے اعضا یکجا کئے اور یوں اسے جائے حادثہ سے دور پہنچانے کا اہتمام کیا۔

اب ہمارے سامنے ایک نیا مرحلہ تھا۔ سٹیئرنگ ویل کے پیچھے اک کارکن پھنسا ہوا تھا۔ غالباً" ڈرائیور ہو گا' اس وقت تک آگ اس غریب کا بھرکس نکال چکی تھی۔ اس بے چارے کا سر جل کر کوئلہ بن چکا تھا۔ ایک پاؤں راکھ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ پیٹ اور آنتوں کی چربی تک پگھل چکی تھی کئی مقامات سے انتڑیاں باہر نکل آئی تھیں۔ میں نے اس شخص کے بھی بکھرے ہوئے اعضا جمع کئے۔ اور ساتھیوں کی مدد سے اس کے لاشے کو سٹریچر پر ڈال کر ایمبولینس کی طرف لے آیا۔

سوختہ وجود لاشے ڈھو ڈھو کر میں نڈھال حالت میں اپنی گاڑی میں آبیٹھا میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا جبکہ میری آنکھوں کے سامنے ایک طرف نمک کی ماری؟ سطح پر ایک عظیم الشان پل ایستادہ تھا جس پر کروڑوں روپے لاگت آئی مگر میرے نزدیک جس کی تعمیر کی کوئی ضرورت نہ تھی دوسری طرف اس پل سے جنم لینے والے المیوں اور نوحوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ شنید تھی کہ اسی روز تب تک دھند کے باعث سات گاڑیاں آپس میں ٹکرا چکی تھیں۔ اور اب تازہ ترین حادثہ اس آئیل ٹینکر کا تھا' جس کی شاید ابھی پوری قسطیں بھی ادا نہ ہوئی ہوں۔ مگر اس وقت تک ہزاروں گیلن تیل سمیت سارا اثاثہ جل کر دھول مٹی ہو چکا تھا اور سب سے بڑھ کر ٹینکر کے عملے کے کارکن جنہیں شیطانی آگ کے بے رحم شعلے نگل کر موت کی وادیوں میں لے گئے کون جانتا ہے زندہ جل مرنے والوں کے لواحقین میں کتنی آنکھیں اپنے پیاروں کے انتظار میں اب تک پتھرا چکی ہوں گی' کس سوختہ نصیب کا سہاگ اجڑ چکا ہو اور کون ماں اپنے لخت جگر کے انتظار میں اب تک ہلکان ہو رہی ہو۔

یہ سب کچھ میرے ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ دفعتاً" لوح خیال پر میدان حشر کا نقشہ ابھرا۔ ایک طرف حادثوں کے شکار' جلتے پگھلتے اور کٹے پھٹے افراد بوڑھی مائیں' جواں بچیاں' بیوہ عورتیں اور معصوم بچے فریاد کناں دکھائی دیئے۔ جبکہ دوسری طرف وہ افراد تھے جو ان تباہ حال لوگوں کو اس دردناک حالت تک پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔ بااختیار اور عالی شان حکمران اور باکمال انجینئرز جنہوں نے کمیشن کک بیکس اور ناجائز مال وزر بنوانے کی خاطر خلق خدا کی تباہی وبربادی کا سامان کیا۔ یہ سب زیر حراست مجرمان کشاں کشاں دربار عدل میں لائے جا رہے تھے۔ شاہکار پل جل رہا تھا۔ اور قریب ہی جہنم بھڑک رہا تھا کہ ارشاد باری ہے "دوزخ قریب لایا جائے گا دیکھنے والوں کے لئے"۔

میں میدان حشر میں اس منظر کے روبرو تھا کہ بچوں نے چونکا دیا ابو جی مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔

اور ہم چلتی گاڑی میں سربسجود ہو گئے۔

محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ نے فرمایا جو شخص کسی انسان کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر گذار نہیں ہو سکتا (ترمذی)۔

ہم وہ لوگ ہیں

تحریر۔ الطاف گھمن

المرشد شمارہ فروری کے اداریے میں پوچھا گیا ہے کہ "یہ کون لوگ" ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم جماعت اسلامی یا قاضی حسین احمد کی طرح صرف دعائیں مانگ کر ہی اسلام آباد سے واپس نہیں چلے جائیں گے بلکہ ہم شریعت کے نفاذ تک واپس نہیں جائیں گے۔ یا تو حکومت نفاذ اسلام کر دے گی یا اسے چودہ کروڑ نہیں تو کم از کم چودہ لاکھ قبریں وزیراعظم ہاؤس کے سامنے ضرور بنانی پڑیں گی۔ یہ کون لوگ ہیں جو موت پر بیعت کر رہے ہیں۔ جو پوچھتے ہیں کہ اس پاک وطن میں کافرانہ نظام کیوں؟..... اسلام کیوں نہیں۔

چونکہ سوال کیا گیا ہے کہ "یہ کون لوگ ہیں" تو اس ضمن میں عرض ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ملک خداتعالیٰ نے اپنے دین کے نفاذ کے لئے عطا کیا تھا۔ یہ پاک وطن اس لئے تو نہیں دیا گیا تھا کہ یہاں سودی نظام ہو' انصاف بکے اور غریب اور شریف کے لئے اپنی عزت تک کا تحفظ ممکن نہ ہو۔ حتیٰ کہ اعتکاف بیٹھی ہوئی بچیوں کی عزت اور عصمت بھی محفوظ نہ ہو۔

بلکہ یہ وطن اس لئے عطا کیا گیا تھا کہ اسلام کی نشاط ثانیہ اسی خطے سے مقصود تھی۔ اتنی بڑی قربانی بلاوجہ تو نہ تھی۔ ہم وہ لوگ ہیں جن کو اپنے لطف وکرم سے اللہ تعالیٰ نے ایک مرد درویش کے قدموں میں پہنچا دیا۔ وہ مرد مجاہد جس کا نام نامی ہے امیر محمد اکرم اعوان' جو سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے موجودہ شیخ ہیں۔ اور تنظیم الاخوان کے مرکزی امیر ہیں وہ تنظیم جو نفاذ اسلام کی منزل کے حصول کے لئے مہر نبوت کا پرچم لے کر نکلی ہے۔

ہم وہ لوگ ہیں جن کی زندگی اس بندہ خدا اور ولی کامل نے بدل دی ہے۔ ان ہاتھوں میں ہاتھ دینے کے بعد وہ عقدے کشا ہوئے جو سالہا سال کے علم سے بھی نہ ہو سکتے تھے۔ یہ مرد کامل برکات نبوی کا امین ہے۔ جذبہ جہاد وشہادت بانٹتا ہے۔ ہم اس مرد مجاہد کی سربراہی میں "تنظیم الاخوان" میں شامل ہیں جو ایک ہی مقصد لے کر میدان میں ہے کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام ہونا چاہئے۔

ہم وہ لوگ ہیں جو راہ حق میں موت کے متلاشی ہیں۔ جن کی منزل ہے پاک وطن میں پاک نظام۔ جو نفاذ دین سے کم کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ جن کی زندگی کا مقصد نفاذ اسلام ہے۔ جو نظام اسلام کے لئے جانیں نچھاور کرنا اعزاز سمجھتے ہیں۔ اور تمنائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس راہ میں ہماری جان' مال قبول فرمائے۔

اس مرد قلندر نے ہمارے دلوں میں اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت اور اطاعت کی وہ آگ بھر دی ہے جو نفاذ دین سے کم کسی قیمت پر ٹھنڈی نہ ہوگی۔

تو جناب ہم وہ لوگ ہیں جو فتح کی امید پر نہیں بلکہ نفاذ اسلام کی جنگ فتح کے یقین کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔

- وہ جو نفاذ دین کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔
- جو پاکستان پر ہی نہیں روئے زمین پر دین کی حکمرانی چاہتے ہیں۔
- جو نفاذ اسلام کے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔
- جو اس راہ میں مٹ جانا چاہتے ہیں۔

نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

ہم کسی گروہ' کسی حکمران' کسی سیاسی جماعت' کسی شخصیت کے خلاف نہیں بلکہ صرف اور صرف نفاذ اسلام کے لئے میدان میں ہیں۔ انشاء اللہ یہ ہوگا ورنہ ہم نہیں ہوں گے۔

ہم تنظیم الاخوان کے لوگ۔۔۔۔۔۔۔ موجودہ کافرانہ نظام اس کے حمایتوں اور پشت پناہوں کے پکے دشمن ہیں۔ نظام اسلام کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔

ہم دین اسلام کے نفاذ کے دشمنوں کو بھاگنے نہیں دیں گے بلکہ لوٹ کھسوٹ کا حساب اسی مٹی پر اسی پاک سرزمین پر لیں گے۔

ہم وہ لوگ ہیں

جن کا پرچم مہر نبوت سے مزین ہے۔

جو اللہ کی مخلوق کو ان ظالموں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑیں گے۔

جو اپنے شیخ مدظلہ کے قدموں میں رہ کر دین کی خاطر جان' مال ہر چیز قربان کرنا فخر سمجھتے ہیں۔

جن کو ایک ولی کامل کی صحبت میسر ہے۔ اور اس کی رہنمائی کو اپنی زندگی

کا حاصل سمجھتے ہیں۔

جو غلبہ اسلام کی جنگ اپنے جری اور بہادر سردار امیر محمد اکرم اعوان کی سربراہی میں لڑ رہے ہیں اور ہم وہ لوگ بھی ہیں جو میدان جہاد میں اترنے اور آخری معرکہ لڑنے کے ہر دم منتظر ہیں،

ہم وہ لوگ ہیں۔ جن کے امیر کی زندگی کا واحد مقصد نبی برحق کے لائے ہوئے احکامات کو اس وطن کا حکمران بنانا ہے۔

اور شاہد ہم وہ لوگ ہیں جن کو ذات باری نے اپنے دین کے لئے چن لیا ہے اور اس سے بڑی فخر کی بات اور کیا ہوگی۔

○ جن کی زندگیاں صرف دین کی حکمرانی کے لئے وقف ہیں۔

○ جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس راہ میں موت آئے تو اس سے بڑا انعام کیا ہوگا۔

○ جو اس یقین کے ساتھ لڑ رہے ہیں کہ نفاذ دین کی منزل بہت قریب ہے۔

○ جو نفاذ شریعت یا شہادت سے کم کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔

اور جناب ہم ہی وہ لوگ ہیں!

○ جن کے دل نفاذ اسلام کے یقین سے لبریز ہیں۔

○ جو بڑی شدت سے غزوۃ الہند کے منتظر ہیں وہ غزوہ جس کے متعلق نبی اکرم ﷺ کی حدیث موجود ہے کہ اس میں شرکت کرنے والے بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے۔

○ ہم اس شہادت کے منتظر ہے جو ہمیں روز محشر کی رسوائیوں سے بچالے۔

ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کو آج کے مادی دور کے لوگ دیوانہ۔ پاگل، جنونی اور بنیاد پرست سمجھتے ہیں اور ہمیں فخر ہے کہ ہم ہیں۔ اور بفضل خدا ہم ہی وہ لوگ ہیں جن کو تاریخ "اللہ کے سپاہی" لکھے گی۔

○ جو اس یقین سے موت کے متلاشی ہیں کہ شہادت ہمارا حق ہے۔ ہم ہی وہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک مرد مجاہد مرد خدا اور ولی کامل کی سربراہی عطا کر دی ہے۔

اس مرد خدا کے قدموں میں رہ کر نفاذ دین کا کام کرنے کی توفیق عطا کر دی ہے جس نے غلبہ دین کا یقین ہمارے دلوں میں سمو دیا ہے انشاء اللہ ہم وہ لوگ بھی ہیں جو اس پاک وطن میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام کی حکمرانی کے لئے بے دریغ جانیں دیں گے اور سینوں پر زخم کھائیں گے۔ ہم وہ لوگ ہیں جن کا نام سن کر یہ دین دشمن حکمران، غاصب جاگیردار، بھاگ اٹھیں گے۔

ہم وہ لوگ ہیں جن کے شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان ہیں۔ جن کی ہر سانس، ہر لمحہ نفاذ اسلام کے لئے وقف ہے۔ وہ ایک ایسی منفرد اور تاریخ ساز شخصیت ہیں جو زمانے کی سوچ کے دھارے کو اپنی سوچ کے مطابق بدل ڈالنے کی اہلیت اور عزم رکھتے ہیں۔

کل تبدیلی نظام کی بات کرنے والے وہ تنہا تھے۔ آج ایک زمانہ ان کی آواز میں آواز ملا رہا ہے۔ ہر طبقہ فکر کے لوگ اب ان کے ہمنوا ہیں اور ان کی ایک آواز پر حکومت کے دروبام تہہ وبالا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ زمانہ ساز شخصیت جان نچھاور کرنے والے مجاہدوں کا ایک لشکر بنانے میں بھی کامیاب ہے ایسے جانثاروں کا لشکر جن کی زندگی، موت، سوچ، عمل ہر چیز صرف اور صرف نفاذ دین کے لئے ہے۔ یہ وہ بندہ خدا ہیں جن کی صبحیں اور شامیں ذات باری کے دیدار میں گزرتی ہیں۔ جن کا سینہ برکات نبوی کا امین ہے وہ جن کی جوتیوں میں بیٹھے والے بے فیض نہیں رہتے۔

جب رات بہت تاریک ہو جاتی ہے تو صبح کے اجالے کا انتظار ہوتا ہے۔ عزیزو! نفاذ اسلام کا لمحہ ہے۔ غلبہ دین کی گھڑی قریب ہے۔ اس مہر نبوت والے پرچم کے سائے میں آجاؤ اور بتا دو کافر دنیا کو کہ نبی برحق کے دین کے وارث ابھی زندہ ہیں۔

ہم تنظیم الاخوان والے ہی وہ عجیب لوگ ہیں جو میدان بدر میں اترنے کے لئے اپنے بہادر اور جری سردار کی ایک للکار کے منتظر ہیں۔ ہم اس گھنٹی کی آواز کے منتظر ہیں جو ہمیں شہادت کے قریب کر دے۔ ہم وہ لوگ ہیں جو غزوۃ الہند کے بپا ہونے کے منتظر ہیں

گرے کٹ کے سر تو زمانہ کہے یہ
میں پہچانتا ہوں سیماب ہے یہ

حکمرانو اب بھی وقت ہے سوچ لو اور خوب اچھی طرح پہچان لو کہ ہم ہی وہ لوگ ہیں جو انشاء اللہ تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیں گے۔ انشاء اللہ اس ملک پر دین نافذ کریں گے۔ اور کافر دنیا کو بتا دیں گے کہ ہم مسلمانوں میں آج بھی وہ قوت ہے جو روس، امریکہ اور یہود کی طاقت کو اسی طرح نیست ونابود کر دے گی۔ جس طرح نبی ﷺ کے تربیت یافتہ مٹھی بھر صحرانشینوں نے قیصر وکسریٰ کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا تھا۔

فرضیت جہاد

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان 13-11-98

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا" یتلوا علیھم ایتنا وما کنا مھلکی القریٰ الا واھلھا ظلمون۔ وما اوتیتم من شئی فمتاع الحیوۃ الدنیا وزینتھا وما عنداللہ خیر و البقیٰ افلا تعقلون○

بہت سی قومیں تباہ ہوئیں بہت سی بستیاں تباہ ہوئیں کوئی شہر زمین میں دھنس گئے کچھ آبادیوں پر پتھر برسے کچھ پر آگ برسی کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ ہو گئیں اور اس طرح وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ رب کریم نے امم سابقہ کا ذکر فرماتے ہوئے ایک اصول بیان فرمایا جس سے کوئی بھی مستثناء نہیں ہے۔

وماکان ربک مھلک القریٰ حتی یبعث فی امھار رسولا"۔ اللہ نے تب تک کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا جب تک اس کے ارباب بست وکشاد تک کوئی رسول نہیں بھیجا جب تک نبی مبعوث نہیں فرمایا اور اس نبی نے یتلوا علیھم ایتنا۔ اس نبی نے ان پر اللہ کا نظام اللہ کی آیات اللہ کے احکام پیش نہیں فرما دیئے تب تک اس بستی کو' اس آبادی کو ہلاک نہیں کیاگیا لیکن جب اللہ کے اس حکم اور اللہ کے نبی کے پہنچائے ہوئے احکام وفرامین کی بھی انہوں نے پرواہ نہ کی اور اپنی روش برقرار رکھی تو پھر وہ ہلاک کئے گئے۔

وماکنا مھلکی القریٰ واھلھا ظلمون۔ کوئی قوم بھی اس وقت تک تباہ نہیں ہوئی جب تک کہ اس کے لوگ ظالم نہیں ہو گئے' ظلم پر نہیں اتر آئے' آگے ارشاد ہوتا ہے وما اوتیتم من شئی فمتاع الحیٰوۃ الدنیا وزینتھا۔ جو کچھ بھی تمہارے پاس ہے دنیا کا عارضی اور وقتی سرمایہ ہے یہ دنیوی زندگی میں تمہاری شہرت یا تمہاری بڑائی کا سبب ہے لیکن جو کچھ اللہ کے پاس ہے' جو کچھ اللہ کی رضا میں ہے' اللہ کی رضامندی کے جو انعامات ہیں وہ اس سے کروڑوں گنا بہتر ہیں

خیر والبقیٰ۔ اور وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں جب کہ یہ مادی ہے' دنیا کا ہے' دنیا کے ساتھ ہوگا' جب دنیا ختم ہو گی ختم ہو جائے گا۔

افلا تعقلون۔ کیا تم میں اتنی عقل بھی نہیں ہے؟

قرآن حکیم چونکہ قیامت تک کے لئے ہے اور رسالت مآب ﷺ کی رسالت بھی ہمیشہ کے لئے ہے لہٰذا بعثت آقائے نامدار ﷺ سے لیکر قیامت تک آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام خلفائے راشدین تابعین تبع تابعین اس کے بعد علمائے امت کے ذمے ہے کہ وہ احکام الٰہی اور سنت نبوی علیہ الصلواۃ والسلام پہنچاتے رہیں کوئی نیا نبی کوئی نیا رسول مبعوث نہیں ہوگا اور جو پہنچانے میں کوتاہی کرے گا وہ صرف اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کرنے والا شمار نہیں ہوگا بلکہ قوموں کی ہلاکت کا ذمہ دار بھی ہوگا۔ اس لئے کہ شاید کہ اہل علم اہل حق یا جو لوگ اپنے آپ کو انبیاء علیہم السلام کا وارث سمجھتے ہیں وہ صحیح طریقے سے حکمران طبقے تک' حکومت تک' بااثر لوگوں تک' اپنی پوری قوت سے دین پہنچاتے تو انہیں ماننا پڑتا۔ آج بھی اگر وطن عزیز کے علماء نفاذ اسلام پر متفق ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت نفاذ اسلام کو نہیں روک سکتی۔ پورے ملک کی ساری آبادی ہے ہی صرف مولوی کے ساتھ۔ پورے ملک کی ساری آبادی' شیعہ' سنی' دیوبندی' بریلوی' اہل حدیث' مقلد' غیر مقلد' سارے لوگ اپنے اپنے مولوی کے ساتھ ہیں۔ کوئی کسی بڑے مولوی کے ساتھ ہے کوئی اس سے چھوٹے کے ساتھ۔ چلتے چلتے آخر محلے کے مولوی تک بات آجاتی ہے کہ لوگ اس کے ساتھ بھی ہیں۔ لیکن علماء کی روش یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے تو محض عبادات پر اکتفا کرلیا اور احکام پہنچانا چھوڑ ہی دیئے حالانکہ یہ تاریخ ہے کہ یا تو نبی خود حکمران بنا ہے' مقابلہ کرکے' لڑبھڑ کے حکومت چھین لی ہے' حکمران بنا ہے یا اسے موروثی حکومت مل گئی ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کو ان کے والد گرامی سے مل گئی یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ یا نبی حکمران بنا ہے یا حکومت وقت نے نبی کی اطاعت کرلی اور سارے معاشرے کی اصلاح کر دی اگر یہ دو باتیں کسی نبی کے عہد میں نہیں ہوئیں تو پھر وہ ان سے ٹکرا کر شہید ہوگیا۔ پورے انبیاء علیہم السلام کی تاریخ دیکھ لی جائے اس میں صرف یہی دو راستے ہیں یا نفاذ اسلام ہوا ہے اور یا نبی نے اپنی جان دے دی بلکہ بنی اسرائیل کی تاریخ میں ملتا ہے کہ ستر ستر نبی ایک دن میں شہید ہو گئے' کسی نبی نے کفر کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا۔

خود آقائے نامدار ﷺ جب مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ نے ساری انسانیت کو پکار کر اعلان فرمایا! میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ﷺ ہوں اہل مکہ کی سختیاں جھیلیں' مدینہ ہجرت فرمائی جب مدینہ منورہ سے عمرے کے لئے تشریف لے گئے اور آپ"

کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا گیا مشہور واقعہ ہے یہ دیکھ لیں کہ آپ ﷺ کے ساتھ جو جمعیت تھی وہ کل پودہ سو پچاس آدمی تھے۔ اہل مکہ کے مقابلے میں وہ جمعیت اس قدر طاقت ور نہیں تھی کہ قوت بازو سے مکہ پر قبضہ کرتی اور اہل مکہ نے مکہ سے باہر نکل کر حدیبیہ کے مقام پر آکر روکا۔ وہاں وہ معاہدہ ہوا صلح حدیبیہ کا جس پر اکابر صحابہ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت عالی میں شکایت بھی کی کہ یارسول اللہ ﷺ بڑی کمزور شرائط ہم نے قبول کی ہیں جب کہ اللہ برحق ہے آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ اگر کوئی کافر ہم سے بھاگ کر چلا جائے تو وہ چلا جائے اسے ہم واپس نہیں لیں گے' اگر کوئی مسلمان کافروں کے پاس قیدی ہے بھاگ کر بھی آئے تو اسے ہم رکھ نہیں سکیں گے اسے واپس کافروں کو دینا ہوگا۔ اس طرح کی شرائط تھیں آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کا حکم ہے اور یہ معاہدہ منظور ہے۔

ایک طرف حال یہ ہے کہ مکہ کوئی سلطنت نہیں ہے' حکومت نہیں ہے' کوئی باقاعدہ فوج نہیں ہے قبائلی نظام ہے اور وہ حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو عمرے کے لئے حرم میں داخل نہیں ہونے دے رہا لیکن جیسے ہی حدیبیہ سے پلٹ کر جاتے ہیں حضور ﷺ تو جیسے ہی فرصت ملتی ہے سلاطین عجم کو خطوط لکھے جاتے ہیں' قیصر کو خط لکھا جاتا ہے' کسریٰ کو خط لکھا اتنی بڑی سپرپاورز جو اس زمانے کی عالمی طاقتیں تھیں مقوقص مصر کو خط لکھا جاتا ہے' یمن کے حکمران کو لکھا جاتا ہے نامہ گرامی۔

عجیب بات ہے قوت کا انتظار نہیں ہے وسائل کا انتظار نہیں ہے۔ حکومت کا انتظار نہیں ہے۔ طاقت کا انتظار نہیں ہے۔ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو اللہ کا پیغام پہنچایا جا رہا ہے اور ہر پیغام میں یہ بات موجود ہے اسلم تسلم تسلیم کر لو تم بھی سلامت رہو گے اگر تسلیم نہیں کرو گے تباہ ہو جاؤ گے۔ اس بات کا حضور ﷺ نے انتظار نہیں فرمایا کہ ہماری طاقت بڑھ جائے گی اور ہمارے پاس بڑی فوج ہو جائے گی تو پھر ہم یہ پیغام پہنچائیں گے نہیں! یہ فریضہ نبوت ہے کہ اللہ کا دین اور اللہ کا پیغام ہر اس جابر وظالم تک پہنچایا جائے جو ظلم کر رہا ہے۔

جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھوڑ کر کسی اور نظام سے حکومت کرے تو اللہ کہتا ہے وہ تو کافر ہے

اگلے دنوں بعض علماء کا یہ بڑا مزے دار ایک طرح کا فتویٰ کہہ لیں یا ان کا مسلک کہہ لیں سامنے آیا کہ "کشمیر میں تو ہم جہاد کر رہے ہیں' کافر کے ساتھ لڑ رہے ہیں' افغانستان میں جہاد ہوتا رہا' کافروں سے لڑتے رہے اور پاکستان میں چونکہ حکمران بھی مسلمان ہیں مسلمان مسلمان کے ساتھ کیسے جہاد کرے" ہم تو انہیں مسلمان ہی کہتے ہیں لیکن اگر قرآن کو دیکھا جائے" اللہ سے پوچھا جائے تو وہ فرماتا ہے۔

من لم یحکم بما انزل اللّٰہ جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھوڑ کر کسی اور نظام سے حکومت کرے فاولئک ھم الکفرون۔ تو اللہ کہتا ہے وہ تو کافر ہے۔ ہم نہیں کہتے' ہم تو حکمرانوں کو مسلمان مانتے ہیں۔ اللہ سے منواؤ۔ اگر کوئی مسلمان ہے اور خدانخواستہ ہم اسے مسلمان نہیں مانتے تو اس کا کیا بگڑے گا' کچھ نہیں بگڑے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان نہیں ہے اور ہم اسے مسلمان مانتے رہیں تو اسے کیا فائدہ ہوگا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ کے ہاں جو مسلمان ہے وہ مسلمان ہے اور جو اللہ کے ہاں نہیں ہے وہ نہیں ہے اللہ فرماتا ہے کہ یہ جو دین میں نے محمد عربی ﷺ پر نازل فرمایا ﷺ یہ ساری انسانیت کے لئے ہے اور سارے زمانوں کے لئے ہے اور بعثت نبوی ﷺ کے بعد' تکمیل قرآن کے بعد' قیامت تک روئے زمین کے کسی حصے پر بھی جو اس نظام کو چھوڑ کر کسی اور نظام کو اپنا انداز حکمرانی اپنائے گا وہ کافر ہے۔ مجھے نہیں پتہ جو علماء فتویٰ دے رہے ہیں وہی اس آیت کی بھی وضاحت کریں وہی یہ فرمائیں ہماری رہنمائی بھی کریں کہ یہ کافر کون ہیں کہ بھئی جو پہلے کافر ہے جو اللہ کا انکار کرتا ہے جو کتاب کا انکار کرتا ہے جو دین کا انکار کرتا ہے اس کی نشان دہی کرنے کی قرآن کو کیا ضرورت ہے جو پہلے کافر دنیا میں علانیہ کافر ہے اسے قرآن کو کافر بتانے کی کیا ضرورت ہے اللہ کو نشان دہی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

یقیناً" کوئی ایسا معاملہ ہے کہ کچھ لوگ خود کو مسلمان سمجھتے ہیں جب کہ واقعتاً" وہ مسلمان نہیں ہیں' ان کی نشان دہی فرمائی جارہی ہے۔ جو پہلے کافر ہیں ان کو تو سیدھا سیدھا یایھا الکفرون۔ کہتا ہے۔ قرآن مجید مشرکین کو مشرک کہہ کر پکارتا ہے' کافر کو کافر کہہ کے پکارتا ہے' نصاریٰ کو نصاریٰ کہہ کر پکارتا ہے' یہود کو یہودی کہہ کے پکارتا ہے تو پھر یہ ایک وجہ کہ جو ایسا کرے گا وہ بھی کافر ہے اس کا مطلب ہے کہ کچھ لوگ بزعم خویش مسلمان ہیں لیکن اللہ فرماتا ہے میاں یہ اسلام نہیں ہے کہ تم محمد ﷺ کا لایا ہوا دین ایک طرف رکھو' تم کہو کہ اسلام کی سزائیں "وحشیانہ" ہیں اور تم یہودیوں کے بنائے ہوئے نظام کی سزائیں "انسانی" سزائیں سمجھ کر دو اور اعلان بھی کرو کہ اسلام کی سزائیں وحشیانہ ہیں پھر تم بھی کافر ہو۔ نماز پڑھنا اچھی بات ہے حج کرنا عمرہ کرنا اچھی بات ہے لیکن کیا نماز سے' حج سے' عمرے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں! مسلمان ہوگا عقیدے کی اصلاح سے اور اس کے بعد اس کا روزہ نماز اسے مفید ہوگا وہ کہتا ہے اللہ بھی ہے اور

فلاں جو ہے وہ بھی اللہ کے برابر ہے پھر وہ روزہ رکھے نماز پڑھے حج کرنے جائے کیا وہ سب کچھ ہوگا نہیں ہوگا ایک شخص کہتا ہے اللہ بھی قادر ہے اور یہ بت جو ہیں یہ بھی قادر ہیں پھر وہ روزہ بھی رکھتا ہے نماز پڑھتا ہے وہ ہوگی؟ اس طرح جو شخص اس نظام کو قوت ہونے کے باوجود رائج نہیں کرتا اور غیر شرعی غیر اسلامی نظام رائج کرتا ہے اللہ فرماتا ہے فاولئک ھم الکفرون۔ یہ بھی کافر ہے تو پھر اب جہاد جائز ہوگا کہ نہیں ہوگا جب کہ ہر نبی کا طریقہ یہ رہا ہے ہر نبی نے یا دین نافذ کروایا یا شہید ہوگیا ہر نبی کا طریقہ یہ رہا ہے "شریعت یا شہادت" کوئی ایسا نبی آپ کو نہیں ملے گا کہ جو کمزور تھا' قوم طاقتور تھی' خاموشی سے اس نے وقت گزار دیا۔ یہ ہرگز نہیں ہوا اس نے طاقت ور کا گریباں پکڑا' اس سے ٹکرایا' اگر فتح نہیں کر سکا خود شہید ہو گیا۔ اپنے جو ماننے والے تھے انہیں شہید کرا لیا لیکن سمجھوتہ نہیں کیا۔ صرف ایک بات نہیں یہ تین باتیں اکٹھی قرآن نے ارشاد فرمائی ہیں

من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولئک ھم الظلمون۔ جو اللہ کے نازل کردہ نظام کو چھوڑ کر دوسرے نظام سے حکمرانی کرتا ہے ایسے ہی لوگ ظالم ہیں اور ادھر فرمایا

ماکنا مھلک القریٰ الا واھلھا ظلمون۔ ہم تب تک بستیاں تباہ نہیں کرتے جب تک ان کے رہنے والے ظالم نہ ہوں۔ اور حقیقتاً" ظالم کون ہے' ایک شخص نے ایک فرد کے ساتھ ظلم کیا وہ ظالم ہے۔ ایک شخص نے ایک بندہ قتل کر دیا ظالم ہے۔ ایک شخص نے ایک فرد کا حق چھینا وہ ظالم ہے لیکن یہ نظام جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے ہیں یہ ساری انسانیت کے لئے ہے اور جس نے اس نظام کو ٹھکرایا اس نے پوری انسانیت پر ظلم کیا اس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔ ایک آدمی کے ظلم کا ایک فرد شکار ہے' ایک خاندان ایک گھر شکار ہے' ایک آدمی کے ظلم کے دس آدمی شاکی ہیں' دس خاندان شکار ہیں' ایک آدمی کے ظلم کا ایک محلہ ایک گاؤں شکار ہے' ایک آدمی کے ظلم سے پوری انسانیت شکار ہے پھر اس سے بڑا ظالم کون ہوگا خواہ وہ اپنا نام محمد نواز شریف رکھ لے کیا فرق پڑتا ہے اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دین یہ احکام۔ من لم یحکم اس کو انداز حکمرانی جس نے نہ بنایا بما انزل اللّٰہ جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کو جس نے انداز حکمرانی نہ بنایا فاولئک ھم الظلمون۔ فاولئک ھم الکفرون فاؤلئک ھم الفسقون۔ اور دیکھ لو واقعات بھی ثابت کرتے ہیں کہ حکمرانوں کے "اسلام" کے انداز حکمرانی کو چھوڑنے سے ہر روز ظلم بھی بڑھ رہا ہے۔ پچاس اکاون برس ہو گئے ملک کو آزاد ہوئے' ہر آنے والے دن میں پہلے سے زیادہ ظلم ہوتا ہے۔ ہر آنے والے دن میں گناہ ترقی کرتا ہے۔

یار تبلیغ کتنی ہوتی ہے پاکستان میں! کتنے لوگ ہیں جو بسترے باندھ کر اپنا خرچہ گھر سے لیکر اللہ کے نام پر تبلیغ کرنے کے لئے در در پھرتے ہیں۔ ہر اخبار' ہر رسالہ دینی موضوع لکھتا ہے۔ کتنے مدارس ہیں' ایک شہر میں پانچ پانچ ہزار مدرسہ ہے جو دین پڑھا رہے ہیں ہر رسالے میں دین کا چیپٹر ہوتا ہے اور پھر خود دینی رسالے کتنے نکلتے ہیں یہ ساری تو تبلیغ ہے لیکن اس سے کیا فائدہ ہو رہا ہے ہر آنے والے دن میں ظلم بھی بڑھ رہا ہے اور فسق وفجور بھی بڑھ رہا ہے گناہ اور بدکاری بھی بڑھ رہی ہے' کیوں؟ اس لئے کہ تحکیم جو ہے حکومت جو ہے وہ:۔

یہ کافر مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں ان کافروں کا نام بھی اسلامی ہے اور یہ کافر نمازیں بھی پڑھتے ہیں لیکن کیا ان کے کفر میں کوئی شک ہے

من لم یحکم بما انزل اللّٰہ اللہ کے نازل کردہ نظام کے خلاف ہے وہ کافر کے بنائے ہوئے دستور کے مطابق ہے اس لئے کفر بھی بڑھے گا' ایمان بھی خطرے میں ہوں گے۔ دیکھتے نہیں ہو یار! لوگ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوتے ہیں اور آج اللہ کے وجود اور نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی نبوت کا انکار کئے پھرتے ہیں۔ وزیراعظم صاحب لوگوں کو تو بتاتے ہیں تقریر میں کہ سینیٹ میں ایک آدمی نے کہا جی اللہ کون ہوتا ہے الیکشن جتوانے والا اور دوسرے نے کہا معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ نبی کریم ﷺ بھی ڈکٹیٹر تھے ہٹلر کو لوگ ڈکٹیٹر کہتے ہیں۔ یہ کافر' کسی کافر کے گھر پیدا نہیں ہوئے جو اللہ کے بھی گستاخ ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کے بھی گستاخ ہیں "یہ کافر" مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں ان کافروں کا نام بھی اسلامی ہے اور یہ کافر نمازیں بھی پڑھتے ہیں لیکن کیا اِن کے کفر میں کوئی شک ہے۔ جس طرح ایسا کہنے والا کافر ہے اسی طرح سن کر ایکشن نہ لینے والا وزیراعظم اس سے بڑا کافر ہے۔ جس شخص کے پاس ملک کی حکومت بھی ہے اگر کوئی شخص (اسے گستاخی نہ سمجھا جائے) جناب وزیراعظم کے والد ماجد کی شان میں اس طرح کی گستاخی کرتا' وہ کہتا آپ کا والد فرعون ہے پھر اسی سینیٹ میں سینیٹ کا کوئی رکن کہتا کہ آپ کا والد ڈکٹیٹر ہے ملک پر حکومت ہے کسی کو فرعون کہنا یا موجودہ زبان میں ڈکٹیٹر کہنا ایک مخصوص معنی رکھتا ہے اگر کوئی کہتا میاں محمد شریف صاحب فرعون ہیں تو میاں صاحب آپ پھر کیا کرتے اور کسی نے نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے لئے یہ ظالمانہ کلمہ استعمال کیا اور آپ نے سن کر برداشت کیا پھر جلسے میں لوگوں کو بتاتے ہو "شرم تم کو مگر نہیں آتی" وہ بھی کافر اور سن کر باہر بتانے کے لئے آنے والے بھی کافر۔ اب ان مولویوں کو لاؤ میدان میں جو کہتے ہیں ان کے ساتھ لڑائی' اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد ہوگا۔ اگر یہ جہاد

نہیں ہو گا تو پھر کیا ہے؟ اب بات اس جگہ پر پہنچ گئی ہے کہ جب آپ کی اسمبلیاں' آپ کے قومی ادارے' آپ کی سینیٹ اللہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں' رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اسلام کا مذاق اڑایا جاتا تھا اور اس لئے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب اسلام کا اور ارکان اسلام کا مذاق اڑایا گیا تو کسی نے کوئی ایکشن نہیں لیا۔ نوبت بایں جارسید۔ اب بھی اگر کسی نے کوئی ایکشن نہ لیا تو پھر پورے کا پورا ملک غرق ہو جائے گا پھر بستیاں تباہ ہوں گی۔ اس کی مرضی آسمان سے آگ برسائے' اس کی مرضی زمین پھٹ جائے اور غرق کر دے اور سب سے بڑا عذاب یہ ہو گا کہ اس کی مرضی کہ وہ ہندو جیسی ذلیل قوم کو آپ پر فتح دے دے اور آپ کے اوپر چڑھا دے۔

جس طرح مسلمان بگڑے تھے بدکار ہوئے تھے تو اس نے تاتاریوں کو منگولیا سے اٹھا کر مسلمانوں پر چڑھا دیا انہوں نے پرخچے اڑا دیئے۔ انہوں نے اس طرح قتل کئے کہ ہر شہر میں سروں کے مینار بنائے مردوں کے سر کاٹے' عورتوں کے سر کاٹے' بچوں کے سر کاٹے حتیٰ کہ مینار اونچا کرنے کے لئے حاملہ مسلمان عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچے نکال کے ان کے سر کاٹ کر بھی ان میناروں میں رکھے گئے اس لئے کہ وہ مسلمان بے غیرت ہو گئے تھے۔ توہین ہوتی تھی دین کی برداشت کرتے تھے' توہین ہوتی تھی احکام الٰہی کی' برداشت کرتے تھے۔ توہین ہوتی تھی اللہ کی' برداشت کرتے تھے۔ توہین ہوتی تھی رسالت مآب ﷺ کی' برداشت کرتے تھے۔ اللہ نے ان پر تاتاری بھیج دیئے۔

پاکستان کے مسلمانو! اگر تم بھی برداشت کرو گے تو تم پر تاتاریوں سے زیادہ ذلیل قوم ہندو کو چڑھا دے گا اور یہ گھڑی سر پر کھڑی ہے اب اس کے بعد کس بات کا انتظار ہے۔ حکمرانوں نے تبدیلی کے سارے راستے بند کر دیئے ہیں۔ آپ خواجہ خضر کو بھی لے آئیں تو اس مروجہ الیکشن میں جیت کر آگے نہیں جا سکتا نظام ہی ایسا کافرانہ بنایا گیا ہے اور اس طریقے سے بنایا گیا ہے کہ جسے وہ چاہیں وہی جیتے اسمبلی توڑنے کا اختیار تھا صدر کے پاس وہ وزیراعظم نے ختم کر دیا وہ ایک سیفٹی والو تھا' خرابی ہوتی تھی اسمبلی ٹوٹ جاتی تھی' کوئی بڑی تباہی نہیں آتی تھی۔ وہ ایک سیفٹی والو تھا کہ جب پھٹنے کے قریب آئے تو اسے (سیفٹی والو) کھول دیا جائے وہ بھی ختم ہو گیا۔ اب بجائے شریعت کے نفاذ کے شریعت کا بل لا کر شریعت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور یہ بحثیں ہو رہی ہیں کہ جو میں نے عرض کیا نقل کفر کفر نہ باشد یہ بحثیں ہو رہی ہیں۔

دوسری طرف اللہ نے اسی وطن کو' اس قوم کو' ان لوگوں کو' پوری دنیا میں سے منتخب فرما کے ایٹمی قوت بنا دیا۔ اس میں کسی ایک کی بہادری نہیں ہے یہ اللہ کی عطا ہے اور یہ گزشتہ تیس سالوں کا عمل ہے۔ لیکن کمال ہے کہ موجودہ حکومت اس ایٹمی طاقت کو بھی بیچنے پر تل گئی ہے یعنی وہ موت کہ اگر ہم اپنے ملک میں اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں اگر ہم اپنے ملک کے معاشی نظام کو بنکوں کو بیت المال بنانا چاہتے ہیں اگر ہم اپنا نظام تعلیم بدلنا چاہتے ہیں اگر ہم اپنا عدالتی نظام بدلنا چاہتے ہیں تو کافر ہمیں بدلنے نہیں دیں گے' کیوں؟ کافر بڑے طاقتور ہیں۔ اللہ نے ہمیں بھی ایٹمی قوت بنا دیا تو ہم بھی بڑے طاقتور ہیں لیکن حکمران اس طاقت کو بھی بیچنے پر درپے ہیں اور قیمت لے رہے ہیں۔ دنیا میں پہلا سودا ہے کہ ایٹمی قوت ہمیں دے دو اور ہم تمہیں جو قیمت دیں گے وہ سود سمیت تمہیں لوٹانی ہو گی۔ ارے پہلے بھی کبھی کسی نے ایسی کوئی چیز بیچی کہ جو قیمت لے پھر اس پر سود لگا کر وہ بھی واپس دے اور وہ اپنی قوت بھی دے دے۔ یہ امت مسلمہ کو بے چراغ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ صرف پاکستانیوں کی امانت نہیں ہے یہ دنیا کی ہر مسلمان سلطنت کی طاقت ہے۔ جو ایٹم بم پاکستان کے پاس ہے کہ امت مسلمہ کی قوت کا مظہر ہے۔

آج آپ جسے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کہتے ہیں اس کے پاس سرمایہ کس کا ہے؟ امریکہ کا یا برطانیہ کا نہیں! اس کے پاس تین چوتھائی سے زیادہ سرمایہ مسلمان حکومتوں کا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ سرمایہ بھی مسلمانوں کا ہے اور قرض بھی مسلمانوں کو دیا جاتا ہے اور ان سے شرائط منوائی جاتی ہیں اور انہیں ذلیل کیا جاتا ہے۔ اگر یہ ایٹمی قوت بحال رہے وہ کیوں مسلمانوں نے کافروں کو قرض دے رکھا ہے اس لئے وہ خود کو ان سے کمزور سمجھتے ہیں اب یہ ایٹمی طاقت بحال رہے اور مسلمان ریاستوں کو اس پر متحد کیا جائے' مسلمانوں کافروں سے اپنا سرمایہ لے لیں اور اسلامی ورلڈ بنک بنایا جائے' مسلمانوں کا الگ بنک بنایا جائے جو اپنے سرمائے کو انوسٹ کرے' سود نہ لے تو مغرب والے محتاج ہو جائیں پائی پائی کو' کوڑی کوڑی کو اور ان مسلمانوں سے ادھار مانگ کر کھائیں۔

اس صورت حال سے بچنے کے لئے انہوں نے کہا' یہودیوں نے کہ ان سے ایٹمی قوت ہی خرید لو اور جو حکمران یہ قوت بیچ دے گا کیا اسے آپ مسلمان سمجھیں گے میں تو نہیں سمجھتا۔ کیا وہ اس کا مستحق ہے کہ اسے مسلمان سمجھ کر اس کا احترام کیا جائے میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔ اگر ہم نے اس سارے ظلم کو برداشت کر لیا خاموشی سے اور سہہ لیا اور اس کے مقابلے میں نہ آئے تو یاد رکھو یہ تو تباہ ہونے کے قریب ہیں ہی یہ سارے لوٹے مصلے بھی ڈوب جائیں گے۔ تبلیغ بہت اچھی بات ہے' فریضہ ہے' دین کا' وعظ بہت اچھی بات ہے' فریضہ ہے' حصہ ہے دین کا' تعلیم وتعلم بہت اچھی بات ہے' بنیاد ہے دین کی'

تعلیم جو ہے' مدارس جو ہیں' دین کی بنیاد ہیں نماز' روزہ' حج وزکواۃ ارکان ہیں دین کے' وظائف اللہ کے نام کی تسبیح پڑھنا عبادت ہے' قرآن کو دیکھنا' قرآن کو چھونا' قرآن کو پڑھنا' قرآن پر عمل کرنا سب عبادت ہے۔ لیکن ہر عبادت کا ایک موقع محل ہوتا ہے آج سب سے ضروری عبادت یہ ہے کہ اپنا سجدہ بھی میدان جنگ میں کیا جائے' روزہ میدان جنگ میں رکھا جائے' وظیفہ میدان جنگ میں پڑھا جائے اور یاد رکھو میدان بدر میں حضور ﷺ نے روزے چھڑوا دیئے تھے' جنگ نہیں چھڑوائی تھی۔ بدر کے صحابہ کو بدر میں حضور ﷺ نے فرمایا کوئی روزہ نہیں رکھے گا۔ لڑو کافروں سے روزے کی قضا ہے لیکن یوم بدر کی قضا نہیں ہے۔ غزوہ احزاب میں' غزوہ خندق میں' ایک دن کی چار نمازیں نہ رسول اللہ ﷺ نے ادا کیں نہ کسی صحابی نے ادا کیں۔ چار نمازیں چھوٹ گئیں' تابڑ توڑ حملے ہو رہے تھے' کفار کے اور مسلمان دفاع کر رہے تھے خود رسول اللہ نے چار نمازیں چھوڑ دیں' صحابہ نے چھوڑ دیں' فرمایا! نمازوں کی قضا ہے' کفر غالب آگیا اس کی قضا کیا ہوگی۔ آج تبلیغ تو پھر بھی ہو سکتی ہے لیکن اگر بستیاں ہی غرق ہو گئیں مبلغین سمیت تو تبلیغ کس کو کرو گے۔ مدارس تو پھر بھی بن جائیں گے لیکن مدارس سمیت اگر زمین ہی دھنس گئی تو کسے پڑھاؤ گے وظیفے اور تسبیحات اور ادو اذکار اللہ نے فرمایا!

واذا لقیتم فیئته فاثبتوا واذکر اللّٰه کثیرا۔ فرمایا مقابلہ آجائے میدان کار زار میں ڈٹ کے لڑو اور لڑتے لڑتے اللہ اللہ کرتے رہو مجھے تمہارا وہ ذکر بھی قبول ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ذکر چھوڑ دو نماز کا وقت ہو گیا فرمایا آدھے لڑتے رہو آدھے جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھ لو اور دو رکعت کافی ہیں۔

ساری نماز چھوڑ دو دو رکعت پڑھو لو اور باقی کے دو رکعت جو رہ گئے ہیں وہ آگے پڑھ لیں تم جا کر لڑنا شروع کر دو گھوڑے کی پیٹھ پر ہو پڑھ لو میدان کارزار میں ادا کر لو لیکن لڑائی سے منہ مت پھیرنا۔ فاثبتوا جم کر لڑنا فرمایا! فاثبتو۔ قدموں میں لغزش نہ آئے۔

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

آج قیام کی گھڑی ہے آج آپ کے اعلیٰ ترین اداروں میں عظمت الٰہی کا مذاق اڑایا جا رہا ہے آج آپ کے ملک کے اعلیٰ ترین اداروں میں عظمت رسالت ﷺ کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اسلام کا پہلے اڑایا جاتا تھا جسے اللہ نے نور ایمان دیا ہے آج اس کے ذمے فرض ہے کہ میدان کارزار میں اترے اور بدر واحد کی یاد تازہ کر دے۔

پھر سے دیوانے تیرے ہونگے جنوں میں مبتلا
اور موڑ کے رکھ دیں گے پہیہ گردش ایام کا

آج پھر وقت ہے میں تو آپ سب کے لئے دعا کر سکتا ہوں اور میں تو حکمرانوں کے لئے بھی دعا کیا کرتا ہوں کہ اللہ انہیں ہدایت دے دے

لیکن یاد رکھو! اللہ نے فرمایا تھا نبی علیہ الصلواۃ والسلام کو انک لاتھدی من احببت ولکن اللّٰه یھدی من یشاء۔ اے میرے حبیب ﷺ صرف آپ ﷺ کے چاہنے سے کسی کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی آپ ﷺ تو سب کے لئے چاہتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں وہ بھی تو چاہے اس کے دل میں بھی تو ہدایت کا جذبہ آئے۔ یھدی الیه من ینیب اس کے اپنے دل میں انابت آئے تب ہدایت نصیب ہوگی میری دعاؤں کی کیا حیثیت ہے ان کے اپنے دل میں بھی تو عظمت الٰہی آئے ان کے اپنے دل میں نہ ہو تو ہماری دعائیں کیا کریں گی۔ بہرحال ہم تو سب کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہدایت دے اور یہ وعدہ بھی کرتے ہیں کہ انشاء اللہ العزیز ہم عذاب میں غرق نہیں ہوں گے سر میدان شہید ہوں گے۔ ہمیں حادثوں میں مرنا پسند نہیں ہے ہم نے اپنے لئے موت منتخب کرلی ہے اور ہم میدان کارزار میں شہید ہو کر جان دیں گے خاک وخون میں لیٹ کر جان دیں گے

چہ خوش رسم بنا کردن نجاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ کریم آپ سب کو بھی اس جرات کی توفیق دے۔ آمین

- کیا کافروں کی طرح مسلمان بھی اسمبلی میں بحث کریں گے جبکہ قرآن وسنت پر ہمیں عمل کرنا چاہئے یا نہیں' یا قرآن وسنت کا کون سا عمل ہے جس پر عمل کریں تو ہمارے لئے مفید ہے اور کونسا حکم ہے جس کو ہمیں نہیں چھیڑنا چاہئے۔

دعائے مغفرت کی درخواست

(1) ملک ارشد صدر الاخوان گوجرہ کی بھانجی قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہے
(2) سید نذیر احمد شاہ امیر جماعت فیصل آباد کے خالو وفات پا گئے ہیں
(3) چوہدری امجد گجر فیصل آباد کی اہلیہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔
قارئین سے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

ترجمہ قرآن

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے قرآن کو غور و فکر کرنے والوں کے لئے آسان کر دیا ہے' ہے کوئی توجہ کرنے والا۔ اسی آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب مولانا محمد آصف قاسمی نے اپنے انداز کی ایک بہت اچھی اور منفرد کوشش کی ہے جس کا عنوان انہوں نے ترجمہ' قرآن رکھا ہے۔

ان کی تحقیق کے مطابق قرآن کریم میں تقریباً" اسی ہزار 80,000 الفاظ ہیں۔ مگر اصل الفاظ کل دو ہزار ہیں جو بار بار آنے کی وجہ سے اسی ہزار کی تعداد تک پہنچ جاتے ہیں۔ ان دو ہزار الفاظ میں بھی تقریباً" پانچ سو الفاظ وہ ہیں جو اردو زبان میں بولے اور سمجھے جاتے ہیں اس کتاب کے آخر میں انہوں نے ہر پارے میں پہلی بار آنے والے الفاظ کی فہرست بھی شائع کی ہے۔ جو قارئین کرام کے پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔

ہر سپارے میں پہلی بار آنے والے الفاظ

نمبر شمار	سپارے کا نام	ہر سپارے میں نئے الفاظ	نمبر شمار	سپارے کا نام	ہر سپارے میں سے الفاظ
1	سپارہ الم	653	16	سپارہ قال الم اقل	96
2	سپارہ سیقول	458	17	سپارہ اقترب	47
3	سپارہ تلک الرسل	263	18	سپارہ قدافلح	45
4	سپارہ لن تنالوا	183	19	سپارہ وقال الذین	47
5	سپارہ والمحصنت	74	20	سپارہ امن خلق	19
6	سپارہ لایحب اللہ	59	21	سپارہ اتل ما اوحی	21
7	سپارہ واذاسمعوا	48	22	سپارہ ومن یقنت	38
8	سپارہ ولواننا	45	23	سپارہ ومالی	63
9	سپارہ قال الملاء	38	24	سپارہ فمن اظلم	28
10	سپارہ واعلموا	37	25	سپارہ الیہ یرد	34
11	سپارہ یعتذرون	30	26	سپارہ حم	52
12	سپارہ ومامن دابتہ	51	27	سپارہ قال فما خطبکم	96
13	سپارہ ومابری	35	28	سپارہ قدسمع اللہ	18
14	سپارہ ربما	47	29	سپارہ تبارک الذی	100
15	سپارہ سبحن الذی	125	30	سپارہ عم یتساءلون	135

اسلام بطور واحد قانون

دنیا کے کسی ملک میں ایک سے زیادہ نظام رائج نہیں ہیں۔ ہر ملک کا ایک نظام ہے خواہ وہ اسلامی ہو غیر اسلامی ہو۔ اسی لئے کسی ملک کو یہ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کہ ان کے ملک میں سپریم لاء کونسے والا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ حکومتیں' مقتدر لوگ' طبقہ بالا کے لوگ اسلامی نظام کا نفاذ نہیں چاہتے مگر عوام سے ڈرتے ہوئے اس کا اقرار بھی نہیں کرتے اس لئے وہ مختلف نئی نئی اصطلاحات ایجاد کرکے لوگوں کو بہلاتے رہتے ہیں اور یقین دلاتے رہتے ہیں کہ ہم اسلام کو سپریم لاء بنا رہے ہیں یعنی موجودہ نظام بھی بحال رہے گا اور اسلام کا نظام بھی لاگو کر دیا جائے گا حکومت کی یہ چال منافقانہ تو ہے ہی لیکن اتنی پچگانہ ہے کہ ہر کوئی ان کے مافی الضمیر کو جان چکا ہے۔ یہ کیسے مسلمان حکمران ہیں جو اپنے ہی عوام کو دھوکا دیتے ہیں' اپنے آپ کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ 4/5 سال یونہی قوم کو فریب دیتے ہوئے گزار دیں گے۔ مگر اب عوام باشعور ہو چکی ہے۔ حکمران جان لیں کہ اب یہ کاٹھ کی ہنڈیا مظلومین کے قہر و غضب سے جلنے والی ہے۔ نہ یہ ہنڈیا رہے گی نہ اس کو چڑھانے والے۔ انشاء اللہ۔

خطاب۔ امیر محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحیم○ یایھا الذین امنوا ادخلو فی السلم کافتہ و لا تتبعوا خطوت الشیطن۔ انہ لکم عدو مبین

خدا خدا کرکے اکاون برس بعد پھر سے بات چلی کہ ملک میں دین کا نفاذ کیا جائے۔ نفاذ اسلام یا نفاذ شریعت بل پہلی دفعہ پیش نہیں ہو رہا یہ پچاسی سے لیکر پچانوے تک دس سال زیر بحث رہا ہے یہ مولوی سمیع الحق صاحب نے پیش کیا تھا اور بات اس میں بھی یہی تھی کہ قرآن وسنت کو بالادست مانا جائے۔ پرسوں اسلام آباد میں مولانا سمیع الحق کانفرنس تھی اس میں ملک کے نہایت ہی معروف اور محترم علمائے کرام مدعو تھے اسلامی ملکوں کے سفیر تھے کچھ ریٹائرڈ جرنیل تھے تو وہاں بھی یہی بات ہوئی کہ اس نفاذ شریعت بل پر سب سے زیادہ بحث ہو چکی ہے۔ اس میں سینیٹ نے سٹیڈنگ کمیٹیاں بنائیں ان کمیٹیوں نے علماء کے بیان لئے' مختلف شہریوں سے مشورہ کیا' مختلف ماہرین سے باتیں ہوئیں اور بالاخر یہ سینیٹ میں دوتہائی اکثریت سے مسلم لیگ ہی نے پاس کرایا اور اس وقت پاس کرایا جب ملک پر پیپلزپارٹی کی حکومت تھی اور بے نظیر وزیراعظم تھی۔ اصل میں مسلم لیگ کا مقصد نفاذ اسلام نہیں تھا۔ مسلم لیگ کا مقصد پیپلزپارٹی کی حکومت کو پریشان کرنا تھا۔ تو سینٹ میں مسلم لیگ کی اکثریت تھی اور قومی اسمبلی میں پیپلزپارٹی کی اکثریت کی وجہ سے ان کی حکومت تھی لہٰذا سینٹ سے پاس ہو گیا قومی اسمبلی میں لٹک گیا۔ پیپلزپارٹی چلی گئی مسلم لیگ کی حکومت آگئی جب حکومت مسلم لیگ کی آئی تو مسلم لیگ نے اس میں ایک ترمیم کی کہ اب اکثریت چونکہ مسلم لیگ کے پاس تھی قومی اسمبلی میں اور سینٹ سے پہلے ہی پاس ہو چکا تھا تو مسلم لیگ نے ایک چھوٹی سی ترمیم اس میں کی کہ قرآن وسنت کی بالادستی کا بل پاس کر دیا جائے بشرطیکہ مروجہ عدالتی نظام' مروجہ سیاسی نظام اور مروجہ معاشی نظام میں یہ مداخلت نہ کرے۔ اس عدالتی نظام کو بھی شریعت نہ چھیڑے' معاشی نظام کو بھی شریعت نہ چھیڑے اور سیاسی نظام کو بھی شریعت نہ چھیڑے تو شریعت کی بالادستی ہمیں منظور ہے۔ یہ یہی وزیراعظم صاحب بھی تھے اور یہی مسلم لیگ بھی تھی اور یہی ان کی اسمبلی بھی۔ مجھے خود علمائے کرام سے اس بات پر اختلاف ہے میں نے پرسوں کی مجلس میں بھی ان سے یہ گزارش کی اور اس سے پہلے تین آل پارٹیز کانفرنس ہوئی ہیں تینوں میں میں نے بات دہرائی ہے ڈاکٹر اسرار صاحب نے علماء کو جمع کیا میں نے وہاں بھی یہ بات دہرائی تھی اور پرسوں بھی دہرائی ہے اور کل وزیراعظم صاحب نے نفاذ شریعت کانفرنس بلائی ہے اسلام آباد اس میں انہوں نے بھی مجھے یاد فرمایا میں انشاء اللہ ان کے سامنے بھی یہ بات کل پھر دہراؤں گا کہ شریعت کو ہم بالادست نہیں مانتے بلکہ ہم صرف شریعت ہی کو قانون مانتے ہیں اور شریعت کے خلاف جو کچھ بھی ہے اسے باطل مانتے ہیں۔ شریعت کی بالادستی سے مراد تو یہ ہے کہ دو تین چار جتنے نظام ہیں سارے حق ہیں سارے درست ہیں شریعت ان میں سے سب سے بہتر ہے تو ایسا تو کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ حضرات علماء کرام اس پر کیوں زور دیتے ہیں کہ شریعت کو بالادست مانا جائے بالادست سے مراد کیا ہے حکمرانوں کی۔ ہر قوم' ہر ملک کے پاس ایک قانون ہوتا ہے کسی قوم' کسی ملک' کسی معاشرے' کسی آبادی میں کبھی دو قانون نہیں ہوتے وہ غلط ہوتا ہے یا صحیح ہوتا ہے وہ ظالمانہ ہے یا عادلانہ ہے وہ اچھا ہے یا برا ہے لیکن قانون ایک ہوتا ہے' نظام ایک ہوتا ہے' سسٹم ایک ہوتا ہے' یہ واحد ملک ہے جس میں پہلے سے متعدد نظام چل رہے ہیں اور اس پر جو شریعت کی بات آتی ہے تو شریعت کو بالادست تو شاید مکہ والے بھی مان لیتے کہ جو تصور اللہ کا آپ ﷺ نے دیا ہے یہ دوسروں سے اعلیٰ ہے یا جو بات آپ ﷺ کہتے ہیں یہ دوسروں سے بھلی

اب جو حکومت قائم ہے تو یہ مسلم لیگ کے ووٹوں پر نہیں ہے بلکہ یہ تو غیر مسلموں کے ووٹوں پر قائم ہے۔ اب حکومت کے پاس باقی رہنے کا جو جواز ہے وہ اقلیتوں کے ووٹ ہیں۔ چوڑے' چماروں کے ووٹوں پر اگر وہ بھی حکومت کا ساتھ چھوڑ دیں تو حکومت اقتدار میں نہیں رہ سکتی

ہے لیکن آپ ﷺ کی بات کی اہمیت کو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن کام ہم اپنے طریقے سے کریں گے ہماری مجبوری ہے وہ بالادستی سے یہی مراد ہے پھر شریعت کو بالادست مان کر شرعی عدالتیں بنائی گئیں جتنے مقدمے شرعی عدالتوں میں گئے اور شرعی عدالتوں نے جتنے فیصلے کئے وہ سارے فیصلے سپریم کورٹ میں چیلنج ہوئے اور سارے ہی منسوخ ہوتے چلے گئے تو پھر بالادست سپریم کورٹ اور مجوزہ نظام ہے یا شرعی عدالتیں اور شرعی قوانین یعنی اگر آپ بالادست ہی مانتے ہیں اور سپریم لاء ہی مانتے ہیں تو سپریم لاء کو اس سے کم تر درجے کے لاء میں چیلنج کیوں کرتے ہیں؟ خود حکومت کی اور مسلم لیگ حکومت کی اپیل ابھی تک سپریم کورٹ میں پڑی ہوئی ہے جو شریعت بنچ نے سود کے خلاف فیصلہ دیا تھا کہ سود حرام ہے اور یہی وزیراعظم صاحب اور ان کی حکومت اپیل لے کر سپریم کورٹ میں چلے گئے پھر ان کی حکومت چلی گئی بے نظیر صاحبہ کی حکومت آگئی وہ بھی اپنا وقت گزار کر چلی گئی اب پھر یہ آگئے تو اپیل ابھی تک وہیں ہے اس کے لئے ابھی تک کوئی بینچ ہی تشکیل نہیں دیا سپریم کورٹ نے کہ اس کی سماعت ہو تو اگر اکاون سال بعد بھی اس بے بس مجبور اور نامراد قوم کے ساتھ شریعت کے نام پر مذاق ہی کیا جانا ہے تو یہ تو ظلم کی حد ہے۔ پھر جب مسلم لیگ کے پاس دو تہائی اکثریت تھی تب مسلم لیگ نے بل پیش نہیں کیا آج جب قومی اسمبلی میں مسلم لیگ کی سادہ سی اکثریت رہ گئی ہے اور وہ بھی قابل ذکر نہیں اگر دس آدمی اس سے نکال دو یعنی اب جو حکومت قائم ہے تو یہ مسلم لیگ کے ووٹوں پر نہیں ہے بلکہ یہ تو غیر مسلموں کے ووٹوں پر قائم ہے۔ اب حکومت کے پاس باقی رہنے کا جو جواز ہے وہ اقلیتوں کے ووٹ ہیں۔ چوڑے' چماروں کے ووٹوں پر اگر وہ بھی حکومت کا ساتھ چھوڑ دیں تو حکومت اقتدار میں نہیں رہ سکتی اور یہ بڑی عجیب بات ہے کہ عموماً" ہمارے ملک میں حکومت جو بنتی ہے اس کے اقتدار کا فیصلہ عموماً" غیر مسلموں اور کافروں اور اقلیت کے ووٹوں سے ہوتا ہے تو اب بھی اگر اسی بالادستی پر انسسٹ Insist کرتے ہیں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ جملہ اپنے وجود ہی میں غلط ہے کہ قرآن وسنت سپریم لاء ہے۔

قرآن وسنت قانون ہے صرف اکیلا حق ہے۔ اور اس کے خلاف جو کچھ بھی ہے وہ باطل ہے دو چیزیں کبھی حق نہیں ہو سکتیں بیک وقت جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ تو پہلی بات تو یہ ہے کہ

Quaran'o Sunnaf is not the
Supreme law It is the law

کیا کافروں کی طرح مسلمان بھی اس پر بحث کریں گے کہ قرآن وسنت پر ہمیں عمل کرنا چاہئے یا نہیں یا قرآن وسنت کا کونسا حکم ہے جس پر عمل کریں تو ہمارے لئے مفید ہے اور کونسا حکم ہے جس کو ہمیں نہیں چھیڑنا چاہئے

صرف یہی قانون ہے اگر دنیا پر ہم نظر کریں تو دنیا کے بہت سے کافر ممالک میں شرعی نظام کے کچھ حصے رائج ہیں مثلاً" برطانیہ State Welfare ہے ویلفیئر سٹیٹ سے مراد یہ ہے کہ ہر بے روزگار' حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ہر بیمار' حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ہر چھوٹا بچہ ہر بچے کی تعلیم حکومت کی ذمہ داری ہے وہ اپنے خرچ پر دیتی ہے یہ ویلفیئر سٹیٹ غالباً" جارج ششم نے بنوائی تھی اس سے پہلے ویلفیئر سٹیٹ نہیں تھی۔ قانونی ماہرین کے جس پینل نے ویلفیئر ٹرسٹ بنانے کا تصور دیا اور اس کے لئے جنہوں نے ضابطے تلاش کئے ان کا اپنا بیان ہے کہ ہم نے یہ سارے ضابطے قرآن حکیم سے لئے لیکن انہوں نے اسے قرآنی تعلیمات کے طور پر نافذ نہیں کیا اس لئے کہ وہ قرآن کو' اللہ کی کتاب نہیں مانتے۔ انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا۔ کافر جو چیز اسلام کی نافذ کرتے ہیں وہ ایک اصول بنا کر' بل تیار کرکے اپنی پارلیمنٹ میں رکھتے ہیں کہ یہ قاعدہ ہے مثلاً" عام مغربی ممالک میں لین دین کا اصول وہ ہے جو قرآن نے دیا۔ خرید وفروخت کا وہی اصول ہے کہ پیسے زیادہ نہ لئے جائیں' کسی سے دھوکا نہ کیا جائے' جتنے پیسے لئے جائیں اتنا مال دیا جائے اگر مال خراب ہوگا تو بیچنے والے کی ذمہ داری ہے تو وہ اسلام سمجھ کر نافذ نہیں کرتے اس لئے کہ وہ اسے دین یا اللہ کا حکم نہیں مانتے وہ اس اصول کو اپنی قومی اسمبلی میں پیش کرتے ہیں پھر وہ اس کا تجزیہ کرتی ہے کہ ہمارے لئے یہ مفید ہے یا نہیں اگر مفید ہے تو اس کے حق میں ووٹ دیتے ہیں وہ نافذ ہو جاتا ہے اور اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لئے یہ مشکل ہے تو نافذ نہیں کرتے۔ اب اگر مسلمان بھی اسے اسمبلی میں لے جا کر اس پر بحث کرتے ہیں کہ یہ ہمارے لئے مفید ہے یا نہیں ہے اگر مفید ہے تو نافذ کریں گے تو مسلمان میں اور کافر میں فرق کیا ہے۔ کیا کافروں کی طرح مسلمان بھی اس پر بحث کریں گے کہ قرآن وسنت پر ہمیں عمل کرنا چاہئے یا نہیں یا قرآن وسنت کا کونسا حکم ہے جس پر عمل کریں تو ہمارے لئے مفید ہے اور کونسا حکم ہے جس کو ہمیں نہیں چھیڑنا چاہئے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اسلام کا نظام اللہ پر ایمان لانے پر کسی پر

زبردستی نہیں کرتا۔ اللہ کا تصور پیش کرتا ہے' اس کی ذات' اس کی صفات کے بارے بتاتا ہے اس کے احسانات گنواتا ہے اس کے پاس واپسی کی بات کرتا ہے' میدان حشر کی بات کرتا ہے' حساب کتاب یاد دلاتا ہے لیکن یہ نہیں کرتا کہ کسی کے سینے پر تلوار رکھ کر اسے کہے کہ اللہ کو مانو۔ نہیں! اگر کوئی نہیں مانتا تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اسی طرح جب ایمان لانے میں کوئی زبردستی نہیں ہے تو عبادات میں زبردستی تو تب ہوگی جب ایمان لائے گا کسی کافر سے تو آپ نماز پڑھوانے سے رہے' کسی غیر مسلم سے تو آپ روزہ رکھوانے سے رہے۔ ایمان لائے گا تو اسے عمل کرنا پڑے گا لیکن جب بات آتی ہے انسانی حقوق کی' جب بات آتی ہے معاملات کی' خرید و فروخت کی' جب بات آتی ہے ظلم اور عدل کی' جب بات آتی ہے بھوکے اور پیٹ بھرے ہوئے کی تو وہاں اسلام تلوار سے بات کرتا ہے۔ کسی کو کسی کا حق چھیننے کی اجازت نہیں دیتا اور وہاں اسلام تلوار استعمال کرتا ہے۔ کوئی اگر کسی کافر کا بھی حق چھینے تو اسلام تلوار اٹھا کر آجاتا ہے کہ تم اس کا حق نہیں چھین سکتے۔ کوئی اگر کسی غیر مسلم پر بھی ظلم کرنا چاہے تو اسلام تلوار لے کر مقابلے میں آجاتا ہے کہ تم اس پر ظلم نہیں کر سکتے یعنی اسلام کا جہاد کا جتنا تصور ہے وہ ظلم کے خلاف ہے کفر کے خلاف نہیں ہے۔ کافر' کافر رہنا چاہے تو مسلمانوں نے ممالک فتح کر لئے کسی سے زبردستی کلمہ نہیں پڑھوایا۔ کافر قید ہو کر عہد نبوی ﷺ میں مدینہ منورہ میں آئے' کافر رہے اور اپنے طریقے سے اپنی پوجا پاٹ کرتے رہے لیکن انہیں کسی نے نہیں روکا' نبی ﷺ نے منع نہیں فرمایا بلکہ جیران کا ایک وفد کافروں کا آیا تھا اور اسے مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرایا گیا ایک آدمی نے صبح اٹھ کر صحن میں پیشاب کر دیا تو صحابہ کرامؓ کو بہت ناگوار گزرا حضور ﷺ نے فرمایا یہ مسلمان نہیں ہے اس پر ادب لازم نہیں ہے۔ تم اس جگہ کو مٹی کھود کر اٹھا کر باہر پھینک دو اس پر ناراض ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے نہ مسجد کی خبر ہے اور نہ اس کے مسجد نبوی ﷺ ہونے کا شعور ہے یعنی اس حد تک فراخ دلی کا ثبوت دیا لیکن جب ذرہ برابر کسی کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے تو خود نبی اکرم ﷺ شمشیر بکف نظر آتے ہیں تو یہ کیا عجیب تماشہ ہے کہ قتل عام ہو رہا ہے اسے نہیں روکا جاتا' ظلم ہو رہا ہے' عدالتی نظام ظالمانہ ہے اسے نہیں روکا جاتا' معاشی نظام سودی ہے اور حرام ہے اسے نہیں روکا جاتا اور ایک نیا شوشہ چھوڑ دیا جاتا ہے کہ جی شریعت کی بالادستی ہے کہ نہیں ہے۔ یعنی آپ رہنے دیجئے شریعت کو اور شریعت کی بالادستی کو بھی یہ ظلم تو روکئے لوگوں سے۔

جس آدمی کا یونٹس کے اعتبار سے سات سو روپیہ بجلی کا بل آئے جو فی یونٹ ریٹ ہے اگر سات سو روپے کے یونٹ چلیں مختلف ٹیکس ملا کر بل جو ہے وہ چار ہزار سے اوپر آتا ہے یعنی ہزار پر تین ہزار ٹیکس نہیں ہے سات سو پر ساڑھے تین ہزار ٹیکس بن جاتا ہے۔ اب ایک آدمی جو ایسے مرض میں' کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہے' جذام میں مبتلا ہے' ایک آدمی کو کینسر ہو گیا ہے' ایک آدمی پر دل کا دورہ پڑ گیا آپ اس کے سرہانے کھڑے ہوئے تبلیغ کئے جا رہے ہیں کہ تم عقیدہ یہ نہ رکھو یہ رکھو یہ نہ رکھو وہ آپ کی بات سن رہا ہوگا یا اسے وہ مرض کا فکر کھائے جا رہا ہوگا ایک آدمی کے سر پر جلاد کھڑا ہے ایک آدمی کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالا ہوا ہے ابھی اس کا جلاد لیور کھینچنے پر ہے آپ اسے وعظ کر رہے ہیں کہ تم دیوبندی ہو جاؤ بریلوی ہو جاؤ اور تم یہ کرو تم وہ کرو' آپ کی بات سن رہا ہوگا جس آدمی کے دو چار بچے بھی ہیں' ماں باپ بھی ہیں' ذمہ داریاں بھی ہیں' اس بجلی کا بل بھی اس نے دینا ہے اور یہی آٹا اس نے بازار سے خریدنا ہے اور انہی سکولوں میں بچوں کو پڑھانا ہے' انہی ڈاکٹروں سے علاج کروانا ہے اور انہی مدرسوں میں فیس دینی ہے' انہی بسوں پر سفر کرنا ہے اسے کونسا شریعت بل آپ دکھاتے ہیں۔ وہ آپ کی بالادستی اور زبردستی کو کیا سمجھے گا اسے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ کس شریعت کی کونسی بالادستی ہے تو کیا شریعت میں حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ لوگوں سے پہلے اس ظلم کو روکنے کی تدبیر کرے؟

> جو حکومت مسلمانوں کے قتل میں کافروں کی حمایت کرتی ہے اور مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگتی ہے تو اس کی شریعت کونسی ہے تو کیا یہ بل لوگوں کی اس بات سے توجہ ہٹانے کے لئے ہے کہ امریکہ کی دہشت گردی دب جائے اور شریعت بل کا ایک نیا شور کھڑا ہو جائے اور اس پر بحث کا ایک دروازہ کھل جائے

چوتھی بات' امریکہ بہادر نے ہماری سمندری فضائی حدود کو پامال کرکے ہمارے برادر اسلامی ملک پر بم باری کی۔ جو کروز میزائل افغانستان میں گرے ہیں ان کی تعداد ستر ہے۔ ایک ملین ڈالر کا یعنی دس لاکھ ڈالر کا ایک کروز میزائیل ہے۔ ستر میزائلوں کی قیمت لگایئے یہ اربوں کھربوں روپیہ اس نے ضائع کیا مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے اور اللہ ایسا قادر ہے کہ اس سے چودہ بندے زخمی ہوئے اور پندرہ مجاہد شہید ہوئے۔ جو شہید ہوئے وہ اپنی منزل پا گئے وہ وہاں افغانستان میں بیٹھے ہی شہادت کے لئے تھے چھ ان میں سے عرب تھے اور نو پاکستانی اور افغان تھے' شہید ہوئے۔ اب یہ اربوں روپے امریکہ بہادر کے ضائع گئے اور نتیجہ حاصل یہ ہوا کہ چند کچے کوٹھے جو پتھروں کے بنے ہوئے تھے انہوں نے ان کا نام کیمپ رکھا ہوا تھا وہ گر گئے وہ وہی پتھر اٹھا کے پھر

کھڑے کر لیں گے لیکن پاکستان کے لئے تو سوچنے کا مقام ہے کہ اس کی اپنی حیثیت کیا رہ گئی۔ جب کوئی دوسرا ملک اس کی اطلاع کے بغیر اس کی فضائی حدود سے بھی گزر جاتا ہے' اس کی سمندری حدود سے بھی گزر جاتا ہے اور آگے جا کر بمبارٹمنٹ کر لیتا ہے تو اس کی اپنی حیثیت کیا بنتی ہے اور اگر حکومت نے امریکہ کے ساتھ ملی بھگت کی اور خود شامل ہو کر مسلمانوں کو مروانے کا کام کیا پھر کونسا شریعت بل لاتے ہیں' پھر شریعت باقی کیا بچتی ہے۔ جو حکومت مسلمانوں کے قتل میں کافروں کی حمایت کرتی ہے اور مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگتی ہے تو اس کی شریعت کونسی ہے تو کیا یہ بل لوگوں کی اس بات سے توجہ ہٹانے کے لئے ہے کہ امریکہ کی دہشت گردی دب جائے اور شریعت بل کا ایک نیا شور کھڑا ہو جائے اور اس پر بحث کا ایک دروازہ کھل جائے۔

ایک اور اس میں بڑی عجیب بات ہے کہ کوئی بھی فرقہ قرآن وسنت کی تشریح اپنی پسند سے کرے گا۔ تو یہ کتنی شریعتیں نافذ ہوں گی؟ مشاہد حسین صاحب کا بیان ہے کہ ہم طالبان کی طرز کا اسلام نہیں لانا چاہتے کیونکہ طالبان کے پاس تو وہی پرانا اسلام ہے ناگھسا پٹا جو نبی کریم ﷺ کے زمانے کا تھا تو پھر نیا اسلام تو مرزا قادیانی کے پاس ہے باقی مسلمانوں کے پاس تو وہی پرانا ہے یا پھر مشاہد حسین صاحب اسے شیعہ ریاست بنانا چاہتے ہیں اور ایران سے نیا اسلام امپورٹ کرنا چاہتے ہیں اور تو کہیں جدید اسلام نہیں ملتا یا شیعہ کے پاس ہے یا قادیانیوں کے پاس۔

تو یہ وہ سارے عجیب سے سوال جمع ہو گئے ہیں لیکن ایک کام ہوا ہے کہ جتنی لادینی قوتیں تھیں وہ ساری ایک جگہ جمع ہو گئی ہیں۔ ولی خان صاحب' الطاف حسین صاحب' محترمہ بے نظیر صاحبہ یہ تو سرخیل ہیں اور باقی وغیرہ وغیرہ کوئی ایک دو ہی سرخیل ہوتے ہیں ناباقی تو وغیرہ وغیرہ ہی ہوتے ہیں۔ ہمارا بھی ایک دفعہ چالان ہوا تھا تو بلایا کرتا تھا وہ چپڑاسی پہاڑو وغیرہ ہم گیارہ بندے وغیرہ تھے تو ایک پہاڑو کا نام آتا تھا پہاڑو وغیرہ تو وہ یہ ولی خان یا بے نظیر یا یہ نام کافی ہیں باقی وغیرہ بھی ساتھ شامل ہو گئے یہ اچھا شگون ہے کہ کم از کم وہ لوگ تو ایک جگہ جمع ہو گئے جو دین کا راستہ روکنا چاہتے ہیں اب دین دار طبقے پر یہ لازم ہے اور یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ یہ بھی پورے خلوص کے ساتھ حکومت کے اس اعلان کو سچ ثابت کر دیں اور ان سے شریعت نافذ کروا کے چھوڑیں۔

مجھے حکومت کی طرف داری مطلوب نہیں اس لئے میں نے حکومت کی کمزوریاں سب سے پہلے گنوائیں ہیں کہ حکومت میرے خیال میں' آج تک بھی میری رائے یہ ہے کہ حکومت اس میں مخلص نہیں ہے' یہ میری ذاتی رائے ہے کہ حکومت جھوٹ بول رہی ہے لیکن حکومت کے اس جھوٹ کو اب سچ کروایا جانا چاہئے اور انہیں مجبور کر دیا جائے کہ یہ شریعت نافذ کریں۔ اور شریعت سپریم لاء کے طور پر نافذ نہ ہو بلکہ شریعت ہی اس ملک کا قانون قرار پائے۔ اور میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ جس کی ہم مدتوں تیاری کرتے رہے' ساتھی گھبراتے بھی تھے بڑے رسے تڑاتے تھے لوگ کہ جناب آپ باتیں کرتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا ہو رہا ہے تو ہمیں کچھ کرنا چاہئے۔

لیکن یاد رکھئے لڑتی تو فوج ہے ایک ایک سپاہی لڑتا ہے نام جرنیل کا ہوتا ہے فلاں جرنیل نے فلاں ملک فتح کر لیا یا فلاں حکمران نے فلاں فتح کر لیا کیوں؟ اس لئے کہ سپاہی صرف لڑ سکتا ہے کب لڑنا ہے' کہاں لڑنا ہے' کس طریقے سے لڑنا ہے فتح حاصل کرنے کے لئے یہ چیزیں ضروری ہوتی ہیں اور یہ چیزیں سپاہی کے بس کا روگ نہیں ہوتیں اور جو یہ باتیں سمجھ سکتا ہے وہی جرنیل ہوتا ہے۔ تو یہ فیصلہ کرنا کہ کب لڑنا ہے' کہاں لڑنا ہے اور کس انداز سے لڑنا ہے اصل کام جنگ کا یہ ہوتا ہے۔ آدھی جنگ فتح ہو جاتی ہے اگر صحیح وقت' صحیح جگہ اور صحیح طریقہ متعین ہو جائے تو آدھی فتح ہو جاتی ہے۔ میرے خیال میں حکومت نے یہ موقع خود فراہم کر دیا ہے کہ اب اپنے اس حق کو جو قانونی' شرعی' اخلاقی اعتبار سے ہمارا حق ہے کہ ملک میں شریعت نافذ ہو اب اس حق کو حکومت نے خود شریعت بل پیش کر کے حکومت نے اپنی تائید بھی اس کے ساتھ کر دی ہے اب ہمارا کام یہ رہ جاتا ہے کہ ہم پوری قوت سے حکومت کا نہ صرف ساتھ دیں حکومت کو مجبور کر دیں کہ اگر وہ نہیں بھی چاہتی تو بھی اسے شریعت نافذ کرنی پڑے گی اور انشاء اللہ اب ایسا ہی ہو گا۔

> مسلمان ملکوں کے سارے وسائل اس متحدہ اسلامی ریاست کے پاس ہوں جو تمام مسلمانوں کے مسائل کی نگہداشت کرے اور کافروں کی دست برد سے یہ وسائل چھین لئے جائیں پھر میں دیکھتا ہوں امریکہ کس طرح غراتا ہے۔ اگر مسلمان ممالک کا سرمایہ امریکہ سے لے لیا جائے تو امریکہ ایک دن زندہ نہیں رہ سکتا۔ ایک دن زندہ نہیں رہ سکتا

اس لئے کہ اگر اب بھی نہ ہوا تو خدانخواستہ شاید پھر بات صدیوں پیچھے چلی جائے جس طرح تقسیم ملک کے لئے ایک فضا بنی تھی اور پھر وطن عزیز وجود میں آگیا لیکن اگر وہ سارا ہنگامہ ناکام جاتا اور ملک نہ بن سکتا تو شاید صدیوں میں پھر وہ فضا بنتی۔ اسی طرح آج موقعہ ہے اور آج ضرورت ہے کہ ہم اپنا خون بھی دینا پڑے' جان بھی دینی پڑے' مال بھی دینا پڑے تو سب کچھ لٹا کر اس مٹی پر شریعت محمد رسول اللہ ﷺ کو نافذ کروائیں۔ یہاں شریعت نافذ کی جائے اگر یہاں بھی شرعی نظام ہو

افغانستان میں بھی شرعی نظام ہے تو کم از کم پہلے قدم کے طور پر ان دونوں حکومتوں کی کنفیڈریشن بنائی جائے۔ دوسرے اسلامی ممالک کو دعوت دی جائے' اسلامی ممالک کی ایک کنفیڈریشن بنائی جائے وسائل سارے اسلامی ملکوں کے پاس ہیں اور عیش مغرب کر رہا ہے۔ کھربوں روپیہ اسلامی ممالک کا مغرب کے بنکوں میں جمع ہے اسلامی ممالک اپنی فیڈریشن بنائیں' اپنا اسلامی بنک بنائیں جو بلاسود شراکت کے طور پر کام کرے اور تمام مسلمان ملکوں کا سرمایہ اس کے پاس ہو۔ مسلمان ملکوں کے کے پاس تیل بھی ہے ہیرے بھی ہیں' جواہرات بھی ہیں' سونے کی کانیں بھی ہیں' یہ مسلمان ملکوں کے سارے وسائل اس متحدہ اسلامی ریاست کے پاس ہوں جو تمام مسلمانوں کے مسائل کی نگہداشت کرے اور کافروں کی دست برد سے یہ وسائل چھین لئے جائیں پھر میں دیکھتا ہوں امریکہ کس طرح غراتا ہے۔ اگر مسلمان ممالک کا سرمایہ امریکہ سے لے لیا جائے تو امریکہ ایک دن زندہ نہیں رہ سکتا۔ ایک دن زندہ نہیں رہ سکتا مسلمانوں کے خون پر مسلمانوں پر ہی غراتا ہے حالانکہ وہ زندہ مسلمانوں کا ہی خون پی کر ہے۔

تو نفاذ شریعت کوئی مذاق نہیں ہے نفاذ شریعت جو عنداللہ ثواب ہے وہ تو ہے ایک انقلاب بھی ہے کہ عالم کفر کو پابہ زنجیر کر کے مسلمانوں کے قدموں میں ڈال دے اور یہ لوگ مسلمانوں کا بچا ہوا کھانے پر مجبور ہو جائیں۔ امریکہ کو اسامہ بن لادن سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اسامہ بن لادن تو آج تک VIP تھا امریکہ میں آج بھی اس کا کروڑوں ڈالر کا بزنس امریکہ میں موجود ہے اسے طالبان سے بھی کوئی دشمنی نہیں ہے اسے کیا دشمنی ہو سکتی ہے ان کا اپنا ملک ہے ان میں اچھا کرتے ہیں برا کرتے ہیں اس کا کیا بگڑتا ہے۔ اسے الجزائر والوں سے بھی کوئی دشمنی نہیں ہے' پاکستان سے بھی کوئی دشمنی نہیں ہے اور امریکہ کو اسلام سے بھی کوئی دشمنی نہیں ہے اسلام کو دشمنی ہے امریکہ کے ساتھ' امریکہ کو اسلام سے دشمنی نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام دشمن ہے ہر ظلم کا اور امریکہ ہر شعبہ زندگی میں ظالم ہے تو اسلام سے دشمنی نہیں ہے امریکہ کو بلکہ امریکہ اسلام سے خائف ہے' ڈرتا ہے' امریکہ ڈرتے ہوئے دانت نکال رہا ہے' غرا رہا ہے کہ اگر کہیں اسلامی ریاست بن گئی تو میرا تانا بانا بکھر جائے گا' میرا جو جسے میں مہذب معاشرہ کہتا ہوں جس میں کسی کے باپ کی خبر نہیں ایسا مہذب معاشرہ ہے کہ جس کے سرکاری فارم میں ولدیت کا خانہ نہیں ہوتا اس مہذب معاشرے کا تانا بانا بکھر جائے گا' وہ ظالمانہ ہے غیر اسلامی اور غیر فطری ہے لوگ کلمہ پڑھنا شروع کر دیں گے۔ اگر کہیں مثالی امن ہو اسلام کا' اگر کہیں عزت نفس لوگوں کو حاصل ہو' اگر اسلام کا وہ معاشی نظام ہو کہ فاروق اعظمؓ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر فرماتا ہے دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھوکا رہ گیا تو خطاب کا بیٹا پکڑا جائے گا انسان تو انسان ملک میں رہنے والے کتوں کی بھی نگہداشت کی جاتی ہے کہ بھوک اور پیاس سے کوئی جانور نہ مر جائے اگر اسلام کا وہ عادلانہ معاشی نظام قائم ہو جائے تو امریکہ قائم نہیں رہ سکتا۔ اس کے لوگ کلمہ پڑھ لیں گے' اسلام کو سینے سے لگالیں گے وہ خود اسلامی ریاستوں میں تبدیل ہونا شروع ہو جائے گا۔ امریکہ کو دشمنی نہیں ہے اسلام کو دشمنی ہے امریکہ سے۔ امریکہ ظالم ہے اور اسلام ظلم کا مخالف ہے وہ اپنے اس ڈر سے جو کر رہا ہے غلط کر رہا ہے یا جو کر رہا ہے بوکھلاہٹ میں کر رہا ہے وہ اس وجہ سے کر رہا ہے۔

ایک عجیب بات ہے کہ ہم اس حقیقت سے بے خبر اسلام کو اور شریعت کو بل بنا کر اسمبلی کے ان نمائندوں کے سامنے لے جا رہے ہیں جنہیں سیدھا کلمہ نہیں آتا۔ میں آپ کو منبر پر بیٹھا ہوا صحیح بتا رہا ہوں کہ میرے سامنے پاکستان کے ایک صدر نے' میں نام نہیں لیتا' اللہ انہیں ہدایت دے' پاکستان کے ایک صدر نے پریذیڈنٹ ہاؤس میں میرے سامنے دیوار پر لکھی ہوئی قرآن کی آیت پڑھی' موٹے لفظوں میں لکھی ہوئی اور غلط پڑھی' میرے ساتھ سٹیج پر بیٹھے ہوئے تقریر کرنے کے لئے وفاقی وزیر صاحب اٹھے انہوں نے کلمہ پڑھا اور غلط پڑھا لا الہ الا اللّٰہ پڑھا میرے ساتھ گورنر پنجاب نے سٹیج پر کھڑے ہو کر قرآن کی آیت پڑھی اور غلط پڑھی۔ یعنی جنہیں سیدھا کلمہ نہیں آتا وہ فیصلہ کریں گے کہ کیا شریعت نافذ ہونی چاہئے یا نہیں ہونی چاہئے تو تف ہے اس نفاذ پر۔ شریعت کسی دفعہ 239 کی محتاج نہیں ہے کہ اسے ٹو تھرڈ Third Two Majority پاس کرے۔ کوئی ضرورت نہیں ہے کسی Two Third Majority کی۔ شریعت اگر نافذ کرنی ہے تو سیدھا سیدھا سا کر دیجئے ہر کام میں پریذیڈنٹ کا آرڈی نینس آجاتا ہے نفاذ شریعت کے لئے آرڈی نینس کیوں نہیں آتا۔ آپ ایک آرڈی نینس کر کے شریعت نافذ کر دیجئے اس پر عمل درآمد شروع کرا دیجئے پھر اس کی توثیق اسمبلی کرتی ہے یا نہیں ہم دیکھ لیں گے کون مائی کالال اس کی توثیق نہیں کرتا اگر کرنا چاہے حکومت۔

نفاذ شریعت کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ کھل کر بحث کیجئے ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔ آپ کو تو جلدی نہیں ہے لیکن شاید آپ کو یہ پتہ نہیں کہ ملک الموت کو جلدی ہو۔ اور اس بحث کے خاتمے تک آپ ہوں یا نہ ہوں

چودھویں ترمیم جب حکومت نے کی اس کے اپنے حق میں تھی اور حق میں بھی نہیں تھی ان کے اپنے خلاف تھی وہ سمجھ ہی نہیں سکے

یہ جو صدر کے پاس اختیار تھا اسمبلی توڑنے کا یہ حکومتوں کے خلاف نہیں تھا حکومتوں کے حق میں تھا جب لوگوں کا جوش جنوں بڑھتا جب پریشر بڑھتا تو یہ ایک سینٹی والو تھا کہ وہ پریذیڈنٹ اسمبلی توڑ دیتا اور وہ سارا غبار نکل جاتا حکمرانوں کو پتہ نہیں یہ کس عقل مند نے مشورہ دیا کہ جناب یہ سینٹی والو نہیں ہونا چاہئے چودھویں ترمیم سے صدر سے وہ اختیار لے لیا گیا کہ اسمبلی نہیں توڑ سکتا اب جو لاوا پک رہا ہے یہ لوگ خود اٹھ کر اسمبلیوں کو توڑ دیں گے جو صدر توڑ دیتا تھا تو بہتر ہوتا تھا اب جب عام آدمی ڈنڈے لے کر توڑیں گے تو اسمبلی کو بھی سمجھ آجائے گی کہ کس طرح ٹوٹتی ہے۔ صدر توڑتا تھا پھر بن جاتی تھی جب عام آدمی توڑے گا تو پھر یہ کبھی قیامت تک بن نہیں سکے گی اب پھر شوریٰ بنے گی اسمبلی نہیں بنے گی تو انہوں نے اپنے حق میں نہیں کیا یہ انہوں نے اپنے خلاف کیا ہے لیکن وہ قادر ہے وہ جب چاہتا ہے تو فرعون کو کہتا ہے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کرو یہ بھی موسیٰ پال رہے ہیں اپنے لئے۔ لیکن یہ بل انہوں نے دو گھنٹے میں پاس کرا لیا سارے قواعد معطل کر کے دو گھنٹے میں بل پاس ہو گیا۔ صدر پاکستان چار دن کے لئے اپنے گاؤں گئے ہو[illegible] اور وزیر اعظم نے فائل اٹھائی اور وہاں جاکر دستخط کروا لایا۔ تو [illegible] نفاذ کا بل اس طرح نہیں ہو سکتا یعنی جو آپ چاہیں وہ تو اس طر[illegible] سکتا ہے اور نفاذ شریعت کے لئے آپ فرماتے ہیں کہ جی کھل کر بح[illegible] کوئی جلدی نہیں ہے۔ آپ کو تو جلدی نہیں ہے لیکن شاید آپ کو یہ پتہ نہیں کہ ملک الموت کو جلدی ہو۔ اور اس بحث کے خاتمے تک آپ ہوں یا نہ ہوں۔ ایک نظام اور بھی ہے نا جسے آپ مانیں یا نہ مانیں وہ تو اپنی جگہ چل رہا ہے تو یہ ساری صورت حال ہے جس کا حل اب عام مسلمان کی گردن پر ہے' اگر وہ اپنے حقوق چاہتا ہے' اگر وہ اپنی آبرو چاہتا ہے اگر وہ اپنا اسلامی تشخص چاہتا ہے اگر وہ ایمان پر زندہ رہنا چاہتا ہے اگر وہ مسلمان کی موت مرنا چاہتا ہے تو آج دین اسلام کو اس کے خون کی ضرورت ہے یہ ووٹوں سے شریعت نافذ نہیں ہوتی یہ جانوں کے نذرانوں سے ہوتی ہے اگر ہم جانیں نہ دے سکے تو اس پر بحثیں ہوتی رہیں گی اس میں اعتراض ہوتے رہیں گے اس کے خلاف بکواس کئے جائیں گے اس کا مذاق اڑایا جائے گا اور اگر آپ کی اسمبلی کی کارروائی لائیو دکھائی جائے میں نہیں سمجھتا کہ ان ممبران اسمبلی میں سے کسی کو لوگ زندہ چھوڑیں جس طرح یہ بکواس کرتے ہیں یہ تو اللہ پر بھی بکواس کرنے سے باز نہیں آتے نہ اللہ کے رسول ﷺ کی عظمت کی پرواہ کرتے ہیں بلکہ یہ ایسے ہیں کہ یہی شریعت بل جو پیش ہوا ہے جب یہ بن رہا تھا تو اس میں ہمارا الاخوان کا قانونی ماہرین کے شعبے کا جو سربراہ ہے الاخوان کا وہ بھی شامل تھا اور وہ مجھے بتا رہا تھا کہ میں نے ایک آیت پڑھ کر یہ بات بتائی کہ جناب یہ بات تو قرآن کی نفی ہے اور نہ قرآن کا حکم ہے اور نہ قرآن کے مطابق ہے تو سیکرٹری جولاء کا ہے آج کل اس نے مجھے کہا کونسا قرآن یہ اس طرح کے خنزیر بیٹھے ہیں وہاں اور وزیر اعظم صاحب پاس تشریف رکھتے ہیں کہ کس قرآن کی بات کرتے ہو؟ کونسا قرآن؟ ہم کیا سمجھتے ہیں قرآن کو؟ تو یہ اسلام نافذ کریں گے؟۔ یہ انہوں نے ایک سموک بم چھوڑا ہے کہ امریکہ کی زیادتی جو ہے وہ بھی دب جائے اور امریکہ خوش ہو جائے کہ ہم نے اسلام کو بجائے نافذ کرنے کے موضوع بحث بنا دیا جو بحث ختم ہی کبھی نہیں ہوگی اور امریکہ کا یہ خطرہ بھی ٹل جائے کہ کہیں اسلام پاکستان میں نافذ ہی نہ ہو جائے یہ موجودہ کوشش کی آج تک کی صورت یہ ہے کہ ایک بحث کا دروازہ کھل گیا ہے' مختلف لوگ مختلف بحثیں کرتے رہیں اور بالآخر بات یہ ہو کہ یہ قابل عمل ہی نہیں ہے۔ تو امریکہ کے دو کام ہو جائیں ایک جو اس نے زیادتی کی ہے وہ بھول جائیں لوگ اور دوسرا کبھی شریعت نافذ نہ ہو سکے لیکن اللہ فرماتا ہے

انهم يكيدون كيدا واكيد كيدا" و مهل الكفرين امهلهم رويدا۔ یہ بھی تجویزیں کرتے ہیں میں بھی تجویز کراتا ہوں یہ اپنی تجویزیں بناتے ہیں قادر مطلق فرماتا ہے میں اپنی تدبیر لڑاتا ہوں ان کی عقل محدود' سوچ محدود' فکر محدود' طاقت محدود' ان کی تجویزیں ناقص ہوتی ہیں میں علی کل شئی قدیر ہوں میری بات حق ہوتی ہے یہ الگ بات ہے کہ انہیں دو چار دن میں مہلت دے دیتا ہوں لیکن کفر کی رسی زیادہ لمبی نہیں ہوتی۔

انشاء اللہ! وقت آگیا ہے نفاذ اسلام کا اب اگر انہوں نے جھوٹ بھی بولا ہے تو ہم اسے سچ کر کے دکھائیں گے اور انشاء اللہ اب یہ بات پیچھے نہیں ہٹے گی بلکہ آنے والا ہر لمحہ اسے آگے اور منزل سے قریب تر کرے گا اور انشاء اللہ العزیز وطن عزیز پر اسلام نافذ ہوگا اور یہاں صرف اور صرف اسلامی قانون ہوگا انشاء اللہ العزیز۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا!

بہترین لوگ وہ ہیں جو اچھے اخلاق کے مالک ہیں

حضرت علیؓ نے فرمایا!

اپنی محنت کی کمائی سے بہتر کھانا کسی شخص نے کبھی نہیں کھایا۔

سوالات۔جوابات

یہ چند سوالات جو احباب نے فرمائے اور بحمد اللہ انہیں انفرادی جوابات بھی عرض کر دیئے گئے۔ افادہ عام کے لئے انہیں ضبط کرنا مناسب خیال کر کے اس مضمون کی ابتداء کی گئی ہے ممکن ہے اس طرح کسی وقت تک یہ الگ کتاب بن جائے اور احباب طریقت کے دل گرماتی رہے۔ وباللہ التوفیق

فقیر محمد اکرم عفی عنہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم○ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سوال:۔ ایک صاحب مجاز ساتھی نے سوال کیا کہ توجہ کس طرح دی جائے' نیز مجھے کشف نہیں ہوتا تو میں کس طرح دوسرے ساتھیوں کے مراقبات کی تعین کروں؟

جواب:۔ توجہ کا طریق کار تو معروف ہے کہ آپ دائیں طرف بیٹھیں اور جن احباب کو توجہ دینا چاہتے ہیں انہیں اپنے بائیں طرف قبلہ رو بٹھالیں۔ بہتر صورت یہ ہے کہ دوزانو بیٹھ کر یا جس طرح بیٹھ سکیں۔ کلمات تعوذ وتسمیہ وغیرہ پڑھ کر شروع کریں اور پہلے حضرت شیخ مکرمؒ کی طرف دل سے متوجہ ہو کر حضرتؒ سے روحانی رابطہ قائم کریں۔ پھر خود بھی ذکر شروع کریں اور احباب کو بھی لطیفہ اول شروع کرائیں۔ یاد رہے کہ کلمات تعوذ وتسمیہ مقرر نہیں ہیں۔ کوئی سے پڑھے جاسکتے ہیں اور توجہ دینے والا ساتھ خواہ صاحب مجاز حضرات میں سے کوئی صاحب ہوں۔ یا امیر ہوں یا ویسے ہی ذکر کراتے ہوں سب کے لئے ضروری ہے کہ لطائف خود بھی کریں۔ یہ بات خصوصاً" نوٹ فرمائی جائے میں نے دیکھا ہے کہ بڑے ساتھی لطائف نہیں کرتے اور صرف بیٹھے رہتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ حضرت اعلیٰؒ کو ان حضرات نے ایسا ہی دیکھا ہے۔ مگر یاد رکھ لیں کہ حضرت جیؒ کے مقامات وحالات ایسے تھے کہ اگر آپ ساتھ لطائف کرتے تو شاید کوئی بھی ساتھ بیٹھ نہ سکتا۔ دوسری گزارش ہے کہ آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم سیہ کاروں کے ساتھ تو آپ لطائف کیا کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ذرا چند سانس لیتے تو پھر رک جاتے مگر ان چند لمحوں میں جسم جلنے لگتے تھے اور اس سے پہلے کے حالات جو حضرت جیؒ سناتے تھے۔ تو یہ بھی فرماتے تھے کہ سولہ برس میں نے تنہا لطائف کئے ہیں۔ تہجد سے فجر تک' فجر سے دوپہر تک' پھر ظہر سے عصر تک اور پھر مغرب سے عشاء تک' اب آپ خود خیال فرمالیں۔

جب آپ ذکر کر رہے ہوں تو لطیفہ قلب کا آسمان اول پر ربط قائم کر کے وہاں کے انوارات کو احباب کے قلوب پر القا کریں۔ اسی طرح دوسرے تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفے میں دوسرے تیسرے چوتھے اور پانچویں آسمان سے القا کریں تفصیل دیکھنا چاہیں تو "تصوف اور تعمیر سیرت" میں دیکھ لیں۔ چھٹے اور ساتویں لطیفے پر بے شک اپنے آخری مقام تک انوار اخذ کر کے القا فرما دیں۔

پھر پوری قوت سے لطیفہ قلب کرا کر مراقبہ شروع کرائیں جس میں اول رابطہ ہے یعنی جسم کا خیال چھوڑ کر دل کی طرف متوجہ ہو اور دل سے لفظ اللّٰہ نکلے تو ھو کی ٹکر عرش عظیم کے ساتھ جا کر لگے۔ جب یہ قوی ہو گا تو احدیت نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ

اسی سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ پتہ کیسے چلے؟ تو عرض ہے کہ جسے ذکر کرا رہے ہیں۔ اس کے مشاہدہ کو پوچھ لیں۔ اول تو اسے مقام اور اپنی روح دونوں نظر آنے چاہئیں۔ ورنہ دو میں سے یعنی مقام یا روح۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم وہاں کے انوارات ان کا مخصوص رنگ اور کیفیات اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر کام آپ کے بس کا نہیں۔ اسے بندہ کے پاس حاضری کا کہیں۔

سوال:۔ دوران ذکر اور مراقبات شعر پڑھے جائیں یا نہیں؟

جواب:۔ دوران لطائف یا مراقبات شعر نہ پڑھیں۔ ہاں ایک صورت میں اجازت ہے کہ تمام بلند مقامات اور اعلیٰ مراقبات کے حامل ساتھی بیٹھے ہوں تو خیر ہے ورنہ نئے آدمی کی توجہ میں خلل واقع ہو گا۔ حضرت اعلیٰؒ اگر پڑھتے تو مزید توجہ راسخ ہوتی تھی۔ ہم پڑھیں گے تو یہ بات ممکن نہیں۔ اسی طرح مراقبات نہ بالکل مختصر کرائے جائیں۔ نہ بہت ہی طویل کہ مختصر وقت میں طالب جذب نہیں کر پاتا اور لمبی دیر تک متوجہ نہیں رہ سکتا۔ خیالات بھٹکنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ بہت ضروری امر ہے اور اس کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

سوال:۔ دوران ذکر اگر کسی ساتھی کو کسی کمی کا احساس ہو تو کیا اسے تنبیہہ کرنی چاہئے یا نہیں؟

جواب:۔ صاحب کشف احباب کو ذکر میں بیٹھے ہوئے کسی ساتھی پر اگر کسی خاص گناہ کی ظلمت نظر آئے تو اسے مطعون نہ کیا جائے اور نہ ذکر سے روکا جائے بلکہ کمال یہ ہے کہ اس کا تزکیہ کیا جائے اور اسے پکی توبہ نصیب ہو پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اس نے خود وہ گناہ کیا ہو بلکہ بدکاروں کے ساتھ ملنے یا ان میں بیٹھنے سے ان کی نحوست آدمی پر آجاتی ہے جو کشفاً" دیکھی جاسکتی ہے۔

اگر ایسی صورت ہو تو پھر اس کے بارے میں یہ رائے کہ اس نے خود یہ جرم کیا ہے تہمت ہوگی اور یہ جرم ہے۔

نیز قاعدہ یہ ہے کہ گناہ سے نفرت کی جائے اور گناہگار سے ہمدردی تاکہ وہ گناہ سے آلودہ زندگی کو چھوڑ کر واپس آسکے۔ اور جب تک دوسرا آپ کو ہمدرد نہیں جانے گا اور وہ اپنی راہ سے ہٹ کر آپ کے ساتھ چلنا شروع نہیں کرے گا۔

چہارم ہدایت

صبح اور شام دونوں اوقات کے معمولات کے بعد دعا میں شجرہ مبارکہ ضرور پڑھیں اور آقائے نامدار ﷺ اور مشائخ عظام کے توسل سے دعائیں مانگیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو نیکی پر زندہ رکھے' نیکی پہ اٹھائے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ حشر کرے۔ آمین!

اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ظلم جبر اور کفر کے نظام کے خلاف برسرپیکار تنظیم الاخوان کا ترجمان ماہنامہ الاخوان ٹائم جس کا عزم

جب تک چند لٹیرے ہیں میرے وطن کو گھیرے
اپنی جنگ رہے گی اپنی جنگ رہے گی

کے لئے ملک بھر کے تمام اضلاع سے نامہ نگار تجزیہ نگار مضمون نگار اور ایجنٹ حضرات درکار ہیں تنظیم الاخوان سے متعلق حضرات بھی رابطہ کرسکتے ہیں

منجانب ایڈیٹر الاخوان ٹائم لاہور

لودھی برادرز

PSO

ڈسٹری بیوٹر PSO

شمس الرحمٰن خاں لودھی
نور الرحمٰن خاں لودھی
حفیظ الرحمٰن خاں لودھی

پروپرائیٹرز

ہول سیل ڈیلر

لائٹ ڈیزل، کیروسین، فرنس آئل، موبل آئل

لال ملز چوک فیکٹری ایریا فیصل آباد

فون:۔ 618946-624353، موبائل:۔ 0341-7651946

ابھی وقت ہے

انسان ایک معین وقت تک کے لئے اس دنیا میں قیام پذیر ہے۔ یہ معین وقت کب ختم ہو جائے کوئی نہیں جانتا۔ اس معین وقت میں کرنے کے پسندیدہ اعمال کا تعین بھی کر دیا گیا ہے اور ناپسندیدہ افعال کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔ ان پر مرتب ہونے والی سزا و جزا سے بھی بے خبر نہیں رکھا گیا ہے۔ وہ یہ سوچتا ہے کہ کل سے نیک اعمال شروع کرے گا اس کی "کل" کبھی نہیں آتی۔ اس باقی ماندہ وقت کو غنیمت جانئے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کیجئے کہ آنے والی نہ ختم ہونے والی زندگی میں اس کی رضا و خوشنودی اور رحمت کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

آسیہ اعوان

خاندان کسی بھی معاشرے کی بنیادی اکائی ہوتا ہے کیونکہ معاشرہ بہت سے خاندانوں کے ملنے سے بنتا ہے اور یہ معاشرے کا سب سے چھوٹا مگر اہم ادارہ ہوتا ہے جہاں سے معاشرے کو افراد مہیا ہوتے ہیں اور جس طرح کا خاندان کا رجحان ہے یا ماحول ہوتا ہے اسی نسبت سے یہ افراد معاشرے کے لئے مفید یا مضر ثابت ہوتے ہیں کیونکہ فرد کی ابتدائی درسگاہ اس کا خاندان ہوتا ہے۔

اب خاندان کی وضاحت کیا ہے ایک مرد اور ایک خاتون کے شرعی اعتبار سے جائز رشتہ ازدواج میں باہم منسلک ہونے سے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے قدرت نے انہیں انفرادی طور پر خود کفیل نہیں بنایا ایک جنس دوسری جنس کی محتاج ہے اس باہمی احتیاج کے نتیجے میں جب دونوں میں اتحاد ہو جاتا ہے تو یہ بنیادیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔

یوں تو مرد اور خاتون دونوں ہی اللہ کے حضور برابر ہیں۔ اس کے مقرر کردہ فرائض دونوں پر لاگو ہیں۔ عورت سے صنف نازک ہونے کی بناء پر عذاب میں نرمی یا کسی طرح کی رعایت نہیں برتی جائے گی۔ جوابدہی میں دونوں برابر ہیں لہٰذا ان کی انسانی حیثیت میں تو کوئی فرق نہ ہوا۔ یہی حقیقت حدیث پاک سے ثابت ہوتی ہے کہ "علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے"۔ فرق صرف ان کی ساخت کے اعتبار سے ان کے دائرہ کار میں ہے۔

اسلامی نکتہ نظر میں مرد اور عورت کا ایک خاندان میں اپنا مخصوص کردار ہے۔ مرد کو اللہ نے قوی الجثہ بنایا اور اس کی تخلیق ان اطوار پر کی کہ بیرون خانہ (جس کی حدود وسیع ہیں) کی ذمہ داریاں اس پر عائد کر دیں۔ کھیتی باڑی ہو یا صنعت و حرفت، جنگ و جدل ہو یا گھر یا اہل خانہ کے جان و مال کا تحفظ وہ ان پر مامور ہوا۔ پھر اسے خاندان کا کفیل بنایا اور یوں گھر کی سربراہی اس کے حصے میں آئی۔

لیکن وہ خود کفیل نہیں ہے عورت کو اس کا معاون و مددگار بنایا اور مونس و ہمدرد ٹھہرایا۔ گھر کے اندر کا انتظام وانصرام خالصتاً" خاتون خانہ کی توجہ کا محتاج ہوا۔ جس رزق کیلئے مرد دوڑ دھوپ کرتا ہے اسے طیب کر کے چین سے کھانے کی ذمہ داری عورت کے حصہ میں آئی۔

مرد کی کمائی کو کس طرح مصرف میں لانا ہے؟ بچوں کی نگہداشت اور پرورش کس طرح کرنی ہے، گھر کے سارے ماحول کا دارومدار خاتون خانہ کے عمل اور سوچ پر ہوتا ہے عورت کا وجود ہی دراصل مرد کو تقویت بخشتا ہے۔ جس کے سبب وہ یکسوئی اور تندہی سے معاشرتی زندگی کو ترقی دیتا ہے ہر میدان میں جھنڈے گاڑتا ہے شاید اسی لئے کہتے ہیں کہ ہر کامیاب مرد کے پیچھے ایک معاون عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔

جب اللہ نے مرد اور عورت کے کردار کی الگ الگ تقسیم کر دی، دونوں کا مقام متعین ہو گیا تو جو بات جھگڑے کا باعث بنتی ہے وہ دو چیزوں پر مشتمل ہے مال اور اولاد۔

اللہ ہمارا خالق ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہم میں کیا کیا فتور پنپ سکتے ہیں جس جھگڑے کے اٹھنے کا خطرہ تھا اس کا پہلے ہی سدباب کر دیا۔

اولاد کے سلسلے میں اگر بیٹیاں زیادہ ہوں یا پہلی اولاد بیٹی ہو تو خاتون کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے تو اللہ نے اپنے نبی کے ذریعے یہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ اولاد مرد کے نصیب کی ہوتی ہے۔ خواتین کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا! مرثلکم یعنی وہ تمہاری کھیتیاں ہیں اور کھیت سے وہی فصل اٹھائی جاتی ہے جس کا بیج بویا جاتا ہے۔

فساد اٹھنے کا دوسرا سبب عورت کا نان و نفقہ ہے جو کہ ہے تو مرد کے ذمہ لیکن رزق عورت کے اپنے نصیب کا ہوتا ہے جب ایک خاتون شادی کے بعد مرد کا گھر سنبھالتی ہے تو اپنے حصے کا رزق اللہ کی طرف سے اپنے ساتھ لے کر آتی ہے۔

اسی طرح ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے حصے کا رزق لے کر پیدا ہوتا ہے یوں وہ دونوں الزام جو بظاہر ہر دوسرے فریق پر لازم آتے ہیں اللہ نے اس کا سبب خود الزام دینے والے کی ذات کو بنا دیا۔

ہم تو اللہ کی ساری حکمتوں کو نہیں سمجھ سکتے لیکن وہ ہماری نس

نس سے واقف ہے اسی لئے اس تقسیم کے بعد اس نے ہمیں حقوق وفرائض کی رسی سے جکڑ دیا۔

میاں کے الگ سے حقوق متعین کئے جو بیوی کے فرائض شمار ہوئے اور بیوی کے اپنے حقوق مقرر فرمائے جن کا پورا کرنا مرد کے لئے فرض ٹھہرا۔ عدم ادائیگی کی صورت میں دنیا و آخرت کی عدالت میں دونوں قابل گرفت ہونگے۔

میاں بیوی دوستونوں کی طرح ہیں جس پر خاندان کی تعمیر کا بوجھ یکساں تقسیم ہوتا ہے۔ ایک جوڑا جب صاحب اولاد ہوتا ہے تو ان کے بچے خونی ناطے سے آپس میں نہایت گہری وابستگی رکھتے ہیں جیسے والدین کا اولاد سے اٹوٹ رشتہ ہوتا ہے بالکل ایسے ہی بہن بھائی بھی اٹوٹ رشتے ہیں جو آپس میں بندھے ہوئے ہیں لڑبھڑ کر بھی ایسے ہو جاتے ہیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

بہن بھائی آپس میں ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوتے ہیں' مخلص ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے ماں باپ سے سچی محبت رکھتے ہیں والدین کو اولاد سے جس قدر محبت ہوتی ہے اس سے کم سہی لیکن محبت ضرور ہوتی ہے۔

والدین جس طرح اپنے ادھورے سپنے ورثے میں اپنی اولاد کو سونپ دیتے ہیں جو وہ خود نہیں بن پاتے اولاد کو بناتے ہیں جو مواقع جو سہولتیں جو خوشیاں انہیں نہیں ملتیں وہ اپنی اولاد کی جھولی میں ڈالنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

اسی طرح ان کی کوشش کے بغیر ان کے دکھ اور ان کی تشنگی بھی اولاد کے حصے میں آجاتی ہے جسے مٹانے کے لئے وہ سرتوڑ کوشش کر ڈالتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ ہم تب تک اپنے والدین کی محبت کو ان کی تڑپ اور شدت جذبات کو نہیں سمجھ پاتے جب تک خود ان کی جگہ نہ پالیں۔

اپنی گود میں بچوں کو پلتے دیکھ کر' لمحہ لمحہ بڑھتے اور سیکھتے دیکھ کر اور ان کے ساتھ اپنی زندگی وابستہ دیکھ کر (کہ کیسے ان کی خوشی میں ہم خوش اور ان کی تکلیف پہ تڑپ اور بلک اٹھتے ہیں) ماں باپ کا اپنی ذات کے ساتھ تعلق سمجھ میں آتا ہے اور پھر ان کی قدر ونزلت دل میں جگہ پاتی ہے ورنہ یہ اعتماد تو سدا من میں رہتا ہی ہے کہ وہ کبھی ہمارا برا نہیں چاہ سکتے۔ سمجھ نہیں آتی تو اتنی کہ فلاں بات میں ہماری کیا بھلائی ہے؟ اور فلاں میں کیا؟ اور یہ ان کی نظر سے دیکھنے سے ہی پتہ چلتا ہے۔

اور خدا کبھی نہ کرے کہ تب تک بہت دیر ہو چکی ہو اور ہمارے پاس یہ بتانے کا موقع ہی نہ رہے کہ ہم ان کی محبت کو سمجھتے اور ان کی بہی خواہی کی قدر کرتے ہیں۔

اس سے بچنے کے لئے اسلام نے والدین اور اولاد کے رشتے کو باہم حقوق و فرائض کا پابند کر دیا۔

بات ہو رہی تھی خاندان کی تو اب تک اس خاندان کی بنیاد پڑی جسے گھر کہتے ہیں۔ یہ ایک گھر ہے اس کے بعد یہ خاندان تب بنتا ہے جب اولاد بڑی ہو جاتی ہے پھر ان کی شادیاں کر دی جاتی ہیں

اور یوں ایک گھر سے بہت سے گھر بن کر خاندان کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جب میں دوسرے خاندان بھی شامل ہوتے جاتے ہیں۔

دوسرے خاندان کا ملنا دو جداگانہ ماحول' الگ تہذیبوں اور رواجات وعادات کا ملنا ہے جو ذرا مشکل ہے لیکن ناممکن نہیں۔ ورنہ اسلام اس کا دوسرا راستہ ضرور بتاتا۔

خاندان کے بنتے ہی خاندانی نظام کی بنیاد پڑ جاتی ہے اور اسلام نے خاندانی نظام کے بارے میں ہی راہنمائی فرمائی ہے۔

بیٹیاں اللہ کی رحمت ہوتی ہیں اور اللہ کسی کو اپنی رحمت سے محروم نہیں رکھتا۔ جب ایک گھر سے ایک بیٹی رخصت ہوتی ہے تو اس کی جگہ کسی دوسرے گھر کی بیٹی کے نصیب میں لکھ دی جاتی ہے یوں تھوڑی دیر کا سونا پن پھر سے چھٹ جاتا ہے۔

حق مہر کی بنا پر بچی سے باقاعدہ نکاح کیا جاتا ہے۔ حق مہر کی ایک توجیح میں نے حضرت جی سے سنی وہ یہ ہے کہ گھر میں موجود سب افراد کی اس گھر میں ملکیت ہوتی ہے۔ ہر چیز کسی نہ کسی سے منسوب ہوتی ہے مثلاً" یہ کمرہ میرا ہے۔ وہ الماری فلاں کی ہے یہ ٹی وی اس کا ہے وغیرہ وغیرہ ایسی صورت میں تو نئی آنے والی دلہن کا اس گھر میں سوائے اس کے کیا حصہ ہوگا جو وہ اپنے ساتھ لائی ہے۔

یہ کمی حق مہر کی رقم سے پوری ہوتی ہے۔ تاکہ اسے اجنبیت کا احساس نہ ہو۔ اس گھر کی کسی شے پہ اس کی بھی ملکیت ہو۔

یوں اجنبیت کا پہلے ہی وار میں خاتمہ ہو جاتا ہے اس کی جگہ اپنا پن لے لیتا ہے اور ایک طویل اور مشکل یا آسان اور آرام دہ سفر کا آغاز ہوتا ہے

اس کو مشکل یا آسان بنانا ہم سب کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ کیسے؟

اس بات کو سمجھنے کے لئے ہم اسے اسلامی نکتہ نظر اور اپنے حالیہ رویوں کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔

اسلامی نکتہ نظر کیا ہے؟

اسلام بہو کو بیٹی کا درجہ دیتا ہے اور ساس سسر کو ماں باپ کا۔ اسی طرح دلہن بیوی اور صاحب خانہ ہے تو دوسری طرف شوہر اور سرپرست ہے یہاں پھر حقوق وفرائض کی تقسیم ہوتی ہے

ایک بار پھر میاں بیوی کے حقوق مقرر ہوتے ہیں۔ لیکن اب صرف میاں بیوی کے حقوق ہی نہیں ہونگے ساتھ میں دونوں اطراف کے والدین کے حقوق بھی ہوں گے اور ان کے ناطے سے ان کی اولاد کے۔ یعنی رشتہ داروں کے حقوق بھی ہوں گے۔

یوں ایک لڑکا' لڑکی دو باحیثیت اور ذمہ دار افراد کی صورت میں عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں۔

حقوق وفرائض کی یہ وسعت دراصل خاندانی نظام کی وسعت ہے پہلے درجے میں جو والدین تھے اب وہ بزرگ شمار ہوں گے اور ان کے ذمہ ہے کہ بہو سے بیٹیوں والا سلوک کریں۔ جہاں اسے رہنمائی کی ضرورت ہے رہنمائی کریں مشورہ دیں۔ اور اپنے فیصلے دوسروں پر تھوپنے کے بجائے بچوں کی رائے بھی اپنے فیصلے میں شامل کریں

ان کی مناسب آزادی' پرائیویسی' ان کے مفاد' ضرورتوں اور مجبوریوں کا خیال کیا جانا چاہئے۔

ان کی غلطیوں پہ ناگزیر ہو تو ٹوکا جائے۔ لیکن اپنے رتبے کے حساب سے۔ انتقاماً" نہیں' ناصحانہ انداز میں اور جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے تو اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز کر دیا جائے تاکہ وہ نئی ذمہ داریوں کو بوجھ نہ سمجھیں اور نہ خود کو تنہا محسوس کریں۔ اس طرح ان کا اناڑی پن جہاں ان کے آڑے آئے گا وہ اپنے بزرگوں کے تجربات سے مستفید ہو سکیں گے

اس کے بالمقابل اولاد پہ واجب ہے کہ اپنے بزرگوں کا دل سے احترام کریں۔ اپنی ذمہ داریوں سے پورا پورا انصاف کریں۔ تاکہ بزرگوں کو یہ اعتماد حاصل ہو سکے کہ انہوں نے جو تنکا تنکا جوڑا ہے وہ محفوظ اور مستعد ہاتھوں میں ہے ان کی محنت ضائع نہیں ہوگی اس کو سنبھالنے کے لئے جوان ہاتھ آگے بڑھ چکے ہیں

والدین جب آہستہ آہستہ عملی زندگی سے کٹنے لگتے ہیں تو یہ بھی اولاد کی ذمہ داری ہے کہ انہیں یہ محسوس نہ ہونے دے کہ وہ ناکارہ یا فضول ہیں یا پھر بوجھ بن چکے ہیں

اس لئے کہ کل جب وہ میدان عمل میں تھے تو یہی اولاد نابالغ' بے بس اور محتاج تھی اس نے ماں کی گود اور باپ کے کندھوں پر چڑھ کر زمین پر چلنا سیکھا اور اس وقت والدین نے انہیں بوجھ نہیں جانا۔ دل وجان سے رات دن ایک کرکے لحہ لحہ انہیں پالا پوسا اور ان کی محبت بھری محنت کے دم سے وہ آج اس دنیا میں ہیں نہیں تو ایک شیر خوار بچہ ایک شیر جوان کیونکر بن سکتا ہے

بڑھاپے میں یہ صورتحال الٹ گئی اس لئے اگر اولاد کو خدمت کا موقع ملا ہے تو اولاد کو گنوانا نہیں چاہئے اسی لئے تو حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ وہ شخص بدبخت ہے جس نے ماں باپ میں سے کسی ایک کو یا دونوں کا بڑھاپا پایا اور ان کی خدمت کرکے جنت نہ کما سکا۔ یہاں جنت کا وعدہ تو بونس ہی ہوا ورنہ ماں باپ کی خدمت ان کا حق ہے ہمارا احسان ہرگز نہیں۔

اسی لئے تو بزرگوں کے دم سے گھر رحمت کدہ بنتے ہیں اور برکت گھٹاؤں کی طرح چھما چھم برسا کرتی ہے۔

بزرگوں کے ساتھ ایک ثمر یہ بھی ہے کہ آئندہ نسل کو اپنی جڑوں سے شناسائی رہتی ہے اور بزرگ بھی اپنے ہاتھوں لگے پودوں کو پیڑ بنتے اور پھل دیتے دیکھ کر آسودگی پاتے ہیں

بلکہ جس طرح کہا گیا ہے کہ جڑ کی نسبت پھل عزیز اور اصل کی نسبت منافع زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے اسی طرح بزرگوں کو بھی اپنی اولاد کی نسبت ان کی اولاد زیادہ عزیز ہوتی ہے

جو ماں باپ اپنی اولاد کو وقت نہیں دے پاتے بچوں کا وہ وقت نوکروں کے پاس کٹنے کی بجائے اپنے بزرگوں کے پاس کٹتا ہے جو انہیں اچھی عادات سکھاتے ہیں۔ اپنی اقدار وروایات اور عقائد سے روشناس کراتے ہیں یہ وقت بچوں کے ذہن پر ایسے نقوش چھوڑتا ہے جو تمام عمر ان کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں

گھر ہی وہ بنیادی ادارہ ہے جو بچے کی نہ صرف جسمانی نشوونما بلکہ ذہنی بالیدگی کا سبب بھی بنتا ہے کیونکہ عمر کے ان ہی ابتدائی سالوں میں انسان کی شخصیت کی بنیاد پڑتی ہے جس پر اس کے کردار کی تعمیر ہوتی ہے اس لئے گھر کا ماحول اور گھر کے باسیوں کے رویے' مزاج اور عادات بچے کی تربیت پر خصوصاً" اثر انداز ہوتے ہیں یہ آپ کی تربیت ہی ہے جو بچے کو ٹیپو اور حیدر بنا سکتی ہے۔ ابن زیاد اور ابن قاسم بنا سکتی ہے ورنہ وہ بھی دنیا کی بھیڑ میں کروڑوں بے نام لوگوں کی طرح گمنام زندگی بسر کرکے جہاں سے آیا تھا وہیں کو لوٹ جائے گا۔ فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔

پرامن آسودہ گھریلو ماحول ہر بچے کی بنیادی ضرورت ہے بلکہ ہر بڑے کی بھی۔ اور اس کا حصول صحیح اسلامی خطوط پر چل کر ہی ممکن ہے جس میں ہر ایک کی حیثیت اس کا کردار متعین ہے۔ اس کے نباہنے کے سلسلے میں پوری پوری رہنمائی میسر ہے۔

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم اپنے گھروں کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں۔ خیروعافیت' آسودگی' دو جہاں کی کامیابی اور سکون قلب کا دوسرا نام اسلام ہے اور اسلام اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہ زندگی کو کس طرح سے گزارنا ہے۔

آیئے اب خاندان اور خاندانی نظام کو اپنے آج کے روپے کے

تناظر میں دیکھتے ہیں۔ کیا آپ کو یہ ٹوٹا پھوٹا اور بگڑا ہوا نہیں نظر آرہا؟ کیا ہر دوسرا گھر انتشار کا شکار نہیں ہے۔

یہ تبدیلی گزشتہ دو تین دہائیوں سے پوری سرعت کے ساتھ ہمارے معاشرتی ڈھانچے کو کھوکھلا رہی ہے

اس کی بہت سی وجوہات میں ہمارے معاشرتی مسائل (غربت' بے روزگاری' مہنگائی' کرپشن اور ظلم وزیادتی) اور ہمارے رویے (خود غرضی' بے اصولی وناانصافی' ہوس زر اور نفسانفسی) بھی شامل ہیں۔

ذرا عمیق جائزہ لیا جائے تو ان تمام مسائل اور ان کے گھمبیر اثرات کی بنیادی وجہ اسلام سے دوری ہے۔

اسلام سے باہر حقوق وفرائض کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ ہم جب اسلام سے دور ہوئے تو اپنے حصے کی ذمہ داریاں فراموش کر بیٹھے۔

خاندانی نظام میں والدین کو بنیادی اینٹ کی حیثیت حاصل ہے یہی وہ مسالہ ہے جو گھر کے درودیوار کو مضبوطی سے جوڑے رکھتا ہے۔ لیکن ہم ان کی روایتی اہمیت اور شرعی حیثیت کو بھولتے جارہے ہیں یوں ان کی عزت وتکریم میں واضح کمی آگئی ہے

ہماری نوجوان نسل اپنے معاملات میں مداخلت پسند نہیں کرتی اور علیحدہ رہنے کو ترجیح دیتی ہے

اصل نقص یہ ہے کہ ہماری نوجوان نسل میں پہلے لوگوں کی طرح نہ وہ تحمل مزاجی ہے نہ مروت' نہ ہی رواداری کا جذبہ ہے اور نہ قربانی کی خو۔ اور یہی تو وہ چار دیواریں تھیں جن کی پناہ میں خاندان بسا کرتے تھے۔

ایک دستر خوان سجتا تھا۔ دکھ اور خوشیاں سانجھی ہوتی تھیں بیٹیاں اور عزتیں سانجھی ہوتی تھیں۔ مصیبت اور تکلیف میں سہارے ڈھونڈھنے نہیں پڑتے تھے اور مدد امداد پر احسان نہیں جتایا جاتا تھا۔

انسان کے دل میں رشتوں کی' قدروں کی' جذبوں کی اور بذات خود انسان کی قدر ہوتی تھی۔ اب تو انسان سے منسوب اشیاء کی قدر ہوتی ہے۔ گاڑی کوٹھی اور بینک بیلنس کے برتے پر انسانوں کی درجہ بندی ہوتی ہے۔ ان غیر اسلامی اقدار اور درجہ بندیوں نے ہر شخص کو تنہا کر دیا۔ تنہا جی رہا ہے اور اس بھری دنیا میں اکیلا ہی اپنے مصائب جھیل رہا ہے۔ اس نفسیاتی دباؤ اس کے نتیجے میں خودکشی اور طلاق کی شرح روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

خانگی جھگڑوں نے جنگ وجدل کی صورت اختیار کرلی ہے۔ نہ بزرگوں میں برداشت اور رواداری بچی ہے نہ نوجوانوں میں مروت اور قربانی کی خو ہے۔ پہلے یہ تصور تھا اکیلی لکڑی ٹوٹ سکتی ہے مگر لکڑیوں کا گٹھا نہیں' ایک کو اکیلا مگر دو تو گیارہ سمجھا جاتا تھا۔

کہاوت تھی کہ اپنے پاس ہوں تو مصیبت' مصیبت نہیں رہتی۔ پردیس جانے کو غریب الوطنی کہا جاتا۔

اور اب دلوں کی دوریوں اور کدورتوں نے اس رویے کو جنم دیا ہے کہ ہر کوئی یہ چاہتا ہے کہ وہاں جاکر رہے جہاں کوئی اسے جانتا نہ ہو۔ بہت چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں جو انا کا مسئلہ بن کر بظاہر پختہ نظر آنے والے گھروں کو اندر سے گھن کی طرح کھا جاتی ہیں

گھر درودیوار سے نہیں مکینوں سے بنتے ہیں انا کے زعم میں کسی کا دل دکھا کر وقتی تسکین تو مل جاتی ہے لیکن دلوں میں پڑنے والی دراڑوں کے سامنے گھروں کی پختہ دیواریں بے حیثیت ہو جاتی ہیں انہیں مکان تو کہا جا سکتا ہے گھر نہیں۔

گھر تو نام ہے آسودگی کا سکھ چین کا' آرام وسکون کا' مروت ومحبت کا' مل بیٹھنے اور بانٹ کھانے کا۔ اور یہی ہمارا مذہب ہمیں سکھاتا ہے۔ ایسے ہی گھر بنانے کی تعلیم دیتا ہے۔

جہاں سب کے حقوق محفوظ ہوں۔ گھر کے باسی ایسے ہوں کہ غم گساری ہمدردی' محبت اور خلوص دل جیسے نادر جذبات ان کے دلوں میں گھر کر چکے ہوں جب ہم نے اسلام سے رہنمائی لینا چھوڑ دیا تو اس خلا کو پر کرنے کے لئے جو رویہ تیزی سے بڑھا وہ مغرب پرستی ہے۔

انگریزی کی غلامی نے جو اثرات چھوڑے تھے اب وہ نئے سرے سے میڈیا کے ذریعے ہمارے طرز حیات میں داخل ہو رہے ہیں۔

ہر کوئی اس زعم میں گرفتار ہے کہ وہ اپنی ذات میں خود کفیل ہے اسے جب کسی کی ضرورت نہیں تو وہ دوسروں کی ضرورتوں میں کیوں کام آئے؟ لیکن جو چیز ہماری ناقص نظر سے پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ جن کی ہم تقلید کر رہے ہیں وہ خود کہاں کھڑے ہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ ہم سدا اسی طرح نہیں رہیں گے تندرست' جوان بااختیار اور خود مختار' گردش زمانہ کی گرد ہمارے لباس فاخرانہ کو بھی آلودہ کر سکتی ہے زندگی تو ہے ہی ایک پہیے کی گردش کی طرح۔ جو طرف اوپر ہے اسے نیچے بھی آنا ہے۔

ہم پیدا ہوئے تو محتاج تھے۔ زندگی کے جس سفر کا آغاز ہم نے دوسروں کی انگلی تھام کر کیا اس کا اختتام بھی لاٹھی ٹیکتے ہوئے ہوتا ہے۔ تب جن پر ہم کو تکیہ ہے وہی پتے ہوا دینے لگے تو! پھر کس بات کا زعم۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ

کیسا زعم' کہاں کا غصہ' کس کی خودی اور کیسی انا
سچی بات تو یہ ہے یارو کھو کر اسے پچھتائے بہت

جیسے اب مغرب والے پچھتا رہے ہیں۔ ہماری تقلید اندھی ہے ورنہ وہ ضرور دیکھ لیتی کہ یہ ہمارے نام نہاد ترقی یافتہ پیشتر وکس حال کو

پہنچ چکے ہیں۔

خود امریکہ والے اس کا اعتراف کرتے ہیں جب خود کو <Lonely Crowd> کہتے ہیں یعنی "تنہا ہجوم"۔ وہاں کوئی بھی شخص اکیلا نہیں دکھے گا مگر وہ تنہا ضرور ہے۔

انہوں نے تو بہت پہلے خاندانی نظام کے پرخچے اڑا دیئے تھے اور مادیت پرستی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ اب تو نوبت بہ ایں جا رسید کہ محبت تو درکنار مروت کی بھی رمق نہیں بچی۔

رشتہ نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ نہ کوئی ماں باپ نہ بہن بھائی۔ حکومت جب تک خرچہ دیتی ہے بچہ ماں باپ کی چھت تلے رہتا ہے جونہی الاؤنس بند ہوتا ہے تو ایک امریکن بچے نے اپنے والدین کے متعلق بتایا۔

They just kicked me out

ان کی زندگی کی ابتدا نرسنگ ہومز سے ہوتی ہے اور اختتام اولڈ ہومز پر ہوتا ہے جب تک کوئی اپنا بوجھ اٹھا سکتا ہے زندہ رہتا ہے اس کے بعد موت سے بدتر زندگی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ باآسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ بظاہر دنیا میں جنگل کا قانون چلتا ہے۔

اول تو شادی کوئی کرتا ہی نہیں اور جو کرتے ہیں ان میں ساٹھ فیصد سے ستر فیصد تک شادیاں طلاق پر منتج ہوتی ہے

ہالی وڈ کی ایک مشہور اداکارہ نے اپنی نئی شادی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ "میں نے طلاق کی راہ پر پہلا قدم رکھ دیا ہے"۔

مادیت پرستی ہی ان کا مسلک بن چکی ہے۔ رہا مذہب تو اسے وہ ہر فرد کا ذاتی معاملہ گردانتے ہیں۔ اس لئے ان کے پاس کوئی ضابطہ اخلاق نہیں' ضابطہ حیات نہیں ہے

اس کا سب سے برا نتیجہ یہ نکلا کہ اچھائی اور برائی کی تمیز اٹھ گئی۔ اسی لئے وہاں انسانوں کے قالب میں درندوں نے پناہ لے رکھی ہے۔ نیکی بدی' اپنے پرائے اور عزت وعصمت کا تصور دم توڑ چکا ہے۔ مادیت پرستی نے انہیں سہولیات زندگی سے تو نوازا مگر اس وحشت ودرندگی کا کیا کیا جائے جس وحشت ودرندگی نے ان کے اندر ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ جس کے باعث ان کا سکون غارت ہے اطمینان قلب خواب بن گیا ہے سچی خوشی نام کے جذبے سے وہ ناآشنا ہیں۔

جنگلی درندوں کا آپ ایک Well Furnished Compantment میں رہنے کا بندوبست کر دیں تو کیا وہ صوفے' نرم وگداز بستر اور مشینی سہولیات ان کے اندر کی درندگی کے ہوتے ہوئے انہیں آرام دے سکیں گے؟ شاید نہیں۔ بہار وخزاں دل کے موسموں کا نام ہے۔ دل زندہ وآباد ہے تو خزاں بھی سوگوار نہیں۔ اگر ایسا نہیں ہے تو بہاریں بھی کسے گوارا ہونگی

آج کل نفسیاتی ڈاکٹروں کا کاروبار چمک اٹھا ہے۔ ذہنی امراض ڈیپریشن' بے نام خوف یا Fear of unknown ان کی زندگیوں کا جزو بن گئے ہیں جذباتی سہارے اور اپنے پیچھے اپنے خاندان کا ہاتھ نہ ہونے کی وجہ سے وہ سہارا ڈھونڈھتے ہوئے سائیکاٹرسٹ کے پاس جا پناہ لیتے ہیں۔

ایک سائیکاٹرسٹ اور کچھ نہیں کرتا سوائے ان کے دکھ ان کی خوشیاں' ان کے جذبات اور محسوسات سننے کے۔ اس لئے کہ اکلاپے کا یہ عالم ہے کہ کوئی ذی روح بات تک کرنے' سننے کو نہیں ملتا۔ اس احسان کی وہ ڈاکٹر فیس لیتا ہے۔

یعنی دوسروں کا درد دل بانٹنے کے پیسے لئے جاتے ہیں

So much for the materialisam

کیا واقعی یہ مادیت پرستی کے منہ پر طمانچہ نہیں ہے؟

جو فیس دینے پر قدرت نہیں رکھتا۔ وہ ذہنی دباؤ کے تحت خودکشی پر مجبور ہو جاتا ہے

سویڈن یوں تو دنیا کے خوشحال ترین ممالک میں سے ہے مگر وہاں خودکشی کی شرح سب سے زیادہ ہے

یہ سہارے ہی کی تلاش ہے کہ نشہ ان کی زندگیوں کا لازم جزو بن گیا ہے سگریٹ اور شراب نوشی خوراک کی صف میں جا شامل ہوئے ہیں اور کتے بلیوں کو وہ افراد خانہ شمار کرنے پر مجبور ہیں۔

آئے دن عجیب وغریب رویے دیکھنے میں آتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے سکول جانے والے بچے اپنے ہم جماعتوں کو' استادوں کو گولیوں سے بھون ڈالتے ہیں۔ بعض واقعات میں تو ماں باپ ہی اپنے بچوں کی گولی کا نشانہ بنتے ہیں اور بعض میں بچے ماں باپ کی بے رحمی کا شکار ہوتے ہیں۔

کوئی بھی شخص بلاوجہ بھرے بازار میں گولی چلا دیتا ہے شائد وہ اپنے ساتھ باقیوں کو بھی زندگی کے عذاب سے چھٹکارا دلانے کے لئے ایسا کرتے ہوں وہاں کے ماہرین نفسیات کو اس بات کا شدت سے احساس ہوا ہے کہ اس سب صورت حال کا سبب خاندانی نظام کا نہ ہونا ہے۔ بلکہ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق اقوام متحدہ نے 97ء میں ترقی یافتہ ممالک کو تجویز دی ہے کہ وہ خاندانی نظام کو فروغ دینے کے لئے اپنے بجٹ میں کثیر رقم مختص کریں۔

اقوام متحدہ کی سالانہ ترقیاتی رپورٹ کے مطابق آئندہ پانچ برسوں میں ترقی یافتہ ممالک نے اپنے فیملی سسٹم کو مضبوط نہ بنایا تو گھریلو زندگی جو تلخیوں کا جہنم بن چکی ہے تباہی کے مقام تک پہنچ جائے گی۔

اس سلسلے میں پیش رفت کرتے ہوئے اقوام متحدہ نے زور دیا کہ

ترقی پذیر ممالک بھی اپنے خاندانی نظام کو ٹوٹنے نہ دیں

ہمیں اس تناظر میں یہ دیکھنا ہے کہ کیا اب بھی ہمیں مغرب کی تقلید میں مزید تباہی کی طرف جانا چاہئے یا بروقت ان کے تلخ تجربے سے فائدہ اٹھالینا چاہئے۔

کیسا عجیب مذاق ہے وہ ہماری طرح بننا چاہتے ہیں اور ہم ان کی طرح بننے کی سعی میں اپنی انمول محبتوں' قربتوں اور رفاقتوں کی مٹی میں گندھے ہوئے رشتوں کے بے لوث اثاثے لٹانے پر تلے بیٹھے ہیں۔

دیکھا جائے تو انتشار کی اس راہ میں ہم آدھا سفر تو طے کر ہی آئے ہیں جس کا خمیازہ ہم باہمی منافرت' منافقت' خود غرضی' بے انصافی ظلم وزیادتی اور سنگ دلی کے روپ میں بھگت رہے ہیں کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہے۔

ایک بزرگوار کو کہتے سنا گیا کہ میرے سات بیٹے ہیں اور میں نے اکیلے ان سات کو پال پوس کر بڑا کیا مگر اب میں اکیلا ان سات سے نہیں سنبھالا جاتا۔

اسی طرح پچھلے دنوں اخبار میں ایک عام سا اشتہار چھپا تھا عاق نامے کا جس میں ایک بزرگ کی طرف سے درج تھا کہ میں اپنے چار بیٹوں کو بوجوہ عاق کرتا ہوں نام فلاں فلاں۔

ایسی خبریں ہم آئے دن پڑھتے رہتے ہیں لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کل یہی باپ ان بیٹوں کی پیدائش پر کس قدر خوش ہوا ہوگا۔ فخر سے سینہ تانے پھرتا ہوگا کہ میرے چار چار بازو ہیں اور آج ان کی نافرمانی آخر کس حد کو پہنچی ہوگی کہ ایک بوڑھے اور کمزور باپ نے خود اپنے' اپنے تن سے جدا کردیئے۔

ہماری بیٹیاں ہماری عزتوں کو سربازار نیلام کرنے لگی ہیں اور ہمارے اخبار انہیں شہ سرخیوں میں جگہ دے کر ان کو بھی ترغیب دے رہے ہیں جن میں ابھی کچھ شرم یا ڈر جھجک موجود ہے۔

ہماری جڑیں کٹتی جارہی ہیں کسی گول پتھر کی طرح ہم ادھر سے ادھر لڑھک رہے ہیں بچوں کی تربیت میں نقص' بزرگوں کے احترام میں کمی' میاں بیوی کے تعلق میں دڑاڑیں۔ کیا اب بہت نہیں ہوگیا؟ چلو لوٹ چلیں۔ صبح کا بھولا سمجھ کر شائد ہمیں سرشام معاف کردیا جائے اور اسلام کے گوشہ عافیت میں پناہ مل سکے۔

ابھی ہم اتنے دور نہیں گئے کہ لوٹنا ممکن نہ رہا ہو۔ رشتوں کا پاس کیا جاتا ہے دکھ سکھ میں کام آنے کی روایت ابھی ناپید نہیں ہوئی۔ کوئی بیمار ہو جائے تو عیادت کے لئے لوگ وقت نکال ہی لیتے ہیں والدین کی تکریم کرنے والے بیٹے بھی موجود ہیں اور ان سے محبت کرنے والی بیٹیاں بھی' خدمت گزار بہوئیں بھی ابھی افسانہ نہیں ہوئیں

ابھی آرزو کے ساتھ امید کا رشتہ نہیں ٹوٹا۔ ابھی وقت ہے۔ اللہ کا رحم مشہور اور رحمت بے کراں ہے وہ ہماری خطاؤں کو اس طرح معاف کرتا ہے جیسے وہ کبھی تھیں ہی نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم پلٹنے کا ارادہ کرلیں۔

اور ایک اہم بات! وہ اپنا حق معاف کرتا ہے اپنی مخلوق کا نہیں روز حشر بھی وہ مخلوق کا حق تلف کرنے والے کو معافی کے لئے مخلوق کے پاس بھیجے گا۔

عبادات میں کوتاہی کو وہ چاہے تو ہزار بار معاف کردے لیکن معاملات میں زیادتی نہیں بخشے گا۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم صرف نماز نہ پڑھنے کو' روزہ نہ رکھنے کو گناہ سمجھتے ہیں' دیگر معاملات زندگی میں احکامات الٰہی کو درخور اعتناء نہیں سمجھتے جو ہمارے بگاڑ کا ایک حقیقی اور بڑا سبب ہے۔

اپنی خوشی کے لئے ہم دوسروں کا سکون تباہ کرتے ہیں اور اسے قطعاً" برا نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اگر ایک مومن بندے کو خود اس کی لاپرواہی کے سبب کانٹا چبھ جائے تو وہ رب کریم اس تکلیف کے عوض اس کے گناہ بخش دیتا ہے

تو وہ اللہ اس شخص کو کیسے چھوڑے گا جو دوسرے کا دل دکھائے اس لئے اگر ہم اس کی طرف پلٹنا چاہتے ہیں تو ہمیں دوسروں کے حقوق اور اپنے فرائض پہچاننا ہوں گے کیونکہ مخلوق کی خوشی میں خالق کی رضا ہے

خدمت خلق اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے۔ صلہ کی توقع بھی اسی سے رکھنا چاہئے نہ کہ اس کی مخلوق سے جو خود محتاج ہے۔

ہمیں اس بات کا یقین رکھنا چاہئے کہ ہر کوئی اپنے عمل کا خود جواب دہ ہوگا اس لئے مت دیکھو دوسرے کیا کر رہے ہیں یہ تلاش کرو مجھے کہاں کیا کرنے کا حکم ہے

اور ہمارا عقیدہ ہے اللہ کسی کا عمل ضائع نہیں کرتا اور وہ پورا پورا انصاف کرنے والا ہے۔

بیگار کیمپ

پاکستانی "قوم" کی زندگی ایک بیگار کیمپ کی مخلوق سے کسی طرح مختلف نہیں ہے۔..... قوم؟..... نہیں!..... نہیں نہیں.....

قوموں کی تو کوئی منزل ہوتی ہے' قوموں کا تو کوئی کردار ہوتا ہے۔ قوموں کا تو کوئی لائحہ عمل ہوتا ہے' کوئی مقاصد ہوتے ہیں..... ہاں!

عوام..... پاکستانی "عوام" کی زندگی ایک بیگار کیمپ کی مخلوق سے کسی طرح بھی مختلف نہیں ہے.....

بیگار کیمپ کی مخلوق..... نہ کوئی منزل نہ آئیڈیل نہ رہبر

جی رہے ہیں کہ ابھی موت نہیں آئی..... سانس آ رہی ہے' سانس جا رہی ہے' فقط یہی زندگی کی علامت ہے..... لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے۔ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

جی رہے ہیں فقط کمانے کے لئے' کما رہے ہیں فقط کھانے کے لئے..... وہ دن ہوا ہوئے جب خلیل میاں فاختہ اڑاتے تھے۔

کہاں وہ دن کہ فرد واحد پورے کنبہ کا کفیل' کہاں یہ دن کہ آٹھ سال کا بچہ دکان پر' بیٹی فیکٹری میں' بیوی لوگوں کے گھروں میں اور میاں سولہ گھنٹے کی ڈیوٹی پر..... زندگی بھی روگ' موت بھی عذاب۔

نہ وہ فراغت شیرازہ بندی کے کام آئی' نہ یہ محنت شاقہ منزل کا پتہ دے سکی۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دینے والی قوم خود رو پودوں سے بھی بڑھ کر بے توقیر ہوئی کہ جن کے مسلے جانے پر کوئی اپنی گردن کو ذرا خم دے کر یہ دیکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا کہ ان پر کیا گزری۔

انقلاب..... روشنی' روشنی کے منابعے خود تاریکیوں میں بھٹک رہے ہوں تو اندھیرے کیسے چھٹیں۔

آزادی کے لئے' جگر گوشے لٹانے والی قوم کی یہ حالت کہ کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے..... غلاموں کی بصیرتیں ایسی ہی ہوتی ہیں' رہزنوں کو رہبر چن لیتی ہیں۔

سنبھلنے کے لئے سمجھنا ضروری ہے..... جو سمجھ گئے' وہ سنبھل گئے لیکن اس انتظار میں ہیں کہ "313" سے زیادہ ہو جائیں تو چلیں..... جن کا انتظار ہے وہ سمجھنا نہیں چاہتے' سمجھے بغیر کیسے سنبھلیں گے اور سنبھلے بغیر کوئی کیسے چل سکتا ہے۔ اوروں کو سنبھالنے کا مرحلہ تو بعد کا ہے..... پھر انتظار کیسا؟

یارو یہ ہجر مجر کہاں تک
اپنی سی کرو بنے جہاں تک

سرفراز

groups only. Therefor, nobody wants to talk about AIDS. This is a misconception because HIV infection is prevalent in men, women and children worldwide.

M: What are the other ways through which HIV can be transmitted?

Dr.R: The virus is transmitted by sexual contacts and through contaminated blood and syringes. It is also transmitted from HIV infected mother to the infant. I will tell you a story so that you understand how HIV is transmitted

In 1986, a Pakistani physician identified the first HIV-infected baby in Pakistan and my laboratory confirmed the presence of the virus. This baby had severe diarrhea which could not be cortrolled with antibiotics and other medications. The doctor then remembered that "Dr. Rasheed had mentioned in her lectures about HIV-infected infants who have uncontrollable diarrhea" He tested the baby for HIV and found her to be postive. Then he tested the baby's mother and she was found to be positive. Next the doctor tested the father of the baby and undoubtedly found him to be positive as well. Extensive research on this family revealed that the father was not only a bisexual man but he was also a regular blood 2donor and a drug addict. This man was poor, Lived in slums and had never been outside of Karachi. One blood donation is normally used for giving blood or blood products to at least [illegible] people. You can imagine how many people this single donor has already infected. How should we blame for "giving" this man the HIV infection? please do not think that this is an isolated case in a town like Karachi, There are thousands like him, perhaps hundreds of thousands if not more. These the things people don't want to talk about!

حضرت العالم مولانا اللہ یار خانؒ

روح سے فیض حاصل کرنے کو اصطلاح صوفیہ میں اویسی طریقہ کہتے ہیں اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ سلسلہ حضرت اویس قرنی سے ملتا ہے بلکہ اویسیہ سے مراد مطلق روح سے فیض حاص کرنا ہے۔ چونکہ روح سے اخذ فیض اور اجزائے فیض دونوں صورتیں ہوتی ہیں اس لئے سلسلہ اویسیہ کی یہی دونوں خصوصیات ہیں۔ اس اصطلاح سے حضرت اویس قرنی سے اگر کوئی نسبت ہو سکتی ہے تو شاید اس نا پر کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل نہیں کی تھی۔ بلکہ حضور ﷺ کی روح پر فتوح سے اخذ فیض کیا تھا۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ پہلے اویس تھے۔

ہمارے سلسلے کا نام نقشبندیہ اویسیہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے شاگردوں کی تربیت نقشبندیہ طریقے سے کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنے محبوب شیخ کی روح سے اخذ فیض اور اجازت لی ہے۔ میرے اور میرے شیخ مکرم کے درمیان کوئی 400 سال کا فاصلہ ہے۔ میں نے اسی اویسی طریقہ سے اپنے شیخ کی روح سے فیض بھی حاصل کیا۔ خلافت بھی ملی اور بحمد اللہ میرے محبوب شیخ کا فیض تربیت اس وقت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے سلسلہ اویسیہ کی خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے کہ جیسے پانی زیر زمین موجود رہتا ہے اور کسی وقت چشمہ کی صورت میں باہر ابل پڑتا ہے۔ اور زمین کو سیراب کرتا ہے سلسلہ اویسیہ کی بھی بالکل یہی صورت ہے۔ اس طرح حقیقی تصوف سلوک بھی کبھی کبھی غائب ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو پیدا کرتا ہے اور اس کی ذات کے واسطہ سے تصوف وسلوک کا چشمہ ابل پڑتا ہے۔ اور ایک مخلوق کے قلوب کو سیراب کرتا ہے۔

(دلائل السلوک)

M: Do you mean hyperplasia?

Dr.R: Yes hyperplasia is a term used for cells that are growing rapidly and they may lead (eventually) to tumor formation. However, the growth of placeta is NOT hyperplasia; it is simply a temporary growth of cells as placentas do not continue to grow indefinitely.

M: How is ras related to viral genes?

Dr.R: ras is a normal cellular gene. When this gene recombines with certain animal viruses, the recombined virus becomes highly carcinogenic and can causes tumors in animals. Luckily humans do not have this virus, they only have the ras gene.

M: I understand you also do research on AIDS and HIV?

Dr.R: Yes, I also work on AIDS. I have been involved in AIDS research for the past 15 or 16 years. When AIDS epidemic was first recognized in the U.S, there was no test for the detection of this virus. Our laboratory developed several tests for the detection of HIV in the blood. We also developed tests to find out how much virus is present in each patient. These tests were important for the development of various treatment strategies for HIV infected individuals.

M: What are the symptoms of HIV infection?

Dr.R: The symptoms of initial HIV infection are very few. When the virus gets into the body, the person experiences influenza-like symptoms, such as fever and night sweats. The patient then recovers completely and remains symptom-free for a long time. However a few years down the line, the symptoms start again because during this time, HIV has had a chance to establish a chronic infection and it destroys the cells that protect us from various infections (i.e immune cells).

M: How many people have AIDS in Pakistan?

Dr.R: I' not sure exactly what the real figure is, because I do not live in this country. However a Doctor friend of mine told me that official figure is 60 to 80 thousand HIV infected individuals. The real figure should be more because a lot of People are not tested for HIV.

M: Are people aware of AIDS?

Dr.R: In the U.S. they are 100% aware. They are sometimes even more aware than some of the scientists! But in Pakistan, the stigmas that have been associated with HIV infections and AIDS, have reduced the level of awareness in the general bublic. People in this country think that this disease is prevalent in special population

INTERVIEW DR. SURAIYA RASHEED

Dr. Suraiya Rasheed is a porfessor of Pathology and Director of Viral Oncology and ADIS Research at the University of Suouthern California School of Medicine, Los Angeles USA.

Dr. Rasheed has expertise in molecular pathology of cancer and retroviruses. For a number of years she has studied viruses that are associated with cancer and AIDS.

We were fortunate to have a few minutes with her.....

Interview by Momina Cheema

M: What exactly are you researching?

Dr.R: I am doing cancer research geneally speaking, but more specifically, I'm working on a gene called the ras gene, that our labortory had isolated a long time ago from a rat sarcoma virus. We are looking at how this gene functions in a cancer cell compared to the normal cells.

M: So, in a sense your research is based on the molecular biology of cancer?

Dr.R: Yes, absolutely. Everything that we do is molecular biology.

M: How do you like working in molecular biology of cancer?

Dr.R: I like it very much. Since molecular biology is based on the study of DNA and RNA, it's like studying 'life' itself and for this reason it is very stimulating

M: We understand that the ras gene has been named after Rasheed?

Dr.R: Well, there is a big story that has been twisted around. Yes, it is after this name, but I never named it. I will never name anything after my own name. Orignally, this virus was designated as the rat sarcoma virus (ras). But people called it Rasheed rat sarcoma virus so the virus, itself has been named after Rasheed.

M: Can you elaborate about the ras family of oncogenes?

Dr.R: ras oncogene was initially discovered in 1978 from the rat sarcoma virus. However the prototype of this gene is found in all normal cells and it is responsible for the growth of normal cells.For example, this gene is expressed in large quantities in rapidly growing tissues like the placenta or fetal cells, both of these tissues grow in a very short time of few months. Since cancer cells also grow rapidly, this gene is expressed in most tumor cells.